لطائف علمیہ
اردو ترجمہ
کتاب الاذکیا
امام ابن جوزی بغدادیؒ
دار الاشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لطائفِ علمیہ

اردو ترجمہ

کتابُ الاذکیاء

☆ • ☆

تصنیف	امام ابن جوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہ فاضل دیوبند
پیش لفظ	مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ

عقل و دانائی، ذکاوت و ذہانت اور حاضر جوابی کے متعلق عجیب و غریب حکایات و واقعات کا نہایت دلچسپ اور مستند ذخیرہ جس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہؓ، اولیاء، علماء، صلحاء، ادباء، شعراء، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت اور والیان ملک، غرض ہر طبقہ کے لوگوں کے ذہانت و دانائی کے واقعات درج ہیں

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

**

باہتمام: محمد رضی عثمانی
طابع: ادارۃ القرآن آفسٹ پریس کراچی ۵
قیمت: ۰۰۰

****

★ ☆

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی، لاہور

فہرست مضامین لطائف علمیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

پیش لفظ

از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

اطیب المقالات

مقالہ مندرجہ ذیل فخر العلما حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم کے خامہ گہربار کا نتیجہ ہے۔ جس سے آنحترم نے ترجمہ کتاب لاذکیا کو مرصع و مزین فرما دیا۔ ممدوح کی ذات گرامی جو "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مصداق ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہم جیسے تاریک گوشوں کے مکین آپ کی ذات سے بین الانام متعارف ہو سکتے ہیں اور آپ کا علم اور دیگر اعلیٰ خصوصیات بالخصوص ذکاوت بھی علمی حلقوں میں مسلم ہے جس کا ایک مشاہدہ یہ مقالہ بھی ہے جس کو پڑھ کر آپ کی وسعت نظر، شگفتہ بیانی اور علمی موقف کے اندازہ کے ساتھ آپ کی ذکاوت بھی واضح ہوتی ہے، قصیر الہمت لوگوں کی ہمت افزائی کر کے ان میں عمل کے جذبات اُبھارنا بلکہ پیدا کرنا آپ کی ذکاوت کی ایک ایسی مثال ہے جو اس مقالہ کے آخری حصہ سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہٗ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد خوش طبعی اور مزاح، زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے بشرطیکہ فحش، عُریانی اور عبث گوئی سے پاک ہو، واقعاتی مزاح نفسِ انسانی کے لئے باعث نشاط اور موجب حیاتِ نو اور تازگی کا سبب ہوتا ہے۔ جس سے یہ بانشاطِ نفس تازہ دم ہو کر زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ساتھ تفریحِ نفس اور اس نشاط طبع سے جہاں خود اپنی طبیعت میں بشاشت و انبساط کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ وہیں مخاطبوں کی عقلوں اور ذکاوتوں کو بھی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کی طاقت ملتی ہے اور پھر اسی حد تک بشاش طبیعتیں باہم مربوط ہو کر بہت سے ایسے اہم اور مشکل امور

کو حل کر لیتی ہیں جن سے مردہ اور پژ مردہ طبیعتیں کلیتہً عاجز و درماندہ رہ جاتی ہیں۔ گویا مزاح و خوش طبعی درحقیقت افادہ و استفادہ کا ایک مؤثر ترین وسیلہ ہے جس سے دو اجنبی طبیعتیں ایکدوسرے سے قریب ہو کر ایکدوسرے کے فنون سے پوری طرح آشنا ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور بالفاظ دیگر مغرور یا بناوٹی وقار کے خوگر انسانوں کی یہاں اگر مزاح و بے تکلفی کو حقیر سمجھا گیا ہے تو اسی حد تک وہ ربط باہمی اور عام افادہ و استفادہ کی نعمت سے بھی محروم رکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے مزاح و خوش طبعی سے کلیتہً کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی جس سے حقوق نفس کی رعایت کے ساتھ مخاطبوں کے حقوق محبت کی رعایت اور اُن کے استفادہ کی خاطر انہیں بے تکلف بنانے کی اعانت بھی پیش نظر تھی۔ ورنہ انبیاء علیہم السلام کا رعب و داب اور ہیبت حق سائلوں کو اس کی جرأت ہی نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے۔ مزاح کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور اس کی تہ میں یہ کتنی بڑی مصلحت پنہاں تھی کہ حضرات صحابہؓ کیلئے دینی سوال و استفسار اور کمال استفادہ و استرشاد کے دروازے اسکی بدولت کھل گئے جو اُن کے حق میں علوم کی فراوانی اور دین ایمان کی تقویت و ترقی کا باعث ہوئے اس لئے نتیجۃً اہل اللہ اور اہل کمال کا مزاح حقوق کیساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی ایک مؤثر ترین وسیلہ ثابت ہوتا ہے جس سے اُس کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا اور ساتھ ہی یہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے کہ مزاح و خوش طبعی درحقیقت تفریح نفسانی کا نہیں بلکہ تہذیب روحانی، تنشیط اذہان اور تفریح عقل کا نام ہے۔ جس کے انبساط ہی پر دین کے انشراح کا مدار ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایں شان اعلیٰ کہ:

کان دائم الفکرۃ حزیناً | آپ ہمیشہ (فکر آخرت میں) فکر مند اور غمگین سے رہا کرتے تھے۔

اور بایں رعب و ہیبت حق کہ فاروق اعظم جیسے جری اور بہادر صحابہؓ مرعوب و مغلوب ہو کر گھٹنوں کے بل گر جاتے تھے مزاح کو کبھی اختیار نہ فرماتے اگر مزاح محض تفریح نفسانی کا نام ہوتا۔ پس آپؐ کا اُسے اختیار فرما لینا ہی اُس کی کافی ضمانت ہے کہ مزاح کی جنس شرعی امور میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے گو اس کی بعض انواع جو کذب و جہالت یا حدِ تمسخر تک پہنچ جائیں وہ مذموم بھی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی پیش نظر ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبہ کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے آیا ہے اُس نے ان جذبات تک کو بھی یکسر فنا کرنا نہیں

چاہا جو عرف عام بلکہ عقولِ عامہ میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور فی نفسہ میں بھی معصیت۔ جیسے جھوٹ دھوکہ، لوٹ مار، چوری، قتل و غارت اور اتراہٹ وغیرہ۔ لیکن ان کو اس نے مٹانے کے بجائے مناسب مقام پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ بتلائی ہوئی حدود کے اندر استعمال ہوں مثلاً اصلاح ذات البین کے لئے جھوٹ۔ حربیوں کی جنگ میں دھوکہ، جہاد و قصاص میں قتل و غارت، غاصبوں کے ہاتھ سے اپنا مال نکالنے کے لئے چوری، متکبروں اور معزوروں کے مقابل صوری اتراہٹ وغیرہ امور کو صرف جائز ہی نہیں رکھا بلکہ اعلیٰ ترین طاعت و قربت قرار دیا ہے۔ پس اگر مزاح و خوش طبعی کو انسان کا ایک طبعی جذبہ ہی مان لیا جائے (جو حقیقتاً محض طبعی نہیں بلکہ وہ عقل کی تیزی، نفس کی وسعت اور حوصلہ و ظرف کے علو سے ابھرتا ہے) تب بھی اسلامی فطرت پر وہ پامال کرنے کیلئے نفسِ انسانی میں نہیں رکھا گیا بلکہ ٹھکانے لگانے کیلئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ اندرونِ حدود کسی صحیح غایت کیلئے استعمال میں آئے اور ظاہر ہے کہ اس صحیح محلِ استعمال اور مناسب غرض و غایت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اہل اللہ اور اہلِ کمال لوگوں کو اپنے دینی رعب و داب کے دباؤ سے بچانے اور مستفیدین کو اپنے سے قریب اور بے تکلف بنانے کیلئے اسے استعمال کریں۔

نہیں بلکہ اگر وہ خالص نفسانی جذبہ بھی ہو تو بہر حال اسلام کی فطری شریعت نے نفس کے بھی تو حقوق تسلیم کئے ہیں تاکہ وہ بطمانیت باقی رہے اور روح کی انفرادی سیر کے لئے مرکب اور سواری کا کام دے۔ پس اگر فطرت اللہ دنیا کو قائم رکھتی ہے تاکہ وہ آخرت کا وسیلہ ثابت ہو اور نفس کی بقا کے سامان کرتی ہے تاکہ وہ رب العزت تک روح کو پہنچا دے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دواعیٔ نفس کو باقی نہ رکھے تاکہ وہ روحانی مقاصد کے لئے آلۂ کار ثابت ہوں۔ پس اگر ان ہی دواعیٔ نفس مزاح و مذاق اور ظرافت و خوش طبعی بھی داخل ہے تو تا بقائے نفس اس داعیہ کو بھی ضرور باقی رہنا چاہیئے۔ البتہ خود نفس اور اس کے دوسرے امیال و عواطف کی طرح اس داعیۂ نفس کی بھی حدود و محل استعمال اور طریق استعمال ضرور متعین ہوں کہ وہی حدود اس نفسانی جذبہ کو بھی روحانی بنا سکتی ہیں۔ نفس کے ان ہی طبعی جذبات و حقوق کی رعایت کا عام اصول لسانِ نبوی پر ارشاد ہوا کہ :

لہ چنانچہ علاوہ روحانی اور بدنی دواعی کے خارجی امور کی رعایت کے لئے زینت لذت خوش منظری خوش لباسی اور خوش وضعی تک جائز رکھی گئی تاکہ زندگی کے گوشہ گوشہ میں وہ رضاء الٰہی کی سیر کرکے ایک کامل مکمل نفس بن جائے ۱۲

وان لجسدك عليك حقاً	تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے تم پر
وان لنفسك عليك حقاً	تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے (یعنی غذا
وان لعينك عليك حقاً	ولباس تفریح طبع شب خوابی اور شہوت رانی وغیرہ اندرون حدود
وان لاهلك عليك حقاً	سب ہی تم پر لازم کی گئی ہیں) لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو.
فصم وقم ونم وافطر	سوؤ بھی اور جاگو بھی .قیام صلوٰۃ بھی کرو۔ (اور راحت بھی)

(الحدیث ۔ او کما قال)

چنانچہ حضرت صاحب اُسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مزاح کے عملی نمونے بھی اس طرح اُمّت کے دکھلا دیئے جس طرح اور عبادات و عادات کے نمونے دکھلائے اور ایسے نمونے جن میں ظرافت و خوش طبعی انتہائی مگر واقعات کے مطابق اصول شرعیہ کے اندر اور حدود کے دائرہ میں معتدل جس سے آدمی ہنسے بھی اور علم بھی حاصل کرے مذاق کی تفریح بھی ہو اور حکمت سے مالا مال بھی ہو خوش طبعی اور سنجیدگی کی آمیزش کے حکیمانہ مرقعے ۔ مثلاً آپ نے ایک بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :

لا تدخل الجنة عجوزٌ	جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی

بڑھیا بیچاری بہت حیران ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ کیا واقعی بڑھیاں جنت میں نہ جائینگی ؟ فرمایا ہاں بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی ۔ اور آپ مسکرا رہے ہیں اور وہ متعجبانہ حیرانی میں فکر مند ہو رہی ہے ۔ آخر جب اُسکی حیرانی پریشانی کی حد میں آنے لگی تو فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا ۔

انا انشأناهن انشاءً	ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے ایسا بنایا کہ
فجعلناهن ابكاراً	وہ کنواریاں ہیں ۔

یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بڑھیاں نہیں رہیں گی ۔ بلکہ انہیں نوجوان اور باکرہ بنا دیا جاویگا (یہ اس تفسیر پر ہے کہ اس سے حوریں مراد نہ لیجاویں) دیکھیے مذاق کا مذاق ہے اور واقعات سر مو متجاوز نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ادنیٰ دھوکہ یا چال ہے بلکہ خوش طبعی کے ساتھ ایک تخییل ہے تاکہ فکر مند بنا کر اکرام ہی سنا دیا جائے کہ فکر کے بعد جو فرحت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے ۔ ساتھ ہی بڑھیا کو اور پوری اُمت کو اس مزاح سے ایک حکمت و علم کا سبق بھی دیا گیا اور وہ یہ کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی ذہنی منصوبہ سے (جس کا اُسے شعور بھی نہیں ہوتا) آیت و روایت کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے بوڑھیا

ایک انصاری عورت خدمت نبوی میں حاضر تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جا۔ اسکی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی بولائی ہوئی خاوند کے پاس پہنچی اسنے کہا تجھے کس مصیبت نے گھیرا جو گھبرائی ہوئی دوڑتی آرہی ہے؟ اُس نے کہا مجھے ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے رسول مجھ سے ایسے بے تکلف ہوئے کہ میری ساتھ مذاق فرمایا۔ مگر جب ان اللہ مذاق کیا تھا حقیقت سے لبریز تھا جس میں ایک بات بھی خلاف واقعہ نہ تھی نفس میں نشاط آوری مزید برآں تھی۔

نخعی سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہ بھی ہنسی لاگی کر لیتے تھے؟ فرمایا ہاں درحالیکہ ایمان اُن کے قلوب میں جمے ہوئے پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا یعنی اس ہنسی میں بھی خلاف واقعہ یا خلاف دیانت کوئی بات نہ ہوتی تھی روایات میں ہے کہ حضرات صحابہ آپس میں باتیں کرتے اثنا بھی ہوتے خوش طبعی بھی ہوتی لیکن جوں ہی ذکر اللہ درمیان میں آجاتا تو انکی نگاہیں اک دم بدل جاتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپس میں ان کی کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہرحال جہاں حضرات صحابہ کا جوہر فکر آخرت گریہ و بکا اور خوف و خشیت تھا وہیں حق نفس ادا کرنے کیلئے جائز خوش طبعی اور علمی مزاح بھی انکا جوہر نفس تھا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبر فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے اسطرح چلے جا رہے تھے کہ حضرت علی بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ فاروق اعظم نے مزاحاً فرمایا:

علیٌ بیننا کالنون فی لنا　(علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لنا کے درمیان نون کہ ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون)

اس کلمہ کے الفاظ کی نشست سے اشارہ تھا اتحاد باہمی کیطرف کہ جیسے لنا میں تینوں حرف باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہم بھی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اسطرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں (ہمارے لئے)۔

حضرت علی نے برجستہ جواب دیا جو مزاح و خوش طبعی کی جان ہے کہ

لولا کنت بینکم لکنتم لا　اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے (یعنی نفی ہو جاتے)

اور کچھ بھی نہ رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں "نہیں" یعنی تم بغیر کچھ نہیں رکھنا۔ کتنا پاکیزہ مذاق تھا جو علم و حکمت، مناسبات نقلی و عقلی اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک لڑکی سے مذاق میں فرمایا کہ مجھے تو خالق خیر نے پیدا کیا ہے اور تجھے خالق شر نے۔ وہ بیچاری رو پڑی اور بھولے پن سے یوں سمجھی کہ جب خالق شر نے مجھے بنایا ہے تو بس شر محض ہوں اور مجھ میں فاروق اعظم جیسی کوئی خیر نہیں ہو سکتی کیونکہ مجھے خالق خیر نے پیدا ہی نہیں کیا، اور یا تمہیں لو! خدا نے نہیں پیدا کیا۔ نہ معلوم میں کس مخزن شر سے آ پڑی ہوں۔ اسکا گریہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، ارے اس میں کیا مضائقہ ہے، خیر ہو یا شر دونوں کا خالق اللہ ہی تو ہے۔ تب وہ مطمئن ہو کر کھل کھلا پڑی اور سمجھی کہ میں بھی اللہ ہی کی ہوں اور اس کے خالق شر ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شر میں ہی ہوں۔

صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، جمہور علماء ربانیین عارفین، صلحاء و اتقیاء متقدمین ہوں یا متاخرین، سب ہی کا اپنے احوال یا حال کے سبب باوجود اعلیٰ ترین خوف و خشیت، التقویٰ و التقدس، وقار و متانت و سنجیدگی کے زندہ دل و خوش طبع لطیفہ گو بذلہ سنج و خوش مزاج رہے ہیں اور کبھی ان حضرات نے ترش روئی، تلخ کلامی اور خشکی کو پسند نہیں کیا۔ البتہ اس کے حدود کی رعایت کی، اور کبھی اپنے مذاق کو عامیانہ دل لگی سوقیانہ مذاق یا معاذ اللہ تمسخر نہیں بنایا جس کی شریعت نے ممانعت کی ہے۔ کیونکہ اس میں تمسخر اور مسخرہ پن کے مذاق کے بارے میں حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ:

المزاح استدراج من الشیطان — مذاق دل لگی شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔

یعنی اس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محروسۂ خلافت میں فرمان بھیجا تھا کہ لوگوں کو مذاق دل لگی سے روکا جائے اس لئے کہ اس سے مروت جاتی رہتی ہے اور انجام کار بغض و کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو نزاع باہمی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ مزاح ایک جنس ہے جس کی ایک نوع مذموم ہے اور ایک محمود و مطلوب۔ ایک نزاع آور اور ایک محبت آور، اسلئے نفس مزاح کو علی الاطلاق مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ مطلق مزاح ایک جذبہ ہے جس کا منشا ربط باہمی اور باہمی تقارب ہے مگر کم عقل اور

بیہودہ لوگ اُسے اپنے جاہلانہ رنگ سے مُضر اور بُعد و بیگانگی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

بہرحال اس جذبہ ظرافت اور جوہرِ خوش طبعی کو طبعی جذبہ کہا جائے یا نفسانی داعیہ، عقلی اُبھار کہا جائے یا ذکاوت و تیزیٔ طبع کا جوہر، ہر صورت میں وہ ایک شرعی مقام رکھتا ہے جس سے انبیاء اللہ سے لیکر اقطاب و اغواث اور علماء و عرفاء سب ہی گذرے ہیں، اسلئے اس کے آثار و لطائف یا مذاکرہ اور ان کا لطف آمیز حکایات کی نقل و روایت نہ منافی علم و حکمت ہے نہ مناقض دین و دیانت بلکہ وہ ذہنوں کا قرب باطنی، آپس کی دوری اور افادہ و استفادہ کی استعداد کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔

اسلئے علماء محققین نے نہ صرف مزاح کا موقع بموقع استعمال ہی کیا ہے بلکہ اسکے آثار و طرائف کو باقی رکھ کر آئندہ نسلوں تک اُن کے پہنچانے کی بھی سعی کی ہے اور اس سلسلہ میں ذکاوت و ذہانت، حاضر جوابی اور مزاح و لطائف وغیرہ پر کتابیں بھی لکھی گئیں اور مواعظ و ادب کی کتابوں میں اس پر ابواب و فصول بھی باندھے گئے جیسے عقد الفرید المستطرف اور مختلف کشکول وغیرہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے ایک مستقل کتاب ہی بنام کتاب الاذکیاء اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے جس میں ذکاوت و ذہانت کے مختلف الانواع نمونے پیش فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لیکر اولیاء، عرفاء، علماء، حکماء، ادباء، شعراء، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت، قضاۃ و والیان، ملک و قوم حتی کہ ہر طبقات تک کے مزاح و خوش طبعی اور ذکاوت کے مقالات و معاملات کے نمونے ابواب و فصول پر منقسم کر کے یکجا کر دیئے ہیں جن سے مختلف اہل کمال کی رسا عقلوں، ذہانتوں، طباعیوں اور زندہ دلی کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عقلوں کو مختلف معنوی راہوں میں گھومنے پھرنے کی راہیں ملتی ہیں۔ یہ کتاب فی الحقیقت تاریخ بھی ہے مُردہ دلوں اور پژمُردہ طبیعتوں کیلئے روح افزا ٹانک بھی ہے اور کند عقلوں کی غباوت دور کرنے کے لئے ایک اکسیر علاج بھی ہے جس سے مُردہ عقلوں میں تیزی اور امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ہنستا بھی ہے اور عبرت بھی پکڑتا ہے پابند شریعت بھی بنتا ہے اور زندہ دل بھی ہے اور اسطرح ایک زندہ طبیعت لے کر اعلیٰ مقاصد کے لئے دوڑتا بھی ہے۔ یہاں ابن جوزی نے کتاب الاذکیاء لکھ کر دل لگی نہیں کی بلکہ دل کی لگی کا سامان کیا ہے۔ انہوں نے مزاحی حکایات لکھ کر کوئی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ سنن صالحین کو یکجا کیا اور اسوہ حسنہ کی شرح و تسہیلات جمع کی ہیں جو بدعت نہیں تقویت سنت ہے۔

مگر علامہ ابن جوزی کا یہ ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ زبان بھی ادیبانہ اور ذہنی ادبی لطائف کا افادہ
محض علماء و ادباء تک محدود تھا اور ان میں بھی ذی استعداد علماء ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ غیر عربی
داں طبقہ اس کتاب کی لطافتوں سے یکسر محروم تھا۔ اس لئے اس کتاب کا باوجود مفید عام ہونے کے عام
طبقوں میں کوئی چرچا نہیں تھا۔ میرے محترم بزرگ اور دوست مولانا **اشتیاق احمد** صاحب دیوبندی،
فاضل دیوبند و صدر شعبہ کتابت دارالعلوم دیوبند نے اس مشکل کو حل فرما دیا۔ مولانا ممدوح علمی استعداد کے
ساتھ لطافت ذوق، ذکاوت، استعداد اور ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ عرصہ دراز سے باوجودیکہ درس و تدریس
اور تعلیم و تعلم کا کوئی مشغلہ جاری نہیں لیکن اس طبعی ذکاوت و حفظ سے علمی استعداد محفوظ اور مسائل مستحضر
ہیں۔ ممدوح کی نگاہ اتفاقاً کتاب الاذکیاء پر پڑ گئی۔ ذکی کو ذکاوت ہی کی سوجھتی ہے اور ذکاوت اپنا راستہ
خود ہی ڈھونڈھ نکالتی ہے۔ آپ کی ذکاوت نے رہنمائی کی کہ کتاب الاذکیاء کی ذکاوتوں کو عربیت کی
حد بندیوں سے نکال کر ہندوستان کے منظر عام پر لایا جائے اور عربی لباس کی جگہ اردو کے مرصع لباس
میں اسے جلوہ گر کیا جائے تاکہ غیر عربی داں افراد بھی اس ذکاوت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں اور
اپنی اپنی غباوت کا معالجہ کر لیں۔ چنانچہ آپ نے کتاب الاذکیاء کا عام فہم سلیس با محاورہ اردو ترجمہ جس میں
اصل عبارت کی کڑی بدستور قائم ہے یاران نکتہ داں کے لئے پیش کیا ہے۔ اصل کتاب میں علامہ ابن
جوزی کی ذکاوت کی روح دوڑ رہی ہے اور ترجمہ میں اس روح کے تحفظ کے ساتھ مترجم کی ذکاوت کی روح
بھی کارفرما ہے۔ اس لئے ترجمہ دو ذکاوتوں کا مجموعہ بن کر دو روحوں کا پیکر بن گیا ہے۔ اس لئے مستفیدین
اگر بنظر غائر مطالعہ کریں گے تو دوہری ذکاوت سے بہرہ مند ہوں گے اور ان پر واضح ہوگا کہ یہ کوئی چٹپٹے قصہ
کہانیوں اور ہنسنے ہنسانے کے جلیبی قصوں کا کوئی گول گپا نہیں بلکہ ادبی، تاریخی، تہذیبی، علمی اور شعری
دلچسپیوں کا ایک خزانہ ہے جس میں بہت سی باتیں مزاح کی ہیں مگر دانائی اور زیرکی کے آثار پیدا کرتی
ہیں اور ان سے بشاشت آمیز سنجیدگی، طلاقت وجہ اور تبسم آمیز لہجہ میں علمی لطائف بولنے کی استعداد پیدا
ہوتی ہے۔

عرصہ دراز ہوا کہ میں نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اکثر سفر و حضر میں یہ کتاب ہمراہ
ساتھ رہتی تھی۔ کئی بار بطور اندیشہ خطرہ ہوا کہ کاش اس کا ترجمہ ہو جائے۔ الحمد للہ کہ آج ... کے بعد اس
خواب کی تعبیر ترجمہ کتاب الاذکیاء کی صورت میں سامنے آ رہی ہے اس لئے ترجمہ اور تکمیل ترجمہ کی دوہری

خوشی میسر آئی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ ثم للمترجم۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب لاذکیہ کے اس بامحاورہ اور اعلیٰ ترجمہ اور اس کے ضمن میں مترجم مدوح کے تاریخی فٹ نوٹس کو جو مستقلاً افادی شان رکھتے ہیں قبول فرمائے ان کا نفع عام ہو اور مترجم دام مجدہ کو اس علمی سحر تریزی پر دارین میں بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

محمد طیب غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۸/۴/۷۲ھ

مُقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ سید الاولین والآخرین
سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ اما بعد

مقتدام العلماء حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ "کتاب الاذکیاء" کے حوالہ سے بعض کتب میں سلف کے چند واقعات ذکاوت میری نظر سے گذرے جو نہایت دلچسپ اور اعلیٰ درجہ ذہانت کا نمونہ تھے تو مجھے اُس کے مطالعہ کا شوق ہُوا یہ کتاب الحمدللہ آسانی سے دستیاب ہو گئی۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ یہ فرضی اور اختراعی لطائف کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کا اکثر بلکہ تمام تر حصہ تاریخی واقعات اور احادیث سے مستنبط ہے اور جسقدر مقولات اور حکایات اس میں تحریر کی گئی ہیں۔ بے مقصد کہانیاں اور عامیانہ باتیں نہیں ہیں بلکہ بیش قیمت نکات علمی لطائف ہیں اور جسقدر بھی زریں مقولات اور دلچسپ قصص تحریر کئے گئے ہیں سب میں کتاب کے موضوع یعنی ذکاوت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور حسن ترتیب کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین و سلاطین اور اکابر سلف کی مجالس کے بہت سے دلچسپ سوالات اور برجستہ جوابات کو ایسے دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ گذشتہ بابرکت دور کا نقشہ اس طرح پیش نظر آجاتا ہے کہ گویا ہم خود اس مجلس کے شریک ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شگفتہ مزاجی کیساتھ باہمی تعلقات ہے جن کا مختلف مناسب مواقع میں ذکر کیا گیا ہے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کی زندگی کے تمام لمحات دنیا سے کنارہ کشی کے ساتھ زاہدانہ طور پر ہی بسر نہیں ہوتے تھے بلکہ انکی معاشرت باہمی طور پر نہایت سنجیدہ اور شگفتہ دلی کے ساتھ غایت اعتدال پر تھی۔ علمی و ادبی ذوق رکھنے والوں کے لئے شعر اور نثر، لطائف و ظرائف کی حاضر جوابیاں نثر میں بیشمار ہیں جو برجستہ اور بے ساختہ کہے گئے ہیں ان کا ذخیرہ اپنے رنگ میں منفرد ہے بہت سے نوادر نثر کے گلدستے جن سے خواص اہل علم و عوام سب ہی متمتع و لطف اندوز ہو سکتے ہیں حضرت مصنف قدس اللہ سرہ نے جس انداز سے ان کے پیش نظر اس کتاب کی تدوین کی ہے جسکو مختصر دیباچہ میں ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ تاریخی حیثیت سے نظر

کو ان عقلاء کے مرتبہ کا صحیح علم ہو جائے جنکا ذکر کسی واقعہ میں کیا گیا ہے اور یہ کہ مطالعہ کرنیوالوں کی عقل میں حدت استنباط نتائج کا ملکہ پیدا ہو جائے وغیرہ یقیناً اپنے موضوع میں مکمل ہونے کے ساتھ اس سے بہت زیادہ فوائد کی حامل ہے امید ہے کہ ہمارے طلبہ اور نوجوانوں کیلئے اسکا مطالعہ ایک بڑے شفیق مربی کی طویل صحبت کا فائدہ بخشے گا جو افسوس ہے کہ کمیاب ہوتی جا رہی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس سے ایسے اصحاب ہی مستفید ہو سکتے ہیں جو عربی سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اسکی افادیت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اسکا ترجمہ اردو زبان میں اس انداز کیساتھ ہو جائے کہ کلام کی روح اس نشأۃ ثانیہ میں آکر باقی رہے جس سے خواص کیساتھ عوام بھی پورے طور پر محظوظ ہو سکیں تو اسکی افادیت عام ہو سکتی ہے۔ توکلاً علی اللہ حسب ذیل التزامات کے ساتھ ترجمہ شروع کر دیا گیا۔

(۱) حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر حکایات کیساتھ بطرز محدثین سلسلۂ روایت بھی تحریر کیا ہے میں نے اسکا ترجمہ کرنیکی ضرورت نہیں سمجھی۔ اول یا آخر کے کسی ممتاز راوی کے ذکر پر اکتفا کر لیا۔

(۲) ترجمہ کے بامحاورہ ہونے کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ کلام کا مطلب سمجھنے میں عام استعداد کے ناظرین کو الجھن نہ پیش آئے اور عربی الفاظ کے ترجمہ سے مطابقت بھی قائم رہے۔

(۳) بعض لطائف ایسے ہیں جنکا تعلق الفاظ کی خصوصیت سے ہے ایسے مواقع پر صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ وہ الفاظ یا عبارت لکھ کر قوسین کے درمیان یا بالمقابل دوسرے کالم میں ترجمہ لکھ دیا گیا۔

(۴) اشعار میں بھی صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اصل شعر لکھ کر نیچے اسکا بامحاورہ ترجمہ کر دیا گیا تاکہ عربی قابلیت رکھنے والے اصحاب لطف کلام سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

(۵) کسی ترجمہ کو بامحاورہ یا کسی مضمون کو واضح کرنے کیلئے اگر کوئی اضافہ ضروری سمجھا گیا تو اسکو قوسین سے ممتاز کر دیا گیا۔

(۶) اگر اصل میں اتنا اختصار دیکھا گیا کہ جو مطلب سمجھنے میں مخل ہو تو اس کی بقدر ضرورت وضاحت کر دی گئی۔

(۷) جو بات کسی تاریخی واقعہ سے متعلق ہے تو اس واقعہ کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ ناظرین کی

بصیرت اور علم میں اضافہ ہو۔

(۸) جس حکایت میں ذکاوت کا پہلو روشن نہیں تھا وہاں قوسین کے درمیان اسکی طرف اشارہ کردیا گیا۔

(۹) جملہ حکایاتِ کتاب پر شمار کے نمبر لگادیئے گئے اور اگر کوئی مناسب مقام حکایت کسی دوسری کتاب سے اخذ کرکے فٹ نوٹ میں لکھی گئی تو اس پر نمبر نہیں لگایا گیا۔

(۱۰) اگر کوئی حکایت کسی مستند کتاب میں اس سے مختلف صورت میں ذکر کی گئی تو اس کو بھی فٹ نوٹ میں تحریر کردیا گیا۔

ترجمۃ المؤلف

اس کتاب کے مؤلف امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی کے جلیل القدر علمائے اسلام میں سے ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن علی ہے جمال الدین خطاب اور ابوالفرج کنیت ہے سآپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق تک بواسطہ محمد بن ابی بکر پہنچتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب اور بہت سے علوم حدیث وتفسیر وفقہ وادب و تاریخ وغیرہ میں بے مثال تھے۔ بغداد میں ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مجالس وعظ اس قدر مؤثر ہوتی تھیں جن کی نظیر دنیا میں نہ تھی جس سے ہزاروں آدمی نصیحت حاصل کر کے گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور ہزاروں مشرک اسلام قبول کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات مختلف علوم میں تین سو چالیس سے زیادہ ہیں اور ان میں سے بعض تو اس قدر مبسوط ہیں کہ بیس جلد تک پہنچ گئیں کل مجلدات کی تعداد دو ہزار ہے۔ آپ نے آخر عمر میں منبر پر اس کا اظہار کیا ہے کہ "میں نے ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں اور میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار یہودیوں اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا ہے" منقول ہے کہ جن قلموں سے آپ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے ان کے تراشے محفوظ رکھتے تھے تو ان کا ایک انبار لگ گیا۔ آپ نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد جب غسل دیا جائے تو اسی سے پانی گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پھر بھی اس کا ایک حصہ باقی بچ گیا آپ کی وفات بغداد میں ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ (ماخوذ از ترجمۃ المؤلف تلقیح)

المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی۔ یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ھ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو فہم کا محل بننے کی صلاحیت بخشی اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا اور ہم کو قوت گویائی سے مزین کیا اور پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ سے صفائے فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہو جانے سے اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا جو دوسری اُمتوں سے زیادہ عقلمند ہے اور آپ کے تمام پیروکار اور آپ کے اتباع کے واضح راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجے۔ امابعد عقل سب سے بڑی بخشش ہے کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کئے جاتے ہیں اور چونکہ نعمت عقل کے سلسلہ میں عقلاء کے درجات میں باہم تفاوت ہے اور تجربوں اور علم کی پختہ کاری کی تحصیل کے اعتبار سے باہم اختلاف ہے تو میں نے چاہا کہ ایک کتاب میں ایسے اہل ذکاوت کی باتیں جمع کی جائیں جنکی عقلی قوت طاقتور ہو اور ذکاوت کی وجہ ان کی عقلوں کی جوہریت کے روشن ہو۔ اس سے تین غرضیں ہیں اول یہ کہ جنکے واقعات تحریر کئے جائینگے ان کی ذکاوت کا مرتبہ پہچانا جاسکے۔ دوم یہ کہ سامعین میں اگر اس مقام پر پہنچنے کی استعداد ہے ہے تو ایسے حالات کے علم سے ان کی عقل میں بھی نکتہ آفرینی پیدا ہوسکیگی اور یہ ثابت امر ہے کہ ذی عقل سے ملنا اور صحبت میں بیٹھنا سمجھدار کے لیے مفید ہوتا ہے اور احوال کا سننا بھی صحبت کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسا کہ رضی کا مقولہ ہے۔

فاتنی ان ادی الدیار بطرفی	یہ تو میری قسمت میں نہیں کہ میں ان شہروں کو چشم خود دیکھ لوں مگر
فلعلی اعی الدیار بسمعی	یہ امید ہے کہ اخبار مسموعہ کے ذریعہ سے انکا تصور اپنے ذہن میں جمالوں

یحیٰی بن اکثم کہتے ہیں کہ مامون الرشید کا مقولہ ہے جو ابراہیم سے ہم نے یہ کہتے سُنا کہ لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے۔ سوم یہ کہ ایسے شخص کی تادیب بھی ہوسکیگی جو خودرائی کے پندار میں مبتلا ہوگا جبکہ اس کے سامنے ایسی چیزیں آئینگی جن تک رسائی اس کے ذہن کے لئے دشوار ہوگی اور اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

باب ۱: فضیلت عقل کے بیان میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے ملے اور سوال کیا کہ اے ام المومنین ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے (یعنی نوافل کم پڑھتا ہے) دوسرا شخص قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے' ان دونوں میں سے آپؓ کس کو پسند کریں گی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا آپؐ نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارہ میں ہے' آپؐ نے فرمایا اے عائشہ دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا۔ جو زیادہ عقلمند ہے (عقل معاد مراد ہے) وہ دنیا آخرت میں کم عقل سے فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شے جس کو اللہ نے پیدا کیا قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے پھر حکم کیا کہ لکھ' قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں۔ فرمایا کہ لکھ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دونگا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ' تو وہ پیچھے ہٹی' پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ تو آگے بڑھی تو فرمایا میری عزت کی قسم میں نے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی تیرے ہی اعتبار سے ہم عطا کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مواخذہ کریں گے۔

وہبؓ بن منبہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مومن سے زیادہ شاق نہیں حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر لیتا ہے چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور ان کی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے اور جس طرف لیجانا چاہتا ہے وہ اس کی فرمانبرداری

کرتے ہیں اور عقلمند مومن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے یہاں تک اپنے مطلب کی کوئی شے اس سے حاصل نہیں کر سکتا۔

وہب کا قول ہے کہ شیطان کے لیے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ہلا دینا چٹان چٹان اور پتھر پتھر جدا کرکے آسان ہے۔ صاحب عقل مومن کے لئے مقابلہ سے۔ کیونکہ مومن جب صاحب عقل و صاحب بصیرت ہوگا تو وہ شیطان پر پہاڑ سے زیادہ بھاری اور لوہے سے زیادہ سخت ہوگا اور وہ ہر حیلہ سے اسکو اسکے مقام سے ہٹانے کی کوشش کریگا مگر نہ ہٹا سکیگا اور وہ افسوس کرتا ہوا اعتراف کریگا کہ میرا اسکو گمراہ کرنے پر بس نہ چلا اور پھر وہ جاہل کی طرف مڑ جائیگا۔ اور اسکو پکڑ کے اسکی گردن پر سوار ہو کر ایسے رسوائی کے مقامات میں پھینک ماریگا جو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں برباد کر دیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر وہ کوڑوں کی اور پتھروں کی سزا میں گرفتار ہوں۔ اس کا منہ کالا کیا جائے اور ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور سولی دیا جائے اور دو آدمی ایک ہی قسم کے نیک عمل کرنے میں بظاہر بالکل برابر ہوتے ہیں مگر جب ان میں کا ایک دوسرے کی نسبت زیادہ عقلمند ہوتا ہے تو ان دونوں اعمال کے درجات میں مشرق و مغرب کا بلکہ اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے اچھے ہوتے ہیں اور شیطان صاحب عقل سے بھاگتا ہے اور اسکی طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔

مطرف فرماتے ہیں کہ بندے کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی

حضرت معاویہ بن قرہ فرماتے ہیں کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں مگر اجر میں سب برابر نہیں ہیں، بلکہ قیامت کے دن ان کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا جائیگا۔

ابو زکریا کا قول ہے کہ جنت میں ہر مومن اپنی عقل کے مطابق لذت حاصل کرے گا۔

باب ۲ عقل کی ماہیت اور اس کے محل کے بیان میں

حضرت امام احمد بن حنبل کا مقولہ ہے کہ عقل انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو کسی ثبت

کیساتھ گڑی ہوئی شے ہے۔ اور یہی تعریف محاسبیؒ سے منقول ہے۔ محاسبی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ عقل ایک نور ہے اور دوسروں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل ایک قوت ہے جسکے ذریعہ سے معلومات کی حقیقتوں کو جُدا جُدا کیا جاتا ہے اور بعضوں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل علوم ضروریہ کی ایک نوع ہے اور وہ ایسا علم ہے جس سے جائز اُمور کا جواز اور محالات کا محال ہونا منکشف ہو جائے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ عقل ایک جوہر بسیط ہے۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ عقل ایک شفاف جسم ہے۔ اور ایک اعرابی سے عقل کے بارہ میں سوال کیا گیا اُس نے جواب دیا کہ تجربات کا نچوڑ ہے جو بطور غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

اور سمجھ لو کہ اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس اسم یعنی عقل کا اطلاق مشترک طور پر چار معنی پر ہوتا ہے اول وہ وصف جس کے ذریعہ سے انسان دیگر بہائم سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اور یہ وہ وصف ہے جس سے انسان میں علوم نظریہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوئی اور قوتِ فکر یہ کے مخفی نقشے کے مطابق صنعتوں کی تیاری و تدابیر کی اس میں صلاحیت ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کو ایک گڑی ہوئی چیز (غریزہ) کہا ہے اُنکی یہی مراد ہے اور گویا وہ نور ہے جو انسان کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے اشیا کے ادراک کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا اس علم پر اطلاق ہوتا ہے جو طبیعت انسانی میں رکھا گیا ہے جس سے جائز شے کا جواز اور محال کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا اطلاق اس علم پر بھی آتا ہے جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کو بھی عقل کہہ دیا جاتا ہے۔ چوتھا اطلاق اس قوت کے منتہیٰ پر بھی آتا ہے جسکو گڑی ہوئی چیز کہا گیا تھا اور وہ منتہیٰ یعنی آخری حد یہ ہے کہ وہ قوت اُن خواہشوں کو فنا کر ڈالے جو اس کو (انجام سے لاپروا کر کے) جلد پیدا ہونے والی لذت کی طرف دعوت دیتی ہیں اور لوگ ان حالات میں مختلف درجات پر ہیں بجز قسم ثانی کے کہ وہ ایک علم ضروری ہے اور ہم نے اسکی شرح اور عقل کے فضائل پورے طور پر اپنی کتاب منہاج القاصدین میں تحریر کر دیئے ہیں۔ یہاں جسقدر اشارہ کر دیا گیا وہ کافی ہے۔

فصل اس اسم یعنی عقل کے مشتق ہونے کے بارہ میں ثعلب کا قول ہے کہ اس کے اصلی معنی امتناع (روکنا) میں کہا جاتا ہے عَقَلْتُ النَّاقَۃَ جب ہم نے ناقہ کو چلنے سے روک دیا ہو اور عَقَلَ بَطْنُ الرَّجُلِ جب سہال بند ہو جائیں۔

فصل عقل کے مقام کے بارہ میں امام احمد سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ

کا قول ہے اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے، امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں فتکون لہ قلوب یعقلون بہا اور اس آیت سے بھی لمن کان لہ قلب یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لئے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

باب ۳ "ذہن" اور "فہم" اور "ذکائ" کے معنے

ذہن کی تعریف: یہ ہے کہ ذہن ایک قوت ہے نفس میں جو رائیوں کے حاصل کرنے کیلئے مستعد اور تیار ہوتی ہے اور اس قوت کی تیاری کیساتھ جبکہ جیّد اور اعلیٰ کا مفہوم شامل کردیا جائے گا تو فہم کی تعریف ہوجائیگی۔ اور اسی قوت کے ساتھ حدس کی جودت یعنی اعلیٰ درجہ کا مفہوم شامل کیا جائے کہ قلیل وقت میں بغیر دیر لگائے کام کرے تو یہ ذکا کی تعریف ہوجائیگی (حدس کے معنی ہیں ذہن کا اصل مفہوم کیطرف اور نتیجہ حاصل کرنے کیلئے سرعت کے ساتھ منتقل ہونا) تو ذکی یعنی ذکا کسی قول کو سنتے ہی اسکی مراد جان لیتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہی تعریف فہم کی کی ہے انکا قول ہے کہ تعریف فہم کی یہ ہے کہ کسی قول کو سنتے ہی اسکے معنی کا علم ہوجانا فہم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذکاء کی تعریف ہے سرعت فہم اور اسکی باریک بینی اور بلادت اسکے جمود کو کہتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ ذکاء کے معنی لغت میں کسی شے کے تمام ہونیکے ہیں۔ جب عمر اپنے کمال پر پہنچ جائے تو الذکاء فی السن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب فہم اپنے کمال پر پہنچ جائیگی تو اسکو الذکاء فی الفہم کہا جائیگا۔ تو ذکاء کا مفہوم، ہوگا کہ وہ ایسی فہم ہے جو کامل، ور اصل مراد کو سرعت کیساتھ قبول کرنیوالی ہو اور بولتے ہیں ذکیت لنا رجب ہم آگ کو پورے طور سلگا ئیں۔ ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ یہ قول فلانٌ ذکیٌ جس کے معنی کامل سمجھ اور تام الفہم کے لیتے ہیں ماخوذ ہے عرب کے اس مقولہ سے کہ قد ذکت النار کہ جب کہ آگ سلگنے کا عمل تمام ہوجائے اور کہا جاتا ہے ذکیتہا جبکہ ہم پورے طور پر سلگانا ختم کرلیں اور کہا جاتا ہے مسکٌ ذکیٌ جب مشک کی خوشبو پوری اور اپنی قوت نفاذ میں کامل ہو جمیل کا قول ہے ؎

صادت فؤادی بعینہا ومبتسم	محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کرلیا۔ اور بجائے تبسم یعنی
کانہ حین یبدو لنا برد	لبوں سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو گویا وہ اولا ہے۔ اور ایسا
عذب کان ذکی المسک خالطہ	میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور زنجبیل و بارش کا پانی اور

وانزعجبین ثما المزن الشھل شہد اس میں ملے ہوئے ہیں

اور کہا جاتا ہے قد ذکیتُ الشاۃ جب بکری کے ذبح سے ہم فارغ ہو جائیں ور اسکی ضروری حد تمام کر چکیں کسی شاعر نے کہا ہے :۔

نعم ھو ذکھا وانت اضعتہا	ہاں اس نے تو اس بکری کے ذبح سے فراغت پائی مگر تو نے اسے ضائع کیا اور تجھے
والھاک عنہا خرقۃ وقطیم	اس سے خرقہ اور قطیم نے غافل کر دیا۔

اور عرب کا محاورہ ہے جری لمذکیات غلاب گھوڑوں نے غلبہ کے ساتھ یعنی شاندار طریقہ پر چلنا شروع کیا) یعنی پورے عمر کے گھوڑوں نے جو طاقت و غلبہ میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے چلنا شروع کیا اس محاورہ کی بنا یہ ہے کہ گھوڑوں میں جو مذکیہ ہیں یعنی وہ جنکی قوت اور شباب مکمل ہو جائے ان پر بوجھ سخت زمین پر کھڑا کر کے رکھا جاتا ہے کیونکہ انکی قوت اور انکے اعضائی سختی قابل اعتماد ہوتی ہے اور وہ نو عمر اونٹ اور چھوٹے گھوڑوں کیطرح نہیں ہوتے جن کیلئے ان کے کمزور اور چھوٹے ہونیکی وجہ سے نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں پورے گھوڑوں جیسا جماؤ نہیں ہوتا اور بعض لوگ اسطرح بولتے ہیں جری لمذکیات غلاء اور غلاء جمع غلوۃ کی ہے۔ غلوۃ اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو ایک تیر زیادہ سے زیادہ طے کر سکتا ہے ذکاء کے معنی سمجھ کی پختگی ہیں اسکی مثال میں کسی شاعر کا شعر ہے :۔

سھم الفواد ذکاؤہ ما مثلہ	دل کا تیر اس کی ذکاوت ہے کہ پختہ ارادہ کے وقت مخلوق میں کسی کی ذہانت
عند العزیمۃ فی الانام ذکا	اس کی ذکاوت کے مثل نہیں ہے۔

اور زہیر کا ایک یہ شعر ہے جس میں ذکاء کو پوری عمر کے معنے میں استعمال کیا ہے۔

ویفضلھا اذا اجتھدت علیہ   تمام لسن منہ والذکاء

(ترجمہ جب کبھی وہ اسکا مقابلہ کرتی ہے تو نر کو اسکی عمر کی پختگی و کمال ان مادہ پر غالب کر دیتی ہے۔

اور لفظ ذکاء جو ان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے مد کیساتھ ہے اور ذکا بمعنی آگ کو پورے طور پر بھڑکنا الف سے بغیر مد تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

وتقوم فی القلب اضطراما کانہ   ذکا النار ترفیہ الریاح النوافح

(ترجمہ اور محبوبہ دل میں ایسی آگ بھڑکاتی ہے گویا کہ وہ پوری بھڑکی ہوئی آگ ہے جسکو تیز ہوائیں بھڑکنے میں مدد پہنچاتی ہیں

اور کہا جاتا ہے مسکٌ ذکیٌ اور مسکٌ ذکیۃٌ جسکے نزدیک مسک مذکر ہے وہ مذکر کا اور جس کے

نزدیک مؤنث ہے وہ مؤنث کے صیغہ کیساتھ استعمال کرتا ہے انکا کہنا ہے کہ تانیث باعتبار رائحہ ہے۔ فراء سے یہ شعر مروی ہے۔

لقد عاجلتني بالسباب وثوبها جديد ومن اثوابها المسك تنفح	اس نے مجھے گالیاں دینے میں جلدی کی حالانکہ اس کے کپڑے نئے تھے اور ان میں سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔

یہاں مسک بول کر رائحۃ المسک مراد لیا گیا ہے۔

ابو غفان مہزمی کا قول ہے کہ مسک و عنبر دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں مذکر بھی اور مؤنث بھی۔

باب ۴ ان علامات کا بیان جن سے کسی عاقل اور ذکی کی عقل اور ذکا پہچانی جاسکتی ہے:۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ علامات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو باعتبار صورت کے ہیں دوسری وہ جو معنوی ہیں اور احوال و افعال سے متعلق ہیں۔

پہلی قسم کا بیان | حکماء کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ چوڑی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی اور اس میں تیزی ہو وہ مکار حیلہ باز ہوتا ہے اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب سیاہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو اور اس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا اور جس کا چہرہ گنتا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا۔ اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کی زیادتی ہوتی ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

(۲) عجلان کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے کہا کہ میرے پاس کسی عقلمند آدمی کو لاؤ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کس شخص کو بلانا ہے انہوں نے جواب دیا کہ عقلمند آدمی جب اسکا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا تو میں تلاش میں نکلا ہی تھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا جو وجیہ اور دراز قد فصیح اللسان تھا میں نے اسکو چن لیا اور زیاد سے ملا۔ زیاد نے کہا کہ اے شخص ہم آپ سے مشورہ لینا چاہتے ہیں ایک معاملہ میں۔ کیا آپ تیار ہیں اس نے جواب دیا کہ میں پیشاب کو روکے ہوئے ہوں اور ایسے شخص کی رائے ناقابل اعتماد ہے زیاد نے مجھ سے کہا کہ اے عجلان اس کو بیت الخلاء لیجاؤ۔ (میں نے پہنچا دیا) جب وہ نکلا تو اس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور بھوکے کی رائے ناقابل اعتبار ہے زیاد نے کہا اے عجلان اس کو کھانا دو تو

کھانا لایا گیا پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کہا اب پوچھیے آپ کو جس امر کی ضرورت ہو تو اُن سے جو سوال بھی کیا گیا اُن کے پاس اس کا مناسب جواب موجود تھا۔

یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون ؒ سے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص میں تم پانچ صفات پاؤ اس کے لئے سعادت کی اُمید رکھو خواہ اس کی موت سے دو گھڑی قبل ہی اس کو نصیب ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں تو فرمایا کہ استوارِ خلق (یعنی اعضا کا متناسب اور مزاج معتدل ہونا) اور روح یعنی خون کا ہلکا ہونا، اور عقلِ رسا اور صاف توحید (جو شائبہ شرک جلی و خفی سے پاک ہو) اور پاکیزہ طبیعت۔

دوسری قسم کا بیان یعنی کسی عاقل کی عقل پر اقوال اور احوال کے ذریعہ سے استدلال کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کی عقل پر اس کی مناسب موقع خاموشی اور سکون اور نیچی نظر اور برمحل حرکات سے استدلال کیا جا سکتا ہے نیز انجام بینی سے اور دنیاوی خواہشیں جب کہ ان میں آخرت کا ضرر ہو اس کو پھسلا نہیں سکتیں اور عقلمند اپنے فیصلہ میں خواہ کھانے پینے کے بارہ میں ہو اور کسی قول و فعل میں اسی امر کو اختیار کرے گا جو انجام کے اعتبار سے اعلیٰ اور بہتر ہوگا اور جس چیز میں نقصان کا اندیشہ ہوگا اس کو ترک کر دیگا اور اسی کام کی تیاری کریگا جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ) کیا میں عاقل کی علامتیں بتاؤں وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کیساتھ تواضع سے پیش آئے چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے۔ لوگوں کیساتھ معاشرت میں اُن کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے، اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقلمند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا لیتا پھرتا ہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی جبتک اسمیں دس صفات نہ پیدا ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت و غرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقاء حیات پر اکتفا کرے اور زائد کو خرچ کر دے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سربلندی پر ترجیح دے سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لئے تحکم اور بدمزاجی اختیار کرے دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنیوالی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپکو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے سے اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہشمند ہو کہ

اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ (انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے ہم کو کیا خبر) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں تو جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہو گئی۔ مکحول سے حضرت لقمان کا یہ قول مروی ہے جو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ انسان کے شرف اور سرداری کی بنا حسن عقل پر ہے جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہو گئی وہ اس کے تمام گناہوں کو ڈھک لے گی اور اس کی تمام برائیوں کی اصلاح کر دیگی اور اس کو رضائے مولیٰ حاصل ہو جائے گی بلہب بن ابی صفرہ کا قول ہے کہ بڑائی کی بات یہ ہے کہ کسی بڑے شخص میں عقل زبان سے بڑھی ہوئی ہو یہ نہیں کہ زبان عقل سے بڑھی ہوئی ہو۔

باب ۵ انبیاء متقدمین کی ذہانت کے واقعات

سب کو معلوم ہے کہ انبیاء کی ذہانت سب ذہین لوگوں سے اونچے درجہ کی ہوتی ہے مگر ہم نے بہتر سمجھا کہ اس باب میں اپنی کتاب کو ان کے کچھ احوال سے خالی نہ چھوڑیں۔

(۲) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت منقول ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ جب حضرت سارہ نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ (ہاجرہ) سے حضرت ابراہیم محبت کرنے لگے تو ان کے دل میں شدید غیرت پیدا ہوئی یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ وہ ہاجرہ کے اعضا میں سے کوئی عضو ضرور کاٹ دیں گی۔ جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہ کو پہنچی تو انہوں نے زرہ پہننا شروع کر دی جس کے دامن طویل رکھے اور یہ دنیا کی پہلی عورت ہیں جس نے دامن لمبا بنایا اور ایسا اسلئے کیا تھا کہ چلتے ہوئے دامن کی رگڑ سے قدموں کے نشانات زمین پر باقی نہ رہیں کہ سارہ اُن کے آنے جانیکو نہ پہچان سکیں۔

ابراہیمؑ نے سارہ سے فرمایا کہ کیا تم یہ خبر حاصل کر سکتی ہو کہ اللہ کے فیصلے پر اپنے کو راضی کر لو اور ہاجرہ کا خیال چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اب اس سے عہدہ برآ ہونا کیسے ممکن ہوگا آپ نے اس کی یہ ترکیب بتائی کہ تم ہاجرہ کے پوشیدہ جسم کے اوپر کا حصہ گوشت (کا جو ایک مستقل عضو ہے) کاٹ دو (اس کا کاٹ دینا عورتوں کے لئے اچھا بھی ہے اور) عورتوں میں یہ ایک سنت جاری ہو جائے گی اور تمہاری قسم بھی پوری ہو جائیگی تو وہ اس پر رضامند ہو گئیں اور اس کو کاٹ دیا اور یہ طریقہ عورتوں میں جاری ہو گیا (اس طرح عورتوں کی ختنہ کا رواج عرب میں تھا۔ اسلام نے اس کو ضروری نہیں فرمایا جس طرح مردوں کی ختنہ ضروری ہے)

(۴) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت اسمٰعیل جوان ہوگئے تو آپ نے قوم جرہم کی ایک عورت سے نکاح کرلیا جب ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل سے ملنے کیلئے شام سے آئے تو اسمٰعیل کو نہ پایا تو آپ نے انکی بیوی سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ وہ معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں پھر اس سے معاشی حالات دریافت کئے تو اس نے کہا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی سے گذارا کرتے ہیں اور شکائتیں کرنا شروع کردیں، آپ نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آجائے تو اس سے ہمارا سلام کہدینا اور یہ کہ اپنے گھر کے دروازہ کی دہلی بدلدے جب حضرت اسمٰعیل واپس آئے تو انہوں نے سب پیغام پہنچادیا آپ نے فرمایا کہ وہ میرے والد (حضرت ابراہیم) تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے سے علیحدہ کردوں اب تو اپنے متعلقین کے پاس چلی جا مؤلف کا قول ہے کہ یہ حدیث حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اصلی ذہانت پر بھی دلالت کررہی ہے۔

(۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور ہر ایک کی گود میں بچہ تھا ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا اب دوسرے بچہ پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کردیا ہر ایک اس کو اپنا کہتی تھی اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا آپ نے دونوں میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کردیا کہ بچہ پر اسی کا قبضہ تھا اور ثبوت کوئی بھی پیش نہ کرسکی تھی واپسی میں ان عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے سے ہوا۔ آپ نے ان سے حال دریافت کیا تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے یہ سنکر حکم دیا کہ چاقو لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کرکے دونوں پر تقسیم کردوں کہ چھوٹی نے آمادگی دیکھ کر پوچھا کہ کیا واقعی آپ اسے کاٹ ڈالینگے آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ نہ کاٹئے میں اپنا حصہ اسی کو دیئے دیتی ہوں، یہ سنکر آپ نے فیصلہ کردیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور اس کو دیدیا۔ اس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

(۶) عبداللہ بن عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک سرکش جن کو پکڑوا کر بلایا جب وہ آپ کے دروازہ پر پہنچا تو اس نے یہ حرکت کی کہ ایک سوکھی لکڑی لیکر اپنے ہاتھ کے برابر ناپ کر دیوار پر سے پھینکدی جو حضرت سلیمان کے سامنے آکر گری۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ کو اطلاع دی گئی کہ اس جن نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے حاضرین دربار سے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ

اس سے اس کی کیا غرض ہے تو سب نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے یہ اشارہ کیا ہے۔ کہ اب تو جو چاہے کر جیسا کہ یہ لکڑی ہری بھری زمین سے نکلی تھی پھر سوکھ کر بے جان ہو گئی ایک ایسا وقت آئے گا کہ تو بھی میرے سامنے ایسا ہی ہو جائے گا۔

(۷) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت سلیمانؑ اپنے جلوس میں چلے آرہے تھے۔ انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو یا لادین کے لفظ سے پکار رہی تھی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان ٹھہر گئے اور کہا کہ اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب؟) اس عورت کو بلایا اور پوچھا اس نے کہا کہ میرا شوہر ایک (تجارتی) سفر میں گیا تھا اور اس کے ہمراہ اس کا ایک ساجھی تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ مر گیا اور اس نے وصیت کی تھی کہ اگر میری بیوی کے لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام لادین رکھوں۔ یہ سن کر آپ نے اس شخص کو پکڑوا بلایا اور تحقیق کی۔ اس نے اعتراف کر لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا تو (اس کے قصاص میں) حضرت سلیمانؑ نے اسے قتل کرا دیا۔

(۸) محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میری بطخ چرا لیتے ہیں پھر آپ نے نماز کے لیے اعلان کرایا (سب لوگ حاضر ہو گئے) پھر آپ نے خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔ تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔ یہ سن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ پکڑ لو اس کو یہی وہ چور ہے۔

(۹) حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں منقول ہے کہ شیطان نے آپ سے مل کر کہا کہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ تم کو وہی پیش آتا ہے جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ اس نے کہا۔ اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ اگر خدا نے تیرے لئے سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر تو سلامت ہی رہیگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے۔ بندے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

باب ۲ پچھلی امتوں کی دانشمندی کی باتیں

(۱۰) حضرت لقمانؑ کی نسبت منقول ہے۔ مکحول فرماتے ہیں کہ لقمان حکیم نوبی قوم کے ایک سیاہ رنگ غلام تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانش سے نوازا تھا۔ یہ بنی اسرائیل

یں کے ایک شخص کے غلام تھے جس نے ان کو ساڑھے تیس مثقال کے عوض خریدا تھا۔ یہ اس کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ یہ شخص چوسر کھیلتا تھا اور اس پہ بازی لگایا کرتا تھا اور اس کے دروازہ کے قریب ایک نہر جاری تھی۔

ایک دن اس شرط پہ چوسر کھیلی گئی کہ جو ہار جائے گا اس کو اس نہر کا سارا پانی پینا پڑیگا۔ یا اس کا فدیہ ادا کرے گا۔ مکحول کہتے ہیں کہ لقمان کا آقا ہار گیا۔ اب جیتنے والے نے مطالبہ کیا کہ یا تو سارا پانی پئے یا اپنا فدیہ ادا کرے۔ اس نے پوچھا کہ کیا فدیہ ہے۔ اُس نے کہا کہ تیری دونوں آنکھیں جن کو میں پھوڑ دوں گا۔ یا جو کچھ بھی تیری ملک ہے وہ سب فدیہ ہوگا۔ لقمان کے آقا نے کہا کہ مجھے آج کے دن کی مہلت دو اس نے منظور کر لیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت غمگین اور آزردہ تھا کہ لقمان لکڑیوں کا گٹھہ پشت پر اُٹھائے ہوئے آپہنچے اور آقا کو سلام کیا۔ پھر گٹھہ کو رکھا اور اُس کے پاس آئے اور اس کی عادت تھی کہ وہ جب حضرت لقمان کو دیکھتا تھا تو اُن سے دل لگی کیا کرتا تھا اور ان سے کلمات حکمت سنتا اور تعجب کیا کرتا تھا انہوں نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا کہ کیا بات ہے میں تم کو آزردہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں تو اس نے ان سے اعراض کیا پھر دوبارہ سوال کیا تو پھر بھی اس نے جواب سے گریز کیا۔ پھر انہوں نے تیسری مرتبہ پوچھا۔ اس دفعہ بھی وہ خاموش ہی رہا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا آپ مجھے بتائیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں آپکی مشکل کو حل کر دوں۔ اب اس نے پورا قصہ سنادیا۔ لقمان نے کہا کہ غم نہ کیجئے میرے پاس اس کا حل موجود ہے اس نے کہا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ تمہارے پاس آکر نہر کا پانی پینے کا سوال کرے تو تم اس سے یہ پوچھنا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا نہر کی لمبائی کا۔ تو وہ تم سے یقیناً کہیگا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ تو تم اس سے کہنا کہ میں پانی پینے پر آمادہ ہوں، تو لمبائی سے پانی بہنے کو روکے رکھ۔ جبتک میں دونوں کناروں کے درمیان کا پانی نہ پی لوں۔ اور یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ پانی روکے رکھے۔ اب آپ اس عہد سے نکل جائیں گے۔ آقا نے اچھی طرح سمجھ کر تصدیق کی اور خوش ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میری شرط پوری کرو۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ بتاؤ کہ دونوں کناروں کے درمیان کا پانی پیوں یا لمبائی کا۔ اُس نے کہا کہ دونوں کناروں کے درمیان کا۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا لمبائی کے پانی کو روک لو۔ اُس نے کہا یہ تو ناممکن ہے (اس طرح عدم الیفاء کی ذمہ داری اس پر جا پڑی) اور یہ

غالب آگیا۔ مکحول کہتے ہیں کہ اُس نے لقمان کو آزاد کر دیا۔

(۱۱) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹا جب تم کسی شخص سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلا دو اگر اس نے بحالتِ غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنا لو۔ ورنہ اس سے بچو۔

(۱۲) اور اسی درجہ کا وہ واقعہ ہے جو عبداللہ بن عامر ازدی کا ہے کہ انہوں نے سیل عرم کی تباہی سے بچنے کے لئے کیا حیلہ تجویز کیا حضرت عبداللہ بن عباس آیت لقد کان لسبا فی مسکنھم ایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کے باغات گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیا کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا (اور کفر و بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیل عرم (یعنی اس بند کی رَو جو پہاڑوں کا پانی روکنے کیلئے بنایا گیا تھا) کو بھیج دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ اس سنگین بند پر (جو انہوں نے پانی کے بہت بڑے ذخیرہ کو روکنے کیلئے بنایا تھا) اس مقام کے جس کو قوم نے اپنا پانی لینے کا مقام بنا رکھا تھا دُسری جانب بڑے بڑے چوہے مسلط کر دیئے گئے جن کے پنجے اور دانت لوہے کے تھے (چونکہ وہ ایسی جانب کا واقعہ تھا جس پر تمام نظریں نہیں پڑتی تھیں (اس لئے اس سے لوگ بےخبر تھے) سب سے پہلے اس کیفیت سے عبداللہ بن عامر ازدی باخبر ہوئے (انصارِ مدینہ ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کی تھی اور اپنی اولاد کو آپ کی خدمت و نصرت کی وصیت کی تھی۔ از مترجم) انہوں نے بند پر جا کر دیکھا کہ چوہے اپنے آہنی پنجوں سے زمین کھود رہے اور اپنے آہنی دانتوں سے پتھروں کو کاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے متعلقین کے پاس جا کر اپنی بیوی کو خبر دی اور یہ حال دکھایا اور بیٹوں کو بلا کر سب کو دکھایا اور کہا کہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تم نے دیکھ لیا۔ اب اس تباہی سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے جو حیلے کئے گئے نہیں چل سکے۔ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس نے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ایک حیلہ یہ کیا گیا کہ بلیوں کو لا کر چھوڑا گیا (کہ وہ چوہوں کو کھانا شروع کریں تاکہ یہ فنا ہوں اور بھاگ جائیں) مگر حال یہ ہوا کہ چوہے بلیوں کی پرواہ بھی نہ کرتے تھے اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے بلیوں نے جب ان کو دیکھا ڈر کر بھاگ نکلیں تو عبداللہ نے بیٹوں سے کہا کہ اب اپنی جانوں کو بچانے کیلئے کوئی حیلہ سوچ لو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیے کہ ہم کیا حیلہ اختیار کریں

عبداللہ نے کہا کہ میں ایک حیلہ نکالتا ہوں انہوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو بلا کر سب کو سمجھایا کہ جب میں آج بیٹھک میں بیٹھوں وہاں روزانہ اکابر قوم ان کے پاس آکر جمع ہوا کرتے تھے (اور یہ سب سے بڑے اور معزز رئیس قوم تھے کہ ان سے دوسرے لوگ حسد بھی کرتے تھے) اور یہ سب لوگ آچکیں تو میں اس تم سب سے چھوٹے کو کوئی حکم دونگا اسکو چاہیے کہ اس کی پرواہ نہ کرے پھر میں اس کو سخت وسست کہونگا تو اس کو چاہیئے کہ میرے مقابلہ پر آجائے اور چاہیئے کہ میرے منھ پر طمانچہ مارے۔ اور تم لوگ اس پر بالکل غصہ مت کرنا جب بیٹھنے والے دیکھیں گے کہ تم لوگ اپنے بھائی پر نہیں بگڑے تو ان میں سے کسی کو یہ ہمت نہ ہوگی کہ وہ اس پر بگڑے بس موقع پر میں ایسی قسم کھاؤں گا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہوسکتا کہ میں ایسی قوم میں ہرگز نہ رہوں گا جس کا یہ حال ہو کہ سب سے چھوٹا بیٹا میرا مقابلہ کرتا ہے اور میرے منہ پر تھپڑ مار دیتا ہے مگر قوم اس پر کوئی اثر نہیں لیتی۔ انہوں نے بھی اتفاق کر لیا کہ ہم ایسا کریں گے۔

دوسرے دن جبکہ (حسب معمول ان کے یہاں) قوم کا اجتماع ہو گیا تو عبداللہ نے (طے شدہ تجویز کے مطابق) اپنے بیٹے کو کسی کام کا حکم دیا اس نے پرواہ نہ کی پھر دوبارہ حکم دیا پھر اس نے ٹال دیا اس پر عبداللہ نے اس کو سخت وسست کہنا شروع کیا تو وہ مقابلہ پر آگیا اور باپ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اس واقعہ سے قوم کو بہت تعجب ہوا اور وہ اپنا سر جھکا کر سوچنے لگے کہ ان کے دوسرے بیٹے اپنے چھوٹے بھائی پر نہیں بگڑے، تو ہم کیوں دخل دیں) جب ان میں سے کسی نے بھی دخل نہیں دیا تو بڑے میاں نے قسم کھائی کہ میں یہاں سے چلا جاؤنگا اور ترک وطن کر دونگا میں ایسی قوم میں نہ رہونگا جن پر بیٹے کے مقابلہ کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ اب قوم نے عذر کرنا شروع کیا اور کہا کہ ہمارا خیال یہ نہیں تھا کہ آپ کے بیٹے اس معاملہ میں کوئی اثر قبول نہ کرینگے (ہم اسی انتظار میں رہے) اور یہی وہ امر ہے جو ہم کو مانع ہوا عبداللہ نے کہا کہ اب تو مجھ سے سرزد ہو چکا جو تم جانتے ہو اور اب میرے لئے یہ مقام چھوڑ دینے کے سوا کوئی صورت نہیں ہے اور انہوں نے اپنا ساز وسامان قوم کے سامنے فروخت کیلئے رکھ دیا اور لوگوں نے اسکی ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر قیمت لگانا شروع کر دی۔ اب انہوں نے اپنا سب کچھ ساتھ لیکر مع متعلقین یہاں سے کوچ کر دیا۔ اسکے بعد اس قوم پر تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ چوہوں نے اس بند کو توڑ ڈالا اور اچانک رات کے وقت جب لوگوں کی آنکھ لگ چکی تھی ان لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کے نورل اور اموال کو بہا لے گئی اور ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور متقدمین کی اس باب میں بہت سی روایات ہیں جو اپنے موقع

پر تم انشاء اللہ دیکھو گے۔

باب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جن سے آپ کی فطری قوت ذہانت واضح ہوتی ہے

{ جو کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نزول اور تہذیب سے حاصل ہوئے وہ بیشمار ہیں اور یہاں ہمارا مقصد ان کا اظہار نہیں ہے۔ ہماری مراد صرف قسم اوّل ہے یعنی آپ کی طبعی قوت فطانت کے بارہ میں کچھ واقعات بیان کرنا۔

(۱۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کیلئے کوچ کیا تو ہم نے آپ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا جو دشمن کیمپ کے تھے۔ ایک شخص قریش میں کا تھا اور ایک غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا۔ (جب ہم نے انکا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد پوچھنا شروع کی تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا کہ واللہ انکی شمار بہت ہے انکی طاقت بڑی ہے۔ مسلمانوں نے اس جواب پر اسکو مارنا شروع کیا مگر اس نے شمار نہیں بتائی۔ یہانتک کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے بھی اس سے سوال کیا کہ قوم کی تعداد کیا ہے۔ اس نے وہی جواب دیا کہ واللہ انکی شمار بہت ہے، انکی طاقت بڑی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوشش کی کہ وہ تعداد بتائے مگر اس نے انکار کر دیا پھر آپ نے سوال کیا کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ (معلوم ہو گیا) قوم کی تعداد ایک ہزار کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کیلئے کافی ہوسکتا ہے۔

(۱۴) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے موقعوں پر ایسی گفتگو فرمائی جس سے اصل موقع کے خلاف دوسری جگہ کا ارادہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ روایت صحیحین میں ہے۔

(۱۵) ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب حرام ہونے سے پہلے سنا کہ یہ فرماتے تھے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچانے کا ارادہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جلدی ہی اس کے بارہ میں حکم نازل ہونیوالا ہے تو جس کے پاس کچھ شراب موجود ہو وہ اس کو بیچ کر نفع اٹھا لے۔ کہتے ہیں کہ اس ارشاد پر تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے جس کو اس آیت کی اطلاع ہو جائے اور اسکے پاس کچھ شراب موجود ہو تو وہ نہ اس کو پئے اور نہ اس کو بیچے تو لوگوں کے پاس جس قدر بھی شراب موجود

تھی اس کو لے کر سڑکوں پر آگئے اور بہادی بہ روایت صرف مسلم میں ہے۔

(۱۶) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز میں کسی کو حدث ہوجائے یعنی گوز نکل کر وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے (ناک پکڑنے کو اس حالت کی علامت قرار دیدیا۔ ورنہ جماعت کے سامنے نکلنے میں بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا)

(۱۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھدے۔ اس شخص نے جاکر اپنا سامان نکالنا شروع کردیا۔ تو لوگ اس کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرا ایک پڑوسی مجھے تکلیف دیتا رہتا ہے۔ میں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا تھا کہ جا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھدے۔ اب لوگوں نے سنکر اس ظالم پر لعنت بھیجنا اور بددعائیں کرنا شروع کردیا۔ اسکی اطلاع اسکو بھی ہوگئی وہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اپنے گھر چل واللہ اب میں کبھی تجھے نہیں ستاؤں گا۔

(۱۸) زید بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ اے حذیفہ ہم اللہ سے شکایت کرینگے کہ تم کو رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے۔ اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کر سکے۔ حذیفہؓ نے فرمایا اور ہم اللہ سے یہ شکایت کرینگے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا کہ باوجود رسول اللہ کو نہ دیکھنے کے تم ان پر ایمان لے آئے۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر ہے اگر تو آپؐ کا زمانہ پالیتا تو اسوقت تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے۔ تجھے معلوم کہ ہم خندق کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے۔ یہ ایک کڑی ٹھنڈی، اندھیری، خطرناک رات تھی اور ابوسفیان اور اسکے ساتھی میدان میں موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہمکو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائیگا۔ یہ سن کر ہم میں سے کوئی نہیں اٹھا پھر آپ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ابراہیم کا رفیق بنائیگا۔ یہ سن کر بھی واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے اللہ تعالیٰ اس کو

قیامت کے دن میرا رفیق بنائے گا۔ تو واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ پھر ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حذیفہ کو بھیج دیجئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اے حذیفہ! میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں یا رسول اللہؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم جانے کے لئے آمادہ ہو۔ میں نے عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہؐ مجھے اس کی تو پروا نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب جو حکم آپ چاہیں مجھے دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر قوم میں داخل ہو جاؤ پھر قریش کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قریش! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش، کہاں ہیں قوم کے رہنما، کہاں ہیں قوم کے سردار، پھر وہ تم کو سب سے آگے کریں گے تاکہ تم سے ہی جنگ کی ابتدا ہو اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قیس لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل تم سے یہ کہیں گے کہاں ہیں گھوڑوں کی پشت کے مالک؟ کہاں ہیں شہسوار، پھر وہ تمہیں کو آگے کریں گے تاکہ تم ہی سے جنگ شروع ہو اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں"۔ یہ سن کر میں روانہ ہو گیا اور قوم میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آگ سے تاپنے لگا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا جس کا مجھے حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابوسفیان اٹھا اور لات و عزیٰ بتوں کا نام لیکر اور شرک کر کے بولا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے پاس کون بیٹھا ہے اور میرے پاس ایک شخص ان ہی میں کا (یعنی مسلمانوں میں کا) بیٹھا ہوا تاپ رہا ہے۔ اس کے بعد (اندھیرے میں) میں نے جھپٹ کر اپنے پاس والے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑ لیگا اور پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں، تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے جب صبح ہو گئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش لوگوں کے سردار تو انہوں نے کہا رات جو تم کو خبر ملی تھی یہ تو وہی بات ہے۔ تب یہ آواز دی کہاں ہیں ابولنہ؟ کہاں ہیں تیر انداز لوگ تو ان لوگوں نے کہا وہ اطلاع ٹھیک تھی۔ رات بہت سی گذر گئی تھی۔ اب انہوں نے ایک دوسرے کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر رات میں آندھی کو ایسا مسلط کر دیا جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی برتن جس کو نہ الٹ دیا ہو۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کے پاس جو بندھی ہوئی تھی جھپٹ کر پہنچا [illegible] اس کو کھینچنا شروع کر دیا اور وہ کھڑا رہنے پر [illegible] پھر جب

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے ابو سفیان کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ سن کر آپ اس وجہ ہنستے رہے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور میں آپکی داڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

(۱۹) حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مدعی حاضر ہوا جو ایک شخص کو پکڑے ہوئے تھا جس نے اس کے کسی عزیز کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیت یعنی خونبہا لینا چاہتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا معاف کرنا چاہتے ہو۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا لیجاؤ اسکو قتل کر دو جب وہ آپ کے پاس سے چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو وہ اسی قاتل کی مثل ہو جائیگا۔ اب ایک شخص نے اس مدعی سے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کر دیئے تو اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ اس کی گردن میں رسی باندھے کھینچتا ہوا لیجا رہا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثل کے لفظ سے یہ مراد نہیں لی تھی کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گنہگار اور مستحق نار ہونے میں اس قاتل کے برابر ہو جائیگا اور آپ یہ مراد کیسے لے سکتے تھے جبکہ قاتل سے قصاص لینے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اس سے قصاص لے اور آپ نے یہ اچھا سمجھا کہ وہ اس کو معاف کر دے تو آپ نے ایسا لفظ استعمال کیا جس میں اس مطلب کی طرف اس کی ذہنی قوت واہمہ دوڑ جائے کہ اگر میں نے قتل کر دیا تو میں بھی گنہگار ہونے میں اس کے برابر ہو جاؤنگا۔ تاکہ وہ اس کو معاف کر دے اور مراد آپ کی یہ تھی کہ قتل نفس میں دونوں برابر ہو جائینگے تو یہ بھی قاتل ہوگا اور وہ بھی قاتل۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلا قاتل ظالم تھا اور دوسرا قصاص لینے والا ہوتا۔ ایسے کلام بولنے کو تعریض کہتے ہیں اور کلام کو معروض جس کی جمع معاریض ہے مترجم (مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی مثالیں بہت ملیں گی۔ خصوصاً معاریض کے سلسلہ میں۔ بطور نمونہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

باب ۸: صحابہؓ کی عقل و ذہانت کے واقعات

(۲۰) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ہے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ اونٹ پر سوار تھے اور ابو بکر آپ کے ردیف (پیچھے) بیٹھے تھے۔ اور ابو بکر راستہ کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ ان کی آمد و رفت شام کی طرف ہوتی رہتی تھی۔ راستہ میں جب کسی قوم

پر گذر ہوتا تھا اور وہ ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر یہ آپ کے آگے کون ہیں؟ تو یہ جواب دیتے تھے کہ یہ ہادی ہیں جو میری رہنمائی کرتے ہیں (ہادی کے معنی راستہ بتانے والے کے بھی ہیں اور ہدایت کرنے والے کے بھی چونکہ غار ثور کی طرف جا رہے تھے اس لئے ان کا منشا بھی ادا ہو گیا اور صداقت بھی قائم رہی)

حضرت انس سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ غار سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر کو جاننے والے بھی ان سے ملتے اور ان سے پوچھتے کہ اے ابوبکر یہ کون ہیں تو آپ یہی جواب دیتے رہے کہ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔ اور واللہ ابوبکر نے سچ بولا۔

(۲۱) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے اللہ کی ان نعمتوں میں داخل ہو جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے نزدیک رہنے کو پسند کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے۔ ہم لوگ تعجب کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ نے کسی بندے کو ایسا اختیار دیا تھا (یہ سن کر ابوبکر کیوں رونے لگے) پھر بعد میں معلوم ہو گیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے جن کو اختیار دیا تھا اور ابوبکر ہم سے زیادہ دانا تھے۔

(۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کپڑوں کے کچھ جوڑے یمن سے آئے جن کو آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا چاہا ان میں ایک جوڑا خراب تھا آپ نے سوچا اسے کیا کروں یہ جس کو دوں گا وہ اس کے عیب کی وجہ سے لینے سے انکار کر دیگا۔ آپ نے اس کو لیا اور تہ کرکے اپنی نشست گاہ کے نیچے رکھ لیا اور اس کا تھوڑا سا حصہ باہر نکال دیا اور سب جوڑوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب زبیر بن العوام آئے اور آپ تقسیم میں لگے ہوئے اور اس جوڑے کو دبائے ہوئے تھے انہوں نے اس جوڑے کو کھینچنا شروع کر دیا۔ پھر بولے یہ جوڑا کیسا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اسکو چھوڑ دو وہ پوچھنے لگے یہ کیسا ہے اس میں کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس کا خیال چھوڑ دو۔ اب انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے دو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اسے پسند نہیں کرو گے۔ زبیرؓ نے کہا میں نے پسند کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پختہ اقرار کرا لیا اور یہ شرط کر لی کہ اسے قبول کرنا ہو گا اور پھر واپسی نہ ہو سکے گی۔ تو نیچے سے نکال کر ان پر ڈال دیا جب زبیرؓ نے اس کو لیکر دیکھا تو وہ

ردی نکلا تو کہنے لگے میں تو اسکو لینا نہیں چاہتا حضرت عمرؓ نے فرمایا بس بس اب ہم آپ کے حصہ
سے فارغ ہوچکے اس کو ان ہی کے حصہ میں رکھا اور واپس لینے سے انکار کردیا۔ (یاد رہے کہ یہ فروخت
کرنے کا معاملہ نہ تھا اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب ہو تو خریدار پر اس کو
واضح کردیا جائے۔ یہ تو مفت تقسیم کا معاملہ تھا)۔

(۲۳) جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کیلئے فارس کی
حکومت سے جنگ ہورہی تھی۔ جریر سے فرمایا تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لئے روانہ ہوجاؤ
جن غنائم پر تم غالب آؤ گے ان میں کا چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب مسلمان فتحیاب ہوئے
اور غنائم کثیر مقدار میں جمع ہوگئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان میں سے ایک چوتھائی میرا حق
ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب
میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس
کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لئے جنگ کیا ہے تو اس کو اسکا معاوضہ دیدو اور اگر اس نے
اللہ کیلئے اور اس کے اور اسکے حبیب کے دین کے لئے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائے
عام مسلمانوں میں کا۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہوگا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس
پر ہونگے جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المومنین نے
ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اسکی حاجت نہیں میں صرف ایک عام مسلمان بن کے رہنے پر خوش ہوں۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص
کو دیکھا اور فرمایا کہ میں کبھی صاحب فراست تھا۔ اور میری رائے ناقابل اعتبار ہوگی اگر یہ شخص ستارہ
شناس اور کہانت میں کچھ دخل نہ رکھتا ہو۔ اسکو میرے پاس بلاؤ چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ آپ
نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام و کہانت میں کچھ کہا کرتے تھے۔ اس نے اعتراف کیا۔

(۲۵) حضرت عمرؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک رات آپ مدینہ کے گشت میں نکلے آپ
نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے آپ ٹھہرے اور ان کو یا اهل الضوء (اے
روشنی والو) کے الفاظ سے پکارا۔ اور آپ نے اس سے کراہت کی کہ انکو یا اهل النار کہہ
کر پکاریں۔ اگرچہ اس کے لفظی معنی اے آگ والو حسب موقع تھے مگر قرآن میں دوزخیوں کے

ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو: واللہ
اللہ جس مال کا دعوے کرتا ہوں وہ حسین کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف کرلیا۔ ذرا اکھڑا
ہوا ہی تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مر کر گر پڑا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے حلف کے الفاظ
کیوں بدلوائے؟ آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کرے گا اس کے ساتھ حلم کا
معاملہ ہو جائے گا۔

(۲۳) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال
کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا۔

(۲۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر
سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ اب اس قافلہ پر حملہ کر دیا جائے (جو کچھ دور سے گذر رہا
تھا) اس کے پیچھے کوئی مدافعت نہیں ہے، تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جبکہ وہ اسیر
اور بندھے ہوئے تھے آپ سے پکار کر کہا کہ ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر نہیں آپ نے فرمایا
یہ کیوں تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دلانے کا وعدہ
کیا تھا وہ پورا کر دیا گیا۔

(۲۵) مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان
تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو بدبو محسوس ہوئی تو فرمایا جس شخص سے یہ خارج ہوئی اس کو
چاہئے کہ اٹھ کر وضو کر آئے۔ شرم کی وجہ سے وہ شخص نہ اٹھا۔ آپ نے پھر فرمایا جس سے یہ
ہوئی اس کو اٹھ کر وضو کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ حضرت عباس
نے کہا یا رسول اللہ ہم سب ہی اٹھ کر وضو کیوں نہ کر لیں۔

ایک روایت میں ایسا ہی قصہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں پیش آیا کہ آپ بیٹھے
دالان میں بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ جریر بن عبداللہ بھی تھے۔ (الادب المفرد للبخاری)
تو حضرت عمر کو بدبو محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا صاحب ریح کو چاہئے کہ اٹھ کر وضو کرے
جریر نے عرض کیا اے امیر المؤمنین تمام حضرات ہی کو وضو کر لینا چاہئے۔ حضرت عمر نے تعریف
کرتے ہوئے فرمایا تم پر خدا کی رحمت ہو تم جاہلیت کے زمانہ میں بہت اچھے سردار تھے اور اسلام

میں بھی بہت اچھے سردار ہو۔

(۳۲۶) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے بارے میں ابو ملیکہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ تمہیں یاد ہے جب کہ (بچپن میں) میں اور تم اور عبداللہ بن عباسؓ اکٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یاد ہے ہمیں آپ نے اٹھا لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

اور ہم کو اس کے برخلاف بھی عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے یہی سوال کیا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ نے وہ جواب دیا یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ پہلی روایت صحیح ہے۔ ان دونوں کو اتنا یاد ہو گیا تو شک عبداللہ بن زبیرؓ کے حق میں ہو گا۔

(۳۲۷) عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہو گئے۔ جب انکی بیوی نے بیدار ہو کر انکو نہ دیکھا تو تجسس کیلئے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ اپنی باندی کے پیٹ پر ہیں تو اس نے واپس ہو کر چھری لی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات تھی مجھ کو میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جب میں نے تم تھے تو اس چھری سے تمہاری خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو یہ مفہوم ہوا اس نے کہا کیوں نہیں کہنے لگی۔ اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ دیے

أتانا رسول الله يتلو كتابه	(ترجمہ) ہمارے پاس رسول اللہ تشریف لائے وہ ہم کو اللہ کی کتاب
كما لاح مشهور من الصبح ساطع	پڑھ کر سناتے ہیں جیسے صبح روشن ظاہر ہوتی ہے ہم کو
أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا	[illegible] ہدایت دکھلائی ہمارے دل جس چیز کے
به موقنات أن ما قال واقع	واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اس پر یقین کرتے ہیں

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ — اللہ کے رسول کا یہ حال ہے کہ ان کا پہلو بستر سے جدا ہوتا

اذا استثقلت بالکافرین المضاجع — ہے جس وقت کہ کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر دبے ہوئے

ہوتے ہیں یعنی آپ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے قرآن مجید کر کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹی ۔ کہتے ہیں کہ میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ یہ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

(۴۸) محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے کیا کوئی بچانے کیلئے آمادہ نہیں کریگا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت پہنچائی کی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں۔ فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا تو یا رسول اللہ یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دیدیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو بھی چاہوں کرلوں۔ فرمایا ہاں جو چاہو کرو۔ اب محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کر دیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آ گئے ہیں اس خبیث نے جب یہ سنا تو کہا واللہ تمہیں اسکا مقابلہ کرنا پڑیگا اس سے تکلیف اٹھانی ہوگی اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑیگا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ انکی اطاعت کئے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے اور ایک مجبوری یہ آپڑی کہ ان کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے سب ہم انتظار کررہے ہیں کہ اسکا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے اس وقت میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ مجھے کچھ مقدار کھجور قرض دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کردو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا۔ کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھدیں۔ آپ تو تمام عرب کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے انکو چند من کھجور کے بدلے میں رہن رکھدیا تھا۔ ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے گی یہ ایک دو وسق کھجور پر

وہ بھی اس قصہ سے ملتی جلتی ہے اس لئے ہم نے اس کے ذکر سے کتاب کو طول دینا نہیں ہے۔
(۳۹) سویبط بن سعد بن حرملہ کے متعلق ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضور صلی
اللہ علیہ وسلم ابوبکر تجارت کیلئے بصرہ گئے اور ان کیساتھ نعیمان اور سویبط گئے اور یہ دونوں غزوہ
بدر میں شریک تھے اس سفر میں نعیمان زاد راہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبط بہت ظریف طبع تھے۔
ایک دفعہ انہوں نے نعیمان سے کہا کچھ کھلاؤ۔ نعیمان نے کہا کہ ابوبکرؓ کے آنے پر۔ انہوں نے کہا
اچھی بات تجھے تمہاری خبر لینی ہے۔ دوران سفر میں ایک قوم پر ان کا گذر ہوا تو ان سے سویبط نے
کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے کیا تم خریدتے ہو۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کہا میں بتا
دیتا ہوں کہ میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں
جب یہ کہنے لگے سنو تو مت مان جانا کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تم سے ضرور
خریدیں گے۔ چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ آئے اور انہوں نے نعیمان کی گردن
میں دوپٹہ ڈال دیا یا رسی۔ نعیمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں
غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تیری سب عادت پہلے بتا چکا ہے۔ یہ لوگ نعیمان کو کھینچ لے گئے
پھر جب ابوبکرؓ آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم
کا پیچھا کیا۔ وہ ان کو واپس کئے اور نعیمان کو چھڑا لائے۔

جب یہ قافلہ واپس ہوا اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سنایا
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اس قصہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے ہنسا کرتے تھے۔

(۴۰) حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق ربیعہ بن نابغہ کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ حلم کا اتنا اونچا
مقام آپ کو کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبھی کسی پر غصہ کر کے بے فکر نہیں ہوا۔
شعبی کہتے ہیں کہ جنگ صفین والے دن معاویہؓ نے اپنے لشکر کے ایک بازو پر نظر ڈالی جو ٹیڑھا
تھا تو اس کو اشارہ کیا وہ فوراً سیدھا ہو گیا۔ پھر دوسرے بازو پر نظر کی وہ بھی ٹیڑھا ہو رہا تھا۔ اس
کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال
کیا کہ کیا اس (طریق جنگ) پر آپ نے حضرت عثمان کے زمانہ سے غور کرنا شروع کیا۔ تو آپ
نے فرمایا واللہ میں نے اس پر عمرؓ کے زمانہ میں غور کیا تھا۔

(۴۱) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ کے حاجب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ معاویہ کو اطلاع کردو آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ پر ہے۔ معاویہؓ نے حاجب سے حال معلوم کرکے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا اچھا بلالو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہ نے اس سے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سنکر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اسکو ایک درہم دیدے۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے، آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں دینے بیٹھوں گا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

(۴۲) حذیفہ بن الیمان کے متعلق کعب القرظی سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک جوان نے حذیفہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں کی ہے! اس نے کہا واللہ اگر ہم آپ کو پالیتے تو آپ کی اس قدر خدمت کرتے کہ آپ کو زمین پر پاؤں بھی نہ رکھنے دیتے۔ حذیفہ نے قصہ سنایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ کو طلب کیا جب ہم خندق تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور حکم دیا کہ تم جاؤ اور قریش کے لشکر میں جاکر بیٹھو اور دیکھو کہ وہ کیا تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں گیا اور قوم میں داخل ہو گیا اور آندھی بھی اللہ کا ایک لشکر تھی جو کر رہی تھی جو کچھ کر رہی تھی۔ نہ انکی ہانڈیاں اپنی جگہ رہیں اور نہ آگ اور نہ پانی۔ پھر ابوسفیان بن حرب اٹھا اور اس نے ندا کی کہ اے جماعت قریش تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو دیکھے کہ وہ کون ہے (کیونکہ مسلمانوں میں کا کوئی شخص اندھیرے میں یہاں آگیا ہے) حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جو شخص میرے پاس بیٹھا تھا اسکا ہاتھ پکڑ لیا (تاکہ وہ میرا ہاتھ پکڑنے میں پہل نہ کر جائے) اور میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں (یہ قصہ اس سے زیادہ تفصیل کیساتھ ساتویں باب میں نمبر ۱ پر لکھا جا چکا ہے)

(۴۳) مغیرہ بن شعبہ کے متعلق منقول ہے حضرت علیؓ سے کہ مغیرہ کے پاس ایک نیزہ تھا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں جاتے تھے تو یہ اس نیزہ کو لیکر نکلتے تھے (راستہ میں کسی جگہ) گاڑ دیا کرتے تھے (یاد رہے کہ گری پڑی چیز کے بارہ میں یہ حکم شرعی ہے کہ جس مسلمان کی اس پر نظر پڑ جائے وہ اسکی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس پر واجب ہے کہ

اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچا دے) پھر جب لوگ وہاں سے گذرتے تھے تو اس کو اٹھا
کر لے جاتے تھے (اور منزل مقصود پر پہنچکر اُن تک اس چیز کو پہنچاتے تھے) اس چالاکی سے یہ اپنے
حصے کا بار دوسرے کے کاندھوں پر ڈال دیا کرتے تھے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا
کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو اُن کو (تمہاری اس
حرکت کی ضرور خبر دوں گا۔ کہنے لگے (ایسا نہ کرنا) اگر تم نے ایسا کیا (اور حضورؐ نے حکم دیدیا،
کہ کوئی نہ اٹھایا کرے) تو پھر کوئی گمشدہ چیز نہیں اٹھائی جائے گی۔ (لوگ ایسا ہی سمجھ لیں گے
کہ یہ کسی نے مغیرہ کی طرح قصداً ڈالی ہے۔ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا جس کی ذمہ داری آپ
کے اوپر رہے گی۔)

(۴۴) زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا
عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمرؓ نے ان
کو معزول کر دیا لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر مغیرہ کو بحال کر کے واپس بھیجدیں تو
بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہ کبھی
واپس نہ آسکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع
کر دو اور میں یہ رقم لیکر عمرؓ کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت
کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اسکے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے اور اس نے
حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیانت کر کے
میرے پاس رکھوائی تھی یہ سن کر عمرؓ نے مغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے انہوں
نے سنکر عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ تو دو لاکھ تھے۔ فرمایا یہ
حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس
نمائندۂ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو (دو لاکھ سن کر اسکے ہوش و حواس ٹھکانے
آگئے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اب میں آپ سے ضرور سچ کہونگا اللہ آپ کا بھلا کرے
خدا کی قسم مغیرہ نے میرے پاس نہ تھوڑی رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے فرمایا تم نے
اس بہتان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا مغیرہ نے کہا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔

میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کرادوں اور) اسکو رسوا کر دوں۔ (ایسے واقعات میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایک صحابی جھوٹ بول رہے ہیں۔ احکام مقصد کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس بہتان سے ان کو دو رکعہ درہم وصول کرنا تھے۔ بلکہ سچائی کو سطح پر لانے کے لئے محض ایک حیلہ کیا تھا جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

(۴۵) ہیثم الکوفی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لئے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں تو اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دیگی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو۔ کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے اس نے کہا کہ مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں مغیرہ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔ عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہ سے نکاح کر لیا۔

(۴۶) حضرت عمرو بن العاص کے متعلق ابن الکلبی کہتے ہیں فتح قیساریہ کیلئے جب عمرو بن العاص نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔ قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو بن العاص نے سوچا کہ میرے

ایک بکاؤ گھوڑا ہے) اس اعرابی کو روک کر اس سے قیمت طے کرنا شروع کر دی اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خرید چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اُس قیمت سے جو حضورؐ سے طے ہو چکی تھی زیادہ قیمت لگا دی، تو اس اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا اگر تمہارا اس کو خریدنے کا ارادہ ہے تو خرید لو۔ نہیں تو میں اس کو بیچتا ہوں۔ یہ سُن کر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کیا یہ میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ اب لوگ نبی صلعم اور اعرابی کے گرد جمع ہو گئے جبکہ دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب کر رہے تھے۔ اب اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آتا رہا وہ اعرابی سے کہتا رہا ——— کہ کمبخت اللہ کے رسول ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آ گئے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کے ایک دوسرے سے سوال و جواب سنے۔ اس اعرابی نے پھر یہی کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں بیچ چکا ہوں۔ خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بیچ چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم کس بنا پر گواہی دے رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے صادق ہونے کی بنا پر اے رسول اللہ! اس وقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے فرمایا تم کیسے گواہی دیتے ہو تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں۔ (صرف آپ سے سُنکر ہی) تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس قول کی تصدیق کیوں نہ کریں (اس ذہانت کے مشاہدہ پر آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی برابر قرار دیا۔

(۴۸) حجاج بن علاط کے متعلق انسؓ بن مالک سے منقول ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا یا رسول اللہ مکہ میں میرا مال ہے اور وہیں میرے گھر والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو یہاں لے آؤں۔ آپ مجھے اجازت دیدیجئے کبھی مکہ جا کر ہوا دیکھ کر کوئی گرفتار کرلے (اور مجھ کو مشتبہ سمجھا جائے) اور اس کی بھی کہ جو بات بنانا چاہوں وہ بنا دوں۔ آپ نے اجازت دیدی کہ جو چاہو کہہ دو۔ اجازت لینے کے بعد یہ مکہ پہنچے اور اپنی بیوی سے آ کر یہ کہا کہ جو کچھ مال تیرے پاس ہے وہ سب سمیٹ کر مجھے دیدے۔ میں چاہتا ہوں کہ (حضرت) محمد اور مسلمانوں کے

لوٹ کا مال خرید یوں کیونکہ مسلمانوں کو مباح قرار دیدیا گیا (یعنی ان کا قتل عام ہو رہا ہے) اور ان کے اموال پر مصیبت پڑگئی (کوڑیوں کے مول فروخت ہو رہا ہے) یہ خبر مکہ میں پھیل گئی جس نے مسلمانوں کے دل توڑ دیئے اور مشرکین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کہتے ہیں اگر جب یہ خبر حضرت عباس بن عبد المطلب کو پہنچی تو ان کے گھٹنے ڈھیلے ہو گئے اور کھڑے ہونے پر قادر نہ رہے معمر سے روایت ہے کہ حضرت عباس کا ایک لڑکا تھا جس کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت تھی۔ انہوں نے اس بےچینی کے عالم میں سیدھے لیٹ کر اس لڑکے کو سینہ پر بٹھا لیا اور (دل بہلانے کیلئے) یہ کلمات شروع کر دیئے حِبِّیْ قُثَمْ ذِی الْاَنْفِ الْاَشَمْ۔ (میرا پیارا قثمؓ بڑی ناک والا ہے) پھر آپ نے حجاج کے پاس اپنے غلام کو بھیجا۔ جس نے انکی طرف سے کہا کہ کمبخت تو کیا خبر لایا ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے خدا اس کو سچا نہ کرے حجاج ابن علاط نے کہا ابو الفضل سے میرا سلام کہہ دے (ابو الفضل حضرت عباس کی کنیت ہے) اور یہ کہہ دینا کہ میں خود آرہا ہوں مجھ سے تنہائی میں بات کرنے کیلئے تخلیہ کی جگہ تیار رکھیں۔ اور (مختصر بات یہ ہے) کہ خبر سنکر وہ خوش ہو جائینگے۔ غلام نے واپس آکر حضرت عباس کو دروازہ سے پکار دیا کہ بشارت ہو آپ کو اے ابو الفضل! تو عباس نے خوشی سے اپنی جگہ سے کود کر غلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ غلام نے حجاج کی گفتگو بیان کر دی۔ عباس نے خوش ہو کر اس غلام کو آزاد کر دیا۔

پھر ان سے حجاج آکر ملے اور انہوں نے یہ خبر سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا ہے اور وہاں کے اموال آپ کے پاس غنیمت میں آئے ہیں اور خیبر کے اموال اللہ کے مقرر کردہ حصول کے مطابق منقسم ہو چکے ہیں اور صفیہ بنت حیی کو آپ نے پسند کیا اور اپنی ذات کیلئے خاص کیا اور ان کو آزاد کر کے اختیار دیدیا تھا کہ وہ چاہیں تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جائیں یا مجھ سے نکاح کر لیں انہوں نے نکاح کر کے آپ سے زوجیت کو پسند کر لیا۔ لیکن میں تو یہاں سے صرف اپنا مال نکال لیجانے کیلئے آیا ہوں جو یہاں موجود ہے چاہتا ہوں کہ یہ سمیٹ کر لیجاؤں میں نے

[illegible]

قثم شہید ہو گئے۔ اشتیاق احمد عفی عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی۔ آپ نے اجازت عطا فرما دی کہ میں جو چاہوں کہدوں۔ جو خبر میں نے آپ کو سنائی ہے اسکو تین دن تک کسی سے بیان نہ کیجئے۔ اس کے بعد سنا دیجئے۔

حجاج کی بیوی نے جو کچھ اس کے پاس زیور اور پونجی تھی سب کو جمع کر کے ان کے حوالہ کر دی۔ یہ اس کو لیکر چل دیئے۔ جب تین دن گذر گئے تو عباسؓ حجاج کی بیوی سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تیرے شوہر نے کیا کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ فلاں دن روانہ ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ اے ابوالفضل اللہ آپ کو غمگین نہ کرے جو خبر رنج آمیز آپ کو پہنچی اس سے ہمیں دُکھ پہنچا۔ آپ نے فرمایا" ہاں اللہ مجھے غمگین نہیں کریگا اور خدا کا شکر ہے وہی واقع ہوا جو ہم کو پسند تھا۔ اپنے رسول کے ہاتھ سے اللہ نے خیبر فتح کرایا۔ اور اللہ کے مقرر کردہ حصے بھی خیبر کے اموال میں لگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ سے نکاح بھی کر لیا" اگر تو چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جا۔ اس نے کہا واللہ میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔ انہوں نے کہا واللہ میں تجھ سے سچ ہی کہہ رہا ہوں۔ حقیقت وہی ہے جو میں نے تجھ سے بیان کی ہے۔

اس کے بعد عباس قریش کی مجالس کی طرف پہنچے۔ جب بھی آپ کا گذر کسی جماعت کی طرف ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے اے ابوالفضل ہماری دعا ہے کہ آپ کو خوشی اور خیر نصیب ہو۔ آپ جواب میں کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے پاس خیر ہی پہنچائی ہے۔ مجھے حجاج بن علاط نے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو خیبر فتح کرا دیا ہے اور مال غنیمت اللہ کے مقرر کردہ سہام کیمطابق طے ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ حجاج نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس خبر کو تین دن چھپاؤں۔ وہ صرف اس لئے یہاں آیا تھا کہ اپنا اثاثہ یہاں سے لیجائے۔ اب تو جو روحانی اذیت مسلمانوں پر تھی وہ مشرکین پر پلٹ گئی اور مسلمان جو اپنے گھروں میں پریشان پڑے ہوئے تھے وہ حضرت عباس کے یہاں آگئے تھے۔ جب وہ اپنے مکان پر واپس آئے تو حضرت عباس نے خبر سنائی تو سب مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے رنج اور غم و غصہ کو مشرکین پر لوٹا دیا۔

(۴۹) نعیم بن مسعود کے متعلق ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ یوم احزاب کے موقع پر جب لوگوں پر خوف چھا رہا تھا نعیم بن مسعود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول

اللہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور میری قوم میں سے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ مجھے کوئی
خدمت سپرد کیجئے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہاں ہم میں کے تم تنہا ہی ہو۔
ہماری نسبت جو مناسب سمجھو کہہ دو۔ لڑائی تو دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ نعیم یہاں سے رخصت ہو کر بنی
قریظہ کے پاس پہنچے اور بزمانہ جاہلیت یہ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بنی قریظہ میں
تمہارا دوست ہوں اور تم اس سے واقف ہو۔ انہوں نے تصدیق کی پھر انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو
کہ محمدؐ کے نزدیک تم اور قریش اور غطفان ایک ہی درجہ میں ہو۔ اور یہ شہر تمہارا ہے جہاں تمہارے
اموال اور تمہاری عورتیں اور بچے ہیں اور قریش اور غطفان کے شہر دوسرے ہیں اور یہ لوگ صرف اسلئے
یہاں تمہارے پاس آئے کہ تمہیں اپنے ساتھ ملا لیں اور موقع دیکھیں تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر
اپنے خلاف دیکھیں تو اپنے شہروں میں اپنے اموال اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرف لوٹ جائیں اور
تمہیں اور اس شخص کو چھوڑ جائیں جس سے مقابلہ کرنا تمہاری قوت سے باہر ہے۔ اگر یہ لوگ تمہیں
شریک جنگ کرنا چاہیں تو تم ان کے ساتھ مل کر قتال نہیں کرنا چاہیئے۔ جب تک ان کے چند معزز
لوگوں کو ضمانت میں اپنے یہاں رہن نہ رکھ لو۔ جن کو باندھ کر رکھو اور ان کو نہ چھوڑو۔ جب تک وہ محمدؐ
سے قتال نہ شروع کر دیں۔ ان لوگوں نے کہا بیشک تمہاری رائے صائب اور خیر خواہی کی بات
ہے۔ پھر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور ابوسفیان اور اشراف قریش سے ملے اور ان سے اس طرح گفتگو کی۔
اے جماعت قریش جو محبت اور تعلق میرا تم سے ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو
کہ محمدؐ اور اسکے دین سے میں الگ ہوں میں تمہارے پاس ایک خیر خواہانہ نصیحت لیکر آیا ہوں جو آپ کو
راز میں رکھنا ہوگی انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ تم ہمارے نزدیک غیر مشتبہ ہو (ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں)
نعیم نے کہا تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ یہود میں سے ہیں اور وہ شرمندہ ہیں۔ ان حرکات پر جو ان کے
اور محمدؐ کے درمیان ان سے ہوتی رہی ہیں اب انہوں نے محمدؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ کیا اس
شرط پر آپ ہم سے راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش کے اشراف کو رہن کے نام سے اپنے قبضہ میں
لیکر تمہارے سپرد کر دیں اور تم ان کی گردنیں اڑا دو۔ پھر ہم تمہارے ساتھ مل کر قریش اور ان کے ساتھیوں
کو اپنے شہروں سے نکال دیں۔ محمدؐ نے اس کو مان لیا۔ تو اگر بنو قریظہ کسی پیغام میں تم سے یہ سوال کریں
کہ تم اپنے کچھ معزز لوگوں کو وہاں بھیجدو تو تم ان کو ایک شخص بھی نہ دینا اور ان سے بچکر رہنا۔ پھر نعیم

قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اے جماعت غطفان تم جانتے ہو کہ میں تمہارا ایک شخص ہوں۔ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر ان سے بھی وہی گفتگو کی جو قریش سے کی تھی۔

جب اگلا دن ہوا تو بنی قریظہ کے پاس ابوسفیان نے اپنی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کو مع قریش کے چند لوگوں کے یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اے جماعت یہود ابوسفیان تم سے کہتا ہے کہ (محمد کے فتنہ سے) چھوٹے اور بڑے سب ہلاک ہو جائیں گے اور ان شہروں میں ہم قیام کرنے نہیں آئے۔ تم محمد سے قتال کرنے کیلئے ہمارے ساتھ مل جاؤ اور نکلو" انہوں نے یہ پیغام بھیجا آج بار کا دن ہے، جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے اور ہم آپ کے ساتھ مل کر قتال کے حق میں نہیں ہیں جبتک تم رہن کے طور پر اپنے کچھ لوگ ہمارے قبضہ میں نہ دیدو۔ جن کو ہم باندھ کر رکھیں۔ تاکہ یہ اندیشہ باقی نہ رہے کہ تم قتال کیلئے نہ جاؤ اور ہمیں اور محمد کو قتال کے لئے چھوڑ کر چلدو۔ ابوسفیان نے کہا واللہ تم کو نعیم نے ٹھیک خبردار کیا تھا۔ یہ سنکر ابوسفیان نے کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں ایک آدمی بھی نہ دیں گے اگر تم چاہو تو نکلو اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرو اور چاہو تو بیٹھے رہو۔ یہود نے کہا واللہ وہی بات ہے جو ہم سے نعیم نے کہی تھی کہ واللہ ان لوگوں نے صرف یہ ارادہ کیا ہے کہ محمد سے قتال اس طرح کریں گے کہ موقع مل جائے تو حملہ کر دیں ورنہ اپنے شہروں کو بھاگ جائیں اور ہمارے اور اس شخص (یعنی محمد) کے لئے میدان خالی چھوڑ جائیں۔ (کہ ہمیں تنہا کو کاٹ کر رکھدے) انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری وہی شرط ہے کہ تم اپنے کچھ لوگ بطور رہن ہمارے پاس رکھو بغیر اس کے ہم تمہارے ساتھ مل کر قتال کیلئے تیار نہیں ہیں۔ قریش نے اس سے پھر صاف انکار کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان اور اسکے اصحاب اور غطفان والوں پر آندھی کو مسلط کیا اور انکو اللہ عزوجل نے ذلیل و خوار کیا۔

(۵۰) اشعث بن قیس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کا پیغام ام عمران سے بھیجا جو سعید ابن قیس ہمدانی کی بیٹی تھیں۔ سعید نے کہا کہ میرے اوپر ایک اور امیر ذی اختیار ہے یعنی اس کی والدہ۔ علیؓ نے فرمایا جایئے اس سے مشورہ کر لیجئے۔ سعید حضرت علی کے پاس سے اٹھ کر چلے تو دروازہ پر ہی اُن سے اشعث بن قیس مل گئے۔ سعید نے اشعث کو پوری بات سنادی۔ انہوں نے کہا کیا تم نے حسن سے کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حسن اس لڑکی پر اپنی بڑائی جتائیں گے اور اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر

سکتے ہیں۔ وہ لڑکی سے اچھا برتاؤ نہ کریں گے۔ ان کو یہ ناز ہوگا کہ وہ رسول اللہ کے بیٹے ہیں امیرالمومنین
کے بیٹے ہیں۔ لیکن تم کو کچھ اپنے بھتیجے کا بھی خیال ہے یہ اس کی ہے اور وہ اس کا (یعنی دونوں ایک
دوسرے کی طرف راغب ہیں) راوی کہتے ہیں کہ اسی گفتگو کے پیش نظر محمد بن الاشعث نے یہ کہا تھا
کہ میں نے اسکی شادی کر دی (یہ گفتگو آگے ذکر کی جا رہی ہے) پھر محمد بن الاشعث امیرالمومنین علیؓ
کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ اے امیرالمومنین کیا آپ نے حسن کا پیغام سعید کی بیٹی سے دیا۔ آپ نے
فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا کیا آپ اس سے زیادہ شریف گھر کی لڑکی پسند کریں گے۔ جو سعید کی بیٹی سے
زیادہ اچھی ہو حسب کے اعتبار سے، اور اس سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ مالدار بھی ہو۔ حضرت علیؓ
نے پوچھا کہ وہ کون ہے انہوں نے کہا: جعدہ بنت الاشعث بن قیس (یعنی ان کی بہن) آپ نے فرمایا کہ
ایک شخص سے ہم پیغام دے چکے ہیں (اب مجبوری ہے) انہوں نے کہا کہ اب اس شخص سے جس کو
آپ نے پیغام دیا ہے قبول کرنے کا سوال باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے اٹھ کر
لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا اس نے اس کا نکاح محمد بن الاشعث سے کر
دیا۔ آپ نے پوچھا کب؟ انہوں نے کہا ابھی دروازہ پر۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے حسن کا نکاح جعدہ کے
ساتھ کر دیا۔ پھر جب سعید محمد بن الاشعث سے ملے تو انہوں نے سخت الفاظ کہہ کر ان پر دھوکہ دینے
کا الزام لگایا۔ انہوں نے سعید کو برا کہا اور کہا کہ تو نے مجھ سے ابن رسول اللہ کے بارے میں مشورہ کیا۔
اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے۔

پھر اشعث حسن کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابو محمد اپنی دولہن کو دیکھنے کے لیے نہیں
چلتے؟ جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا ایسے چلنا نہیں ہوگا۔ واللہ میری قوم کی
چادروں پر آپ چلیں گے۔ تو ان کے استقبال کے لئے بنی کندہ راستے کے دونوں طرف صفیں باندھ
کر آئے اور انہوں نے یہاں سے باب الاشعث تک چادریں بچھا دیں، ان پر حضرت حسنؓ کو لے جایا گیا)

(۵۱) وحشی بن حرب کے متعلق جعفر بن عمرو الضمری کہتے ہیں کہ میں عبیداللہ ابن عدی بن الخیار
کے ساتھ شام گیا۔ وہاں مجھ سے عبیداللہ نے وحشی سے ملاقات کی تحریک کی۔ چنانچہ ہم جا کر
اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور عبیداللہ نے عمامہ کو
اپنے منہ پر اتنا لپیٹ لیا تھا کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتا تھا۔ اور دونوں پاؤں

عبید اللہ نے کہا اے وحشی تم مجھے پہچانتے ہو؟ تو اس نے نظر ڈالی پھر کہا نہیں۔ واللہ اس کے زیادہ نہیں کہ مجھے علم ہے کہ عدی بن لنحیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔ اس کے عدی سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کے لئے عدی نے دودھ پلانے والی کا انتظام کیا۔ میں اس لڑکے کو لے کر اس کی ماں کے ساتھ چلا اور اس کو دودھ پلانے والی کے پاس پہنچا دیا تھا اس وقت میں گویا اس لڑکے کے پاؤں کو دیکھ رہا ہوں (عبید اللہ بن عدی اسی لڑکے کا نام تھا جو اب جوان ہو کر ان کے سامنے آئے تھے)

باب ۹: خلفاء رضی اللہ عنہم کی حکایات اور ذہانت کے واقعات

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر و علی اور حسن و حسین اور معاویہ اور ابن الزبیر کے کچھ واقعات قبل از وفات تحریر کر چکے ہیں اب ہم اُن خلفاء کے ایسے واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

(۵۲) عبد الملک بن مروان کے متعلق اصمعی سے منقول ہے کہ عبد الملک بن مروان نے امام شعبی کو شاہ روم کے پاس کسی وجہ سے قاصد بنا کر بھیجا۔ شعبی شاہ نزابدہ پر پہنچے۔ شاہ روم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شاہی خاندان سے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ جب شعبی نے واپسی کا ارادہ کیا تو شاہ نے ان کو ایک مختصر رقعہ دیا اور کہا جب آپ واپس جا کر خلیفہ سے میرے اور تمہارے مزاج کے متعلق تمام مناسب کلام سے فارغ ہو چکیں تو ان کو یہ رقعہ سپرد کر دینا جب شعبی عبد الملک کے پاس واپس پہنچے۔ تو جو کچھ ضروری گفتگو تھی اس سے فارغ ہو کر اٹھے اور جانے لگے رقعہ یاد آیا تو پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ ایک رقعہ پیش کرنا بھول گیا تھا جو باہر نکل کر مجھے یاد آیا اور اس کو آخر میں ہی پیش کرنا تھا۔ وہ رقعہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور رخصت ہو گئے۔ خلیفہ نے کھولنے کا حکم دیا اس کو پڑھ کر خلیفہ نے شعبی کو دوبارہ بلانے کا حکم دیا پھر ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سنایا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ میں قوم عرب کی طرف سے تعجب کرتا ہوں کہ اس شخص کے علاوہ دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا؟ پھر عبد الملک نے سوال کیا کہ تم سمجھے کہ اس نے ایسا کیوں لکھا؟ انہوں نے انکار کیا۔ تو کہا کہ وہ مجھ میں تمہاری طرف سے حسد پیدا کرنا چاہتا ہے اور مجھے تمہارے قتل پر ابھار رہا

سے شعبی نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو مجھے نادر نہ سمجھتا۔ یہ گفتگو اس داستان تک پہنچ گئی۔ تو وہ عبدالملک کی نکتہ رسی پر متعجب ہو کر کہنے لگے کہ واللہ میں نے اسی مناسبت سے وہ کلمات لکھے تھے۔

(۵۳) ہشام بن عبدالملک کے متعلق منقول ہے کہ ہشام نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو ہدایت کی تھی کہ جب تم کسی مجلس میں اس کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ سنو تو اس کو مجمع میں ٹوک کر شرمندہ نہ کرنا۔ اس صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خطا کو موزوں و مناسب ثابت کرنے لگے اور یہ دوسری خطا پہلی خطا سے بھی بری ہوگی۔ تم کو چاہئے کہ اسے یاد رکھو اور جب تخلیہ ہو تو اس کو بیان کر کے اصلاح کرو۔

(۵۴) سفاح کے متعلق ایک ایسے شخص سے منقول ہے جو کہ سفاح کی مجلس میں حاضر تھا اور سفاح بنی ہاشم میں سے بہت حسد کرنے والا شخص تھا اور شیعوں کا [illegible] تھا اس کے پاس (امام حسنؓ کے پوتے) عبداللہ ابن حسین بن حسن پہنچے اور وہ قرآن مجید لئے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم کو ہمارا حق ادا کرو جس کو اللہ نے اس قرآن میں متعین فرما دیا ہے۔ اس سے لوگوں میں خوف پیدا ہو گیا کہ مبادا سفاح ان کے حق میں کسی سخت معاملہ میں جلدی کر جائے (کیونکہ یہ شخص نہایت خونخوار و ظالم تھا) اور عام لوگ ان بزرگ کے حق میں جو بنی ہاشم کے شیخ تھے اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ اس امر کو کہ یہ سفاح کو جواب دینے سے عاجز ہو جائیں ان کا مطالبہ سن کر سفاح نے سنجیدگی سے بغیر غصہ کئے اور بغیر ناگواری کے ان سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارے دادا علیؓ مجھ سے زیادہ بہتر اور زیادہ انصاف کرنے والے تھے وہ ذی اختیار بنے یعنی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے تمہارے دادا حسن اور حسین کو دیا۔ اور یہ دونوں تم سے بہتر تھے اور اب مجھ پر واجب ہوا کہ میں بھی تم کو اتنا ہی دوں تو اگر میں نے تم کو اتنا ہی دیا تو تمہارے ساتھ انصاف کرتا اور اگر میں نے اس پر اضافہ کر دیا تو کیا میرے لئے تمہاری طرف سے یہی جزا ہے۔ عبداللہ اس کو جواب نہ دے سکے اور واپس ہو گئے اور لوگ سفاح کے جواب پر تعجب کرتے تھے۔

(۵۵) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاحؒ نے دیا وہ اس قریہ میں دیا جس

[illegible] عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس یہ دولت عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہوا ہے۔

کا تام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشہدان لا الہ الا اللہ الخ) تو آل ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا کہ میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو۔ اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابو بکرؓ نے جس نے فاطمہؓ کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابو بکرؓ کے بعد کوئی اور بھی ہوا اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمرؓ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا، قائم رہے اُس نے کہا "ہاں"۔ سفاح نے کہا کہ پھر ان کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں"۔ پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ عثمانؓ سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا "ہاں"۔ سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں" پوچھا کون اس نے کہا "علیؓ" سفاح نے پوچھا اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اب وہ شخص چپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں، اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سن۔

(۵۶) منصورؒ کے متعلق اسماعیل بن محمد سے منقول ہے کہ ابن ہرمہ شاعر نے ابو جعفر منصور کو ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اپنی حاجت مانگو۔ اس نے کہا آپ اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے۔ تو منصور نے کہا یہ تو ایک حد ہے (جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے) اس کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا اور کوئی نہیں منصور نے کہا اچھا ہم اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھے دیتے ہیں۔ کہ جو کوئی ابن ہرمہ کو پکڑ کر لائے اور وہ نشہ میں ہو تو ابن ہرمہ کو اسی کوڑے مارو اور جو اس کو پکڑ کر لائے اس کو سو۔ راوی کہتا ہے کہ شرطی (یعنی پولیس والے) ابن ہرمہ کو جب وہ نشہ میں ہوتا تھا دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی کوڑوں کے بدلے سو کوڑے کون خریدے وہ گذر جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے تھے۔

(۵۷) منقول ہے کہ منصور اپنے شہر کے ایک قبہ میں بیٹھے تھے وہاں سے انہوں نے ایک شخص

عہ یہ سفاح کا بھائی تھا۔ سفاح کے انتقال کے بعد خلیفہ ہوا۔ ۱۲

کو دیکھا جو نہایت غمگین، پریشان محسوس ہوا جو سڑکوں پر گھومتا پھر رہا تھا تو خادم کو حکم دیا کہ اس کو لیکر آئے جب وہ حاضر ہوا تو اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تجارت کے لئے سفر کیا اور بہت مالی فائدہ حاصل کیا اور مال لیکر گھر پہنچا اور اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب اس کی بیوی نے یہ بیان کیا کہ گھر میں سے سب مال چوری ہو گیا۔ اور گھر میں نہ نقب دیکھی اور نہ چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ منصور نے اس سے پوچھا کہ اس عورت سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا؟ اس نے کہا ایک سال۔ پھر پوچھا کہ کیا وہ کنواری تھی۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ کیا دوسرے شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ جوان ہے یا سن رسیدہ؟ اس نے کہا نو عمر ہے۔ پھر منصور نے ایک عطر کی شیشی منگائی۔ یہ عطر عجیب و غریب تیز خوشبو تھا جو صرف منصور ہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اس کو دے کر فرمایا کہ اسے استعمال کرو، اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ شخص منصور کے پاس سے رخصت ہو گیا تو اپنے چار معتمد ملازموں کو بلا کر وہ عطر سنگھایا اور حکم دیا کہ تم میں ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازہ پر بیٹھ کر گشت کرتا رہے اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گذرے اور اس میں سے تم یہ خوشبو محسوس کرو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

وہ پریشان آدمی خلیفہ سے عطر کی شیشی لیکر اپنے گھر پہنچا اور وہ بیوی کو دی اور اس کو بتایا کہ یہ مجھ کو امیر المؤمنین نے عطا فرمائی۔ اس نے سونگھ کر اپنے آشنا کو بلا بھیجا اور اسی کو مال بھی دیا تھا اور اس سے کہا کہ یہ خوشبو لگاؤ۔ یہ امیر المؤمنین نے میرے شوہر کو دی۔ اس نے استعمال کی۔ اور شہر کے ایک دروازہ سے گذرا۔ تو جو شخص اس دروازے کے پہرے پر تھا اس نے خوشبو کو محسوس کر لیا۔ اور اسکو پکڑ کر خلیفہ منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس شخص سے پوچھا کہ ایسی عجیب و غریب خوشبو تیرے پاس کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کو خریدا ہے۔ منصور نے کہا کس سے خریدا؟ اب وہ شخص گھبرا گیا اور فضول باتیں کرنے لگا۔ تو منصور نے پولیس افسر کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس کو پکڑ کر اپنے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ وہ چرائے ہوئے دینار جو اسقدر ہیں واپس کر دے تو اس کو چھوڑ دینا تاکہ یہ چلا جائے جہاں اس کی مرضی ہو۔ اور اگر نہ دے۔ تو اس کے بغیر تم سے پوچھے ایک ہزار کوڑے مارے جائیں جب دونوں پٹ گئے تو پھر انکار کرو!!

کو سمجھا کر اس کو ڈراؤ اور تنہا رکھو اور جب تک ہم سے حکم نہ لے لو کوڑے مت مارنا۔ چنانچہ وہ پولیس افسر اس کو پکڑ لایا اور اس نے سب سے الگ اس کو جیل خانہ میں بند کر دیا تو اس نے دینار واپس کرنے کا اقرار کر لیا وران کو بجنسہ حاضر کر دیا۔ تو منصور کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس مالک کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ بولو کہ اگر ہم وہ سب دینار تم کو دیدیں تو تم اپنی بیوی کے بارے میں ہم کو اختیار دیدوگے اس نے عرض کیا ضرور۔ منصور نے کہا اچھا یہ اپنے دینار سنبھالو اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ بس اس کو اطلاع دیدو۔

(۵۸) یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ منصور کے کمال ذکا کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدینہ پہنچے تو ربیع (حاجب) کو حکم دیا کہ ایک ایسے شخص کو تلاش کر لاؤ جو ہم کو لوگوں کے مکان شناخت کرا سکے (یعنی جس مکان کے بارے میں ہم پوچھیں کہ یہ کس کا ہے تو وہ صحیح جواب دے سکے) میں اس کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ ربیع نے ایسا شخص لا کر پیش کر دیا جس کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ جس مکان کے بارے میں منصور سوال کریں اسی کو بتائے اپنی طرف سے سلسلہ نہ شروع کرے جب ربیع چلا گیا تو خلیفہ منصور نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں۔ اس شخص نے اس مقدار کا مطالبہ ربیع سے کیا۔ ربیع نے کہا کہ مجھے تو خلیفہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں اپنی طرف سے تجھے ایک ہزار درہم دیئے دیتا ہوں اور عنقریب خلیفہ سوار ہونے والے ہیں تم ان کو یاد دلا دینا۔ یہ شخص خلیفہ کے ساتھ سوار ہو کر مکانوں کا حال بتاتا رہا اور اس کو دوسری گفتگو کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پھر جب منصور نے اس سے جدا ہونا چاہا تو اس نے یہ شعر عرض کیا۔

واراك تفعل ما تقول و بعضهم مذق اللسان يقول ما لا يفعل

میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کو ضرور ایفا کرتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ناقابل اعتبار زبان والے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔

پھر اس نے جانے کا ارادہ کیا تو منصور ہنسے اور حکم دیا کہ اے ربیع اس کو ایک ہزار درہم دیدو جن کا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور ایک ہزار اور دے دو۔

(۵۹) ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر نے (یہ خلیفہ منصور کی کنیت ہے) یزید بن ابی اسید سے تخلیہ کیا اور کہا کہ اے یزید ابو مسلم کے قتل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

یزید نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو ضرور قتل کر دیں اور پھر شکرانہ میں ایک اونٹ ذبح کریں۔ خدا کی قسم خالص آپ کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور آپ پُر امن زندگی نہیں بسر کر سکتے جب تک یہ شخص باقی ہے۔ یزید بن ابی اُسید کہتے ہیں کہ یہ سنکر منصور کے تیور بدل گئے کہ میں نے خیال کیا کہ یہ ابھی مجھ پر حملہ کر ڈالے گا۔ پھر بولے کہ خدا تیری زبان کاٹ دے اور تجھ پر تیرے دشمن کو مسلط کرے تو مجھے ایسے شخص کے قتل کا مشورہ دیتا ہے جس نے سب سے زیادہ ہماری امداد کی ہے۔ اور ہمارے دشمنوں پر سب سے زیادہ بھاری ہے۔ خدا کی قسم اگر تیری سابقہ خدمات کا خیال نہ ہوتا۔ اور نیز یہ کہ میں اس بات کو تیری خوش گمانی سمجھ رہا ہوں تو تیری گردن جدا کر دیتا۔ کھڑا ہو جا۔ تجھے خدا کھڑا ہونے کے قابل نہ رکھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں اُٹھ گیا اور میری آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا اس وقت میری یہ حالت تھی کہ زمین پھٹ جائے اور اس میں سما جاؤں۔ پھر جب منصور ابو مسلم کے قتل سے فارغ ہو چکے تو اس وقت مجھ سے کہا کہ اے یزید تم کو وہ دن یاد ہے کہ میں نے تم سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے کہ واللہ وہ تمہاری رائے ٹھیک رائے تھی جس کے صحیح ہونے میں مجھے بالکل شک نہیں تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہوا کہ اگر تم نے یہ راز فاش کر دیا تو میری سب تدابیر رائیگاں جائیں گی (اس لئے میں نے تمہارے ساتھ وہ انداز اختیار کیا تھا)۔ (ابو مسلم خراسانی ایک بہت سفاک شخص تھا جس نے حجاج بن یوسف کی طرح ہزاروں انسانوں کا خون کیا تھا۔ خاندان عباسیہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں اس کا بڑا دخل تھا۔ لیکن اس کی اپنی بڑی مضبوط جماعت تھی اور اس کے فکر میں لگا رہتا تھا حتیٰ کہ اس کے قتل میں کامیاب ہو گیا اور اس کی جماعت کو دولت برسا کر مطیع کر لیا)

(۶۰) خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آ گئے۔ تو مہدی نے چاہا کہ خوشبو جلائی جائے۔ قاضی صاحب کے لئے۔ تو خادم کو جو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لئے عود لاؤ۔ عود ایک خوشبودار لکڑی ہے جس کے جلنے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ مہدی کا اشارہ تھا ... عود باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے، خادم نے عود یعنی باجہ ... اور اس نے لا کر قاضی صاحب کی گود میں رکھ دیا۔ شریک نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج

صبح اس باجہ کو افسر پولیس نے برآمد کیا تھا ہم نے چاہا کہ یہ قاضی صاحب کے ہاتھ سے ٹوٹے قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کر کے کہا جزاک اللہ خیراً۔ امیر المؤمنین کہا اور اس کو توڑ دیا پھر دوسری باتوں میں لگ گئے اور وہ واقعہ فراموش ہو گیا۔ پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے وکیل کو ایک شئے معین کے لانے کا حکم دیا مگر وہ دوسری لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہو گئی۔ تو قاضی صاحب نے کہا اے امیر المؤمنین اس پر ضمان ہے (یعنی اس کی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوئی اس کا ضمان ادا کرو (یہ دوسری ذکاوت ہے کہ لطیف طور پر دوسرا باجہ مہیا کرنے کا خادم کو ایما کیا)

(۶۱) محمد بن الفضل نے کہا کہ مجھ سے ایک ادیب نے حسن الوصیف کی روایت سے بیان کیا کہ مہدی دربار عام میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک جوتہ تھا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ اس نے پیش کر دیا۔ تو اس کے اندر کے حصہ کو بوسہ دیا۔ اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور حکم دیا کہ اس شخص کو دس ہزار درہم دیئے جائیں جب وہ درہم لیکر چلا گیا تو ہمنشینوں سے کہا کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں یہ سمجھا نہیں ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ آپ نے اس کو پہنا ہو (ہمارے اس طرز عمل میں یہ مصلحت تھی کہ) اگر ہم اس کی تکذیب کرتے تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا کہ میں نے امیر المؤمنین کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتہ پیش کیا اور امیر المؤمنین نے اس کو مجھ پر پھینک دیا اور اس کی تصدیق کرنیوالوں کی بہ نسبت تصدیق کرنیوالے بہت لوگ ہوتے۔ کیونکہ عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری سطح کو دیکھتے ہیں۔ اور ہر کمزور کی حمایت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ طاقتور کے مقابلہ پر۔ چاہے وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ (اور طاقتور حق وانصاف پر ہو) تو ہم نے (دس ہزار درہم میں درحقیقت) اس کی زبان خریدی ہے اور بظاہر اس کا ہدیہ قبول کیا اور اسکے قول کی تصدیق کر دی جو کچھ ہم نے کیا وہ ہماری رائے میں مناسب معلوم ہوا۔

(۶۲) خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مبرد لکھتے ہیں کہ مجھ سے عمارہ بن عقیل نے ذکر

کیا کہ مجھ سے ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ امیر المؤمنین یعنی مامون رشید شعر میں مہارت نہیں رکھتے میں نے کہا کہ اُن سے زیادہ شعر میں صاحب فراست کون ہو گا۔ ان کا حال یہ ہے کہ ہم شعر کا پہلا حصہ پڑھتے ہیں تو وہ بقیہ حصہ سننے سے پہلے ہی آخر تک پورا شعر پڑھ دیتے ہیں۔ ابن ابی حفصہ نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے (ان کی مدح میں) ایک شعر پڑھا جس میں اعلیٰ مضمون تھا مگر ان میں اس کو سنکر کچھ بھی تحریک نہ ہوئی اور وہ بیت یہ ہے اس کو سنو۔

اضحی امام الھدیٰ المامون مشتغلاً   بالدین والناس بالدنیا مشاغیل

(ہدایت کے امام مامون الرشید برابر دین میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ سب لوگ دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں)

میں نے کہا اس شعر میں آپ نے ان کی مدح کی ہی کیا ہے (جس پر وہ جھوم جاتے) بجز اس کے کہ آپ نے ان کو ایسی بڑھیا کے درجہ میں ڈال دیا جو ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے محراب میں بیٹھی رہتی ہو۔ تو جب امیر المؤمنین دنیاوی امور سے کنارہ کش ہو گئے تو ان کا نظم کون انجام دے گا۔ حالانکہ وہ اسی کے ذمہ دار ہیں۔ (اس شعر پر بالکل ساکت رہنا تو ان کی بصیرت کی سب سے بڑی دلیل ہے) تم نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تمہارے چچا جریر نے عبد العزیز بن الولید کی مدح میں کہا تھا۔

فلا ھو فی الدنیا مضیعٌ نصیبہٗ   ولاعرض الدنیا عن الدین شاغلہ

(وہ نہ دنیا کے بارے میں (یعنی در بارۂ نظم مملکت) اپنے حصہ کو ضائع کرنے والا ہے اور نہ دنیا کی متاع اس کو دین سے بے پروا کر سکتی ہے۔

(۶۴) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حکایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حسن لؤلؤی مامون الرشید کو کوئی قصہ سنا رہے تھے اور مامون اس وقت امیر المؤمنین بن چکے تھے۔ مامون کو اونگھ آ گئی حسن لؤلؤی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ سو گئے تو مامون نے بیدار ہو کر کہا بازاری شخص ہے واللہ! اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کر دے [illegible] اس لئے کہا کہ مامون [illegible] سوتے وقت کوئی قصہ سننے سے [illegible] نیند [illegible] تو اس [illegible] کو جو [illegible] سے بڑی غلطی [illegible] بے ادبی بھی تھی اس لئے مامون نے بازاری شخص کہہ کر [illegible] کی [illegible]

(٦٤) خلیفہ معتضد باللہ کے متعلق (ان کے مصاحب خاص) ابوعبداللہ محمد ابن حمدون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معتضد باللہ نے رات کے وقت جب رات کا کھانا حاضر کیا جا چکا تھا مجھے حکم دیا کہ تم کو کھانا کھلاؤ اور دسترخوان پر جوان مرغ مسلم اور تیتر بھونے ہوئے چنے گئے تھے۔ تو میں نے مرغ کے سینہ سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو اس سے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اُتارنے کا ایماء کیا۔ تو میں نے اُن کی ران سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو فرمایا کیا ہو گیا آج تو میرے ساتھ عجیب حرکات کر رہا ہے ان کے سینہ کا گوشت نکال۔ میں نے کہا اے میرے آقا آج تو میں نے عقل کو پاؤں کے نیچے دبا رکھا ہے (کہ بعید از عقل حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں) یہ سنکر ہنسنے لگے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو کتنا ہنساتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں ہنساتے۔ فرمایا اس رومال کو اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے سے ملے وہ لے لو۔ میں نے جب اس کو اٹھایا تو نیچے سے ایک دینار نکلا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو لے لوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اس وقت میرے ساتھ عجیب بات آپ کر رہے ہیں (کہ خلیفہ اپنے ندیم کو عطا کر رہے ہیں صرف ایک دینار) فرمایا افسوس ہے بیت المال میں تیرا کوئی حق اس سے زیادہ نہیں۔ اور میرا نفس اپنے ذاتی مال میں سے دینا پسند نہیں کر رہا ہے لیکن اچھا میں ایک ایسا حیلہ کروں گا جس سے تجھ کو پانچ ہزار دینار مل جائیں۔ میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے کہ کل جب میرے پاس قاسم یعنی ابن عبیداللہ (وزیر) آئیں گے اور میری نظر ان پر پڑے گی تو میں تجھ سے دیر تک (مصنوعی) سرگوشی کروں گا اور تیرے ساتھ اس طرح التفات کروں گا جیسا کہ کوئی غصہ کی حالت میں ہو اور تو اس سرگوشی کے دوران میں وزیر کی طرف کڑی نظر سے دیکھتے رہنا جس طرح حسد کا ارادہ کرنے والے دیکھتے ہیں۔ جب یہ سرگوشی ختم کر دوں تو چلے جانا تو جب تک وزیر باہر نہ جائے دہلیز کو مت چھوڑنا (اس کے آس پاس لگے رہنا) جب وزیر تجھ سے ملے گا تو تجھ سے بہت عمدہ طور سے مخاطب ہو گا اور تیری زبردستی دعوت کرے گا تجھ سے حال پوچھے گا تو اس سے اپنے افلاس کا حال بیان کرنا۔ اور میری خدمت خاص کا اور میرے کم دینے کا ذکر کرنا اور یہ کہہ دینا کہ قرض اور عیال کے بوجھ نے کمر دوہری کر دی ہے۔ اور وہ جو کچھ تجھے دے وہ لے لینا اور جس قیمتی چیز پر تیری نظر پڑ جائے وہ اس سے طلب کر لینا دیکھیے

شروع کر دیگا۔ یہاں تک کہ تو پانچ ہزار دینار کا حساب پورا کرے۔ پھر جب تو یہ سب لے آئیگا۔ تو وہ مجھ سے پوچھیگا کہ وہ خاص باتیں کیا ہو رہی تھیں تو پوری بات سچ سچ بیان کر دینا۔ خبردار جھوٹ مت بولنا اور بتا دینا کہ میں نے یہ ایک حیلہ کیا تھا اور ساری بات سنا دینا مگر یہ سب گفتگو اس وقت کرنا جب اس کا اصرار بڑھ جائے اور تو اس کو راز میں رکھنے کے لئے اس سے قسم غلیظہ الطلاق و العتاق کی لے چکے اور یہ گفتگو اس وقت کرنا جب کہ وہ تمام مال اپنے گھر میں پہنچا چکے۔ پھر جب کل کا دن آیا اور قاسم (وزیر) حاضر ہوئے تو خلیفہ نے (اس کو دیکھ کر) اس سے سرگوشی شروع کر دی اور سارا قصہ طے شدہ سکیم کے مطابق پیش آیا۔ جب میں نکلا تو وزیر صاحب دروازہ پر موجود تھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے کہ اے ابو محمد! تم ہم کو کیوں ستایا کرتے ہو تم ہمارے پاس کبھی آتے ہی نہیں، کبھی ملاقات نہیں کرتے۔ نہ کبھی ہم سے اپنی کوئی حاجت بیان کرتے ہو۔ میں نے ان سے عذر کیا کہ خلیفہ کی خدمت میں مسلسل کام رہنا پڑتا ہے۔ کہنے لگے آج تو تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا اور کچھ وقت مسرت کے ساتھ گذارنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر سواری میں بٹھا لیا اور مجھ سے میرا حال پوچھنا شروع کر دیا اور میں نے شکایت شروع کر دی کہ میں خلیفہ کا رازدار ہوں مقروض ہوں اور تنگی معاش و قرض میں مبتلا ہوں اور بیٹیوں کی شادی کا فکر ہے۔ خلیفہ کی لاپرواہی و بخل کا بھی ذکر کیا تو بڑی ہمدردی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہماری وسعت میں ہے ہم اس سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ اگر تم ہم سے پہلے ذکر کر دیتے تو ہم تمہاری مدد کرتے اور یہ تکلیفیں نہ پہنچنے دیتے۔ میں نے شکریہ ادا کیا پھر ہم مکان پر پہنچ گئے تو کسی طرف توجہ کئے بغیر اوپر چڑھ گئے اور ملازمین خاص سے کہا کہ آج کا دن ہم نے ابو محمد کے ساتھ مسرت سے گذارنے کا ارادہ کیا ہے کوئی مخل نہ ہو! اور اپنے محررین کو بھی چھٹی دیدی اور خلوت گاہ کو بالکل خالی کر لیا۔ اور مجھ سے باتیں شروع کر دیں میرے دستر خوان بچھایا گیا اور میرے لئے میوے لائے گئے اور اپنے دست خاص سے اٹھا اٹھا کر دیتے رہے کھانا آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شراب کا شغل شروع ہوا تو میرے لئے تین ہزار دینار کا حکم ہوا جن کو میں نے فوراً منگوا لیا اور کپڑے، خوشبوئیں اور سواریاں دی گئیں میں یہ سب وصول کرتا رہا اور میرے سامنے چاندی کی صینی تھی جس میں چاندی کی سیانچی تھی اور بیش بہا ظروف شراب

تھے گلاس اور پیالے بیش قیمت بلور کے تھے۔ ان سب کے بارہ میں حکم دیا گیا کہ میری سواری میں رکھ دیئے جائیں میں نے بھی جس قیمتی چیز پر نظر پڑی وہ مانگ لی۔ ایک نفیس فرش مجھے دیا گیا کہ یہ بیٹیوں کے لئے ہے۔ پھر جب اہل مجلس رخصت ہوئے تو مجھے تنہائی میں کہا کہ اے ابو محمد میرے والد کے حقوق جو تم پر ہیں تم خود جانتے ہو اور میری دوستی کا بھی علم ہے میں نے کہا میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں کہنے لگے کہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر قسم کھاؤ کہ تم بالکل سچی بات بیان کرو گے۔ میں نے کہا بسر وچشم پھر مجھے سچ بولنے پر اللہ کی قسم کھلائی اور سچائی پر بیوی پہ طلاق اور آزاد ہو جانے کی شرط بھی قبول کرائی۔ پھر سوال کیا کہ میرے بارے میں کسی معاملہ پر تم اور خلیفہ آج سرگوشی کر رہے تھے (ادھر یہ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق وہ اموال غنیمت اپنے دولت کدہ پر پہنچا چکے ہوں گے) تو میں نے سچائی کیساتھ تمام ماجرا حرف بحرف سنا دیا۔ کہنے لگے تم نے مجھے بہت ہلکا کر دیا اور چونکہ خلیفہ کی نیت نیک ہے تو مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوئی میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر واپس آگیا۔ اگلے دن علی الصباح میں معتضد باللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہنے لگے اپنی سرگزشت سناؤ۔ تو میں نے تمام داستان عرض کر دی کہنے لگے کہ دیناروں کو حفاظت سے رکھنا اور ایسا خیال کر لینا کہ میں جلد تک ایسا حیلہ پھر کر دوں گا۔

(۶۵) ابو بکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتضد باللہ ایک مکان میں جو ان کے لئے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان کو دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ خلیفہ نے ابن حمدون سے کہا جو وہاں موجود تھے اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ یہ کون ہے یعنی ایک بے حقیقت شخص ہے کہ آپ ایسے شخص کی سوچ میں پڑ گئے۔ شاید ایسا ہو کہ یہ کنبہ نہ رکھتا ہو اور مصارف کی فکر سے اس کا دل خالی ہو۔ خلیفہ نے کہا افسوس ہے (تو کچھ نہ سمجھا) میں نے اس کے بارے میں جو اندازہ کیا ہے میں اس کو غلط نہیں سمجھتا یا تو کہیں سے بغیر محنت اس کو کچھ دینار ہاتھ آگئے اور یا یہ چور ہے اور مٹی گارے کے کام سے اپنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ابن حمدون نے خلیفہ سے اس بات میں اختلاف کیا خلیفہ نے کہا کہ اس

یہ شخص کو ہمارے سامنے لاؤ تو وہ حاضر کیا گیا اور کوڑے مارنے والے کو بلایا گیا اور حکم دیا کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر اس نے سچ بیان کیا تو اس کی گردن مار دی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگا لیا گیا تو اس وقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دیدیجئے (تو میں سچی بات کہدوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا چند مہینے گذرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس سے گذرا جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی میں اس کے پیچھے لگ گیا اس نے ایک بھٹی کے قریب بیٹھ کر ہمیانی کھولی اور اس میں سے ایک دینار نکالا۔ اس کو میرے پیچھے کھڑے ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دیناروں ہی سے بھری ہوئی ہے تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر دریائے دجلہ میں پھینک آیا۔ دینار میرے پاس موجود ہیں جن سے میرے دل کو تقویت پہنچتی ہے معتضد نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے مکان سے دینار نکال لائے (چنانچہ) ہمیانی لائے گئے، ہمیانی پر اس مقتول مالک کا نام مع ولدیت لکھا ہوا مل گیا۔ تو شہر میں اس نام کی منادی کرائی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے، اور یہ اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک غائب ہے۔ تو خلیفہ نے وہ سب دینار اس کے سپرد کر دیئے اور اس کی عدت گذارنے کا حکم دیا۔ اور اس کالے شخص کی گردن مار دی گئی اور حکم دیا کہ اس کی لاش کو وہیں بھٹی میں ڈالدی جائے۔

(۶۷) محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتضد باللہ کسی ضرورت سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک مرد ابھی ... ایک دوسرے شخص کی پشت سے اتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے ... ہوا اور دوسرے لوگوں میں شامل ہو گیا۔ معتضد نے ... یکے بعد دیگرے ہر ایک لڑکے کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع کر دیا جب اس مجرم لڑکے کا نمبر آیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھا

تو اس کو سخت خفقان شروع ہوگیا (خوف سے اس کے دل کی حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ باور کھتے ہی اور بڑھ گئی) معتضد نے اس کے لات ماری اور بیٹھ گئے اور کوڑے وغیرہ منگائے تو اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کرلیا تو اس کو قتل کر دیا۔

(۶۷) محسن ایک اور واقعہ معتضد باللہ کا بیان کرتے ہیں کہ اُن کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارہ کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا جب وہ بھاری محسوس ہوا تو اس کو کھینچا جب اس کو لیکر اس کا مُنہ کھولا تو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا جو مہندی سے رنگا ہُوا تھا معتضد باللہ کے حکم سے وہ تھیلا مع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا۔ خلیفہ پر اس کا سخت اثر ہوا۔ فرمایا کہ شکاری سے کہو کہ وہ اس موقع کے آگے پیچھے مختلف مقامات پر دوبارہ جال ڈالے شکاری نے ایسا کیا تو ایک اور تھیلا نکلا جس میں سے ٹانگ برآمد ہوئی۔ پھر تلاش کیا گیا تو کوئی چیز نہ ملی۔ اس واقعہ سے معتضد باللہ پر سخت رنج وغم طاری ہوگیا کہ میری موجودگی میں اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو انسان کو قتل کر کے اس کے اعضا کاٹ ڈالتے ہیں اور میں گرفتار نہ سکوں۔ یہ کیا سیاست ہے کہتے ہیں کہ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے) جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک معتمد کو بلا کر ایک خالی تھیلا دیا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کر بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کہ یہ اس کا بنا ہوا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ تم نے کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اس سے خریدار کا حال معلوم کر کے اس سے مل کر معلوم کرو کہ اس نے کس کو بیچا اور کسی کو اس تفتیش کی وجہ مت بتانا۔ وہ شخص تین دن تک غائب رہا۔ پھر اس نے آکر بیان کیا کہ وہ برابر اس کی جستجو میں چمڑے والوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ اس کے بنانے والے نے اس کو پہچان لیا اور اس سے میں نے پوچھا کہ تم نے یہ کس کو فروخت کیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایک عطر فروش کے ہاتھ بیچا تھا جو سوق یحییٰ[1] میں ہے۔ پھر عطر فروش سے مل کر اس کو تھیلا دکھایا اس نے دیکھ کر کہا "ارے یہ تھیلا تمہارے ہاتھ کہاں سے آگیا" میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو اس نے کہا ہاں تین مہینہ ہوئے مجھ سے دس تھیلے فلاں ہاشمی نے خریدے تھے میں نہیں جانتا کہ کس غرض سے اس نے لئے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی میں کا ہے۔ میں نے کہا وہ ہاشمی کون ہے اس

---

[1] بازار کا نام ۱۲

نے کہا کہ وہ علی بن زیاد کے بیٹوں میں سے ہے جو مہدی کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا یہ نام ہے بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لئے ایک فساد عظیم ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا اور دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی ایذا رسانی اور حکومت میں اس کے رسوخ اور مال و دولت کے خوف کی وجہ سے معتضد کو اس کے مظالم سے خبردار کر سکے۔ اور وہ ہمیشہ مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے اور میں اس کی گندی داستانیں سنا کرتا ہوں یہاں تک کہ ایک دن اس نے بیان کیا کہ وہ فلاں مغنیہ پر جو فلاں مغنیہ کی باندی ہے کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ اعلیٰ درجہ کی گانے والی ہے۔ اس نے اس کی مالکہ سے سودا کرنا چاہا مگر بن نہیں سکا۔ جب چند ایام گذر گئے تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی مالکہ اس کو ایک گاہک کو بیچ دینا چاہتی ہے وہ آگیا ہے اس نے اس پر ہزاروں دینار لگا دیئے ہیں۔ یہ سنکر اس نے مالکہ کو اپنی طاقت کے زور سے اس پر مجبور کیا کہ اس کو صرف تین دن کے لئے اس کے سپرد کر دے۔ تو اس نے ڈر کر اس کو بھیج دیا پھر جب تین دن گذر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا۔ مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتضد نے یہ واقعہ سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدۂ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس ہاشمی کو پکڑ کر لے آئیں اور مغنیہ حاضر کی گئی اور وہ ہاتھ پاؤں نکال کر ہاشمی کو دکھائے جب اس نے دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کو اپنے ہلاک ہونے کا یقین ہوگیا۔ اور اقرار کر لیا۔ معتضد نے حکم دیا کہ مالکہ کو بیت المال سے اس کی قیمت دی جائے۔ اس کو بغداد کی واپس کر دیا گیا اور ہاشمی کو قید کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ اسے قتل کرا دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

(۶۹) عبداللہ بن محمد بن حمدون نے بیان کیا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جوئے کے مال سے کوئی جائداد نہ خریدوں گا اور میرے ہاتھ اس سلسلے سے جو رقم آئے گی اس سے موم بتیاں خریدوں گا جو جل کر ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ یا پینے کے لئے نبیذ خرید لی جائے گی۔ یا کسی مغنیہ کو

گانے کا انعام اس میں سے دیا جاتا تھا۔ ایک دن میں معتضد باللہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے ان سے ستر ہزار درہم جیتے۔ معتضد باللہ (ادائیگی کئے بغیر) اٹھ کر قبل عصر کی سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا اور اپنے اس عہد پر پچھتا رہا تھا اور دل [illegible] رہا تھا کہ ستر ہزار درہم سے کہاں تک بستیاں خریدونگا اور شراب خریدوں گا۔ اور کہتا [illegible] میں بہت جلدی کی۔ اگر میں قسم نہ کھاتا تو اب اس رقم سے اچھی جائداد خریدتا [illegible] (یعنی اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے غلام آزاد [illegible] سے برطرفی کی تھی جب معتضد نے سلام پھیرا تو مجھ سے پوچھا کہ تم کیا سوچ [illegible] تو انہوں نے کہا میری زندگی کی قسم تمہیں سچا جواب دینا چاہیئے۔ تو میں نے سب [illegible] نے کہا اور تمہارا خیال یہ ہے کہ میں قمار میں ستر ہزار درہم تمہیں دیدونگا۔ میں نے کہا تو کیا ان کو اب ساقط کردیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں ہم نے ساقط کردیئے۔ اٹھو اور ان تخیلات کو چھوڑو اس کے بعد فرض رکعات میں مشغول ہوگئے اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ غم لاحق ہوگیا اور مال کے ضائع ہونے پر رنجیدہ تھا اور اپنے نفس کو سچ بولنے پر ملامت کر رہا تھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے اے ابو عبداللہ تم کو میری زندگی کی قسم سچ بتاؤ اب دوسری مرتبہ کیا سوچ رہے ہو۔ پھر میں نے سچی بات کہدی۔ کہنے لگے کہ قمار کا معاملہ تو ہم ختم کر چکے اور کہہ چکے کہ ہم نے اس رقم کو ساقط کر دیا لیکن ہم تم کو ستر ہزار درہم اپنے مال سے ہبہ کے طور پہ دیتے ہیں۔ اس دینے پر نہ ہم کو کچھ گناہ ہوگا اور نہ تم کو اس کے لینے میں کچھ گناہ ہوگا اور جو کچھ جائداد اس سے تم خریدو گے وہ بھی حلال ہوگی اور نہ قسم ٹوٹنے کا کوئی سوال پیدا ہوگا۔ میں نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور مال لیکر اس سے جائداد خریدی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱: وزراء کے عقل و ذہانت کے واقعات!

(۶۹) ابن الموصلی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں یحییٰ بن خالد بن برمک (وزیر) کے پاس آیا اور ان سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی انہوں نے کہا افسوس ہے ہم تمہاری کیا امداد کریں ہمارے پاس اسوقت کچھ نہیں ہے لیکن اسوقت ایک تدبیر ہم تم کو بتاتے ہیں تم اس میں جلدی کرو میرے پاس نائب السلطنت مصر آیا تھا اور اجازت چاہتا تھا کہ والی مصر کی طرف سے

میں کوئی ہدیہ قبول کر لوں مگر میں نے انکار کیا تو اس نے بہت خوشامد کی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمہاری فلاں جاریہ (باندی) کے چند ہزار دینار تم کو دیئے جاتے تھے تو تم اسے اس کے پاس لے جاؤ اور اس کو یہ بتا دو کہ وہ مجھے پسند ہے اور خبردار تیس ہزار دینار سے کم قبول نہ کرنا اور دیکھو کیا ہوتا ہے۔ واللہ یہ سن کر مجھے یہ پہنچ جانے کے سوا اور کچھ نہ سوجھا۔ جہاں اس نے ایسا کیا تھا۔ اب اس نائب حکومت مصر سے جاریہ کی قیمت پر گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا میں تیس ہزار سے کم نہ لوں گا۔ وہ گھٹانیکی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بیس ہزار دینار پر آگیا۔ جب میں نے بیس ہزار سنا تو مجھ میں استقامت نہ رہی اور اس کو رد نہ کر سکا اور میں نے اس کو فروخت کر دیا اور بیس ہزار لے لئے۔

پھر میں یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ جاریہ کی فروخت کے سلسلہ میں تم نے کیا کیا۔ میں نے ان کو مطلع کیا کہ واللہ میری ہمت نے جواب دے دیا تھا کہ میں نے بیس ہزار دینار سن کر ان کو قبول ہی کر لیا۔ اور ان کو رد نہ کر سکا۔ انہوں نے کہا تو پست خیال شخص ہے۔ اور یہ نائب شاہ مصر ہے۔ وہ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔ یہ اپنی جاریہ لیجاؤ۔ اب اگر وہ پھر اسکا سودا کرے تو پچاس ہزار دینار سے کم پر رضامند نہ ہونا۔ وہ لازمی طور پر تجھ سے خریدیگا۔ چنانچہ وہ پھر مجھ سے ملا اور اس کی قیمت پر گفتگو شروع ہو گئی۔ میں نے پچاس ہزار دینار طلب کئے وہ کم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تیس ہزار دینار اس نے مجھے دیدیئے۔ پھر میرے دل میں وہی کمزوری آگئی اور میں واپس نہ کر سکا اور پچاس ہزار پر قائم نہ رہ سکا۔ اور اسی معاملہ کو قبول کر لیا۔ پھر میں یحییٰ بن خالد سے ملا۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تجھے دوسری بار بھی ہوش نہ آیا۔ میں نے کہا واللہ میں غیر متوقع دولت ملتی دیکھ کر انکار پر قادر نہ رہا۔ کہا یہ تمہاری جاریہ موجود ہے اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ میں نے کہا یہ ایسی جاریہ ہے جس کے وجود سے مجھے پچاس ہزار دینار کا فائدہ پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اسی کا مالک بنا رہوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ آزاد ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں۔

(۷۰) یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ان کے بھیجنے والے کی عقل کا اندازہ ظاہر کر دیتی ہیں۔ ہدیہ، مکتوب اور ایلچی۔

(۷۱) ہم کو معلوم ہوا کہ منصور یحییٰ بن خالد کے اوصاف پر تعجب کیا کرتا تھا اور اس کی تیزی عقل کو بڑا درجہ دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ سب باپوں کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر خالد

بن برمک کے یہاں باپ پیدا ہوتے ہیں (یعنی فہم و فراست میں ان کا ہر بیٹا باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے)

(۷۱) یحییٰ اپنے بیٹے جعفر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا ادب کی کوئی قسم حاصل کئے بغیر نہ چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص کسی شئے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن بھی بن سکتا ہے۔ اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کبھی کسی ادبی نوع کے دشمن ہو۔

(۷۲) یحییٰ کا یہ مقولہ بھی ہے کہ جو شخص کسی مرتبہ پر پہنچ کر مغرور ہو گیا وہ خبر دے رہا ہے کہ اس کا اصلی مقام اس سے کمتر ہے۔ کسی شخص نے یحییٰ کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ آپ احنف سے بھی زیادہ بردبار ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس شخص کا اپنے قریب ہونا بھی پسند نہیں کرتا جو مجھے میرے اصلی مقام سے زیادہ ظاہر کرے۔

(۷۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے اپنے محل میں بید کا ایک گٹھر دیکھا تو اپنے وزیر فضل بن الربیع سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین عروق الرماح یعنی وہ شاخیں جن سے نیزہ بنتا ہے (بید کو عربی میں خیزران کہتے ہیں)۔ جواب میں اس نے خیزران نہیں کہا کیونکہ ہارون رشید کی ماں کا نام خیزران تھا۔

(۷۵) فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی مقتضی ہو کر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب ہو گا اور) انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہو گا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہو گا۔

(۷۶) ثعلب کہتے ہیں کہ حسن بن سہل پریشان ہو جانے کے باوجود لوگوں کو کثرت کے ساتھ دیتے تھے اس پر میں نے ان سے کہا لیس فی السرف خیر (اسراف یعنی زیادہ خرچ کرنے میں بھلائی نہیں) انہوں نے جواب دیا۔ بل لیس فی الخیر سرف (بلکہ بھلائی میں اسراف ہوتا ہی نہیں) اُن ہی الفاظ کو ترتیب بدل کر لوٹا دیا جس سے معنے سے بھر پور جملہ بن گیا۔

(۷۷) فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی داڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اسکو ہاتھ لگایا اور نہ اُن سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المؤمنین کا آئینہ لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس سے کہا کہ امیر المؤمنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شئے کو نکال دیا۔

(۷۸) ابو علی بن مقلہ کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن بن الفرات کا کاتب (یعنی پیشکار) تھا اُن کے سامنے کام کرتا تھا۔ ابتداء میں مجھے دس دینار ماہوار ملتے تھے اس زمانہ میں حسن ابن الفرات دیوان خانہ میں اپنے بھائی کی ماتحتی کام کرتے تھے جب ان کی ترقی ہو گئی۔ تو انہوں نے میری ترقی تیس دینار ماہوار کر دی میں اس تنخواہ پر ان کی پیشی کرتا رہا یہاں تک کہ اب وہ خود وزارت عظمٰی پر فائز ہو گئے اب مجھے پانسو دینار ماہوار ملنے لگا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حکم دیا کہ ان تمام مخالفین کا اثاث البیت ضبط کیا جائے جنہوں نے معتز باللہ کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں مخالفین کا مال و متاع پیش کیا جا رہا تھا وہ اس کو ملاحظہ کر کے خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانہ میں بھیجتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ اُن کے پاس دو صندوق لائے گئے۔ اور یہ کہا گیا کہ یہ دونوں معتز باللہ کے بیٹے کے مکان سے برآمد کئے گئے ہیں ابوالحسن وزیر نے دریافت کیا کہ تم نے دیکھ لیا کہ ان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ان میں تحریریں ہیں جن میں ان لوگوں کے اسماء اور نسب درج ہیں جنہوں نے معتز کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کو مت کھولو پھر غلاموں کو حکم دیا کہ آگ لاؤ اور فراش کو ئلہ لائے وہ بہت سی آگ دہکا نے کی ہدایت کی اور میری اور دیگر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ واللہ اگر میں ان دونوں صندوقوں میں کا ایک کاغذ بھی دیکھ لیتا تو ہر وہ شخص جس کا نام اس میں موجود ہے یہ گمان کر لیتا کہ شاید میں اسکو پہچان چکا ہوں اس طرح سب ہی کی نیتوں میں فساد پیدا ہو جاتا میری طرف سے بھی اور خلیفہ مقتدر باللہ کی طرف سے بھی اور یہ عقل کی بات نہیں۔ ان دونوں صندوقوں کو پھونک دو ان دونوں صندوقوں کو مقفل حالت میں ہی آگ میں ڈال دیا گیا جب وہ ان کی موجودگی میں جل چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابو علی اب ہر اس شخص کو جس سے لغزش ہو گئی تھی اور اس نے معتز کے بیٹے سے بیعت کر لی تھی اور خلیفہ بھی ان سب کے حق میں معافی اور امن کا حکم دے چکے ہیں میں نے ٹھان کہ دیا۔ اب لوگوں کے نام میری طرف سے امن کی تحریر لکھتے ہو تمہارے پاس جو شخص بھی امن کی درخواست لیکر آئے وہ کوئی بھی ہو امن کا حکم لکھ کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اس پر دستخط کر دوں میں تم کو یہ حکم لکھنے کا اختیار دیتا ہوں۔ پھر حاضرین سے کہا کہ جو کچھ میں نے ان کو حکم دیا ہے اس کی لوگوں میں اشاعت کر دو تاکہ جو لوگ چھپے پھرتے ہیں وہ ابو علی کے پاس خوشی سے امن کی درخواستیں لیکر آ جائیں ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور

پوری جماعت نے ان کے لئے دعا کی اور خبر شائع ہو گئی اور امان کے احکامات لکھے گئے۔ اس سلسلہ میں تقریباً ایک لاکھ احکامات لکھے گئے (یہ ابو علی بن مقلہ فن خوشنویسی کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۱۲ اشتیاق احمد)

(۷۹) ابو علی بن مقلہ کے بیٹے ابو القاسم حسن کہتے ہیں کہ ایک دن ابو علی بن مقلہ کھانا کھا رہے تھے جب دستر خوان بڑھایا گیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ دھوئے تو انہوں نے اپنے کپڑے پر ایک زرد نقطہ دیکھا جو اس حلوے کا لگ گیا تھا جو کھا رہے تھے تو دوات کھول کر اس زرد نشان پر قلم سے ایک نقطہ اس طرح بنا دیا کہ وہ نشان چھپ گیا اور کہنے لگے کہ وہ نشان خواہش نفس کا تھا۔ اور یہ نشان میری صنعت کا ہے اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

انما الزعفران عطر العذارى | و مداد الدواة عطر الرجال

زعفران صرف عورتوں کا عطر ہے | اور دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے

(۸۰) ابو بکر صولی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں کچھ اشعار پڑھے تو انہوں نے کہا کہ تم فلاں شاعر سے بڑھے ہوئے ہو۔ میں نے کہا چونکہ آپ کا کرم مجھ پر زیادہ ہے اس لئے آپ نے یہ خیال فرمایا ورنہ فلاں شاعر تو مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ جب ہم مجلس سے باہر آئے تو مجھ سے قاسم بن عبید اللہ نے کہا تم نے (یہ کیا حرکت کی؟) کہ امیر المؤمنین کی بات کو رد کیا۔ انہوں نے ایک بات فرمائی تم نے اس کی نفی کی۔ میں نے کہا کہ میری سمجھ اتنی کہاں ہے۔ (اس حکایت میں قاسم کی ذکاوت کے اظہار کے علاوہ بزرگوں کے ادب کی تعلیم بھی مقصود ہے)

(۸۱) حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھیں اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہا کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اور ان پر ان کا اظہار کئے بغیر چارہ بھی نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہیئے۔ اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق کچھ خبریں (الگ الگ) تحریر کیں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دیکر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان

میں سے ایک کو خلوت میں بلا کر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اسکو تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔ اس طرح ہر ایک کو جدا جدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔ اس پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جو خبریں مشہور ہوئیں ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا اور جو حقیقۃً خیر خواہ تھے ان سے بیان کی ہوئی باتیں چھپی رہیں۔ اس تدبیر سے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ دیانت دار کون ہیں اور اسرار کو فاش کرنے والے کون لوگ ہیں جن سے آئندہ احتیاط رکھی۔

(۸۲) منقول ہے کہ وزیر فخر الملک کے سامنے ایک شخص کی رپورٹ پیش کی گئی جس میں ایک دوسرے شخص کی چغلی کھائی گئی تھی۔ جس پر فخر الملک نے یہ تحریر کیا کہ سعایت یعنی چغلی کھانا بدترین عیب ہے اگرچہ خیر خواہی سے ہو۔ کیونکہ اگر تم نے خیر خواہی سے بھی کیا تو اس میں تمہارا نقصان تمہارے نفع سے بڑھا ہوا ہے اور میں کسی ممنوع فعل میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ کسی ذلیل شخص کی بات سنتا ہوں جو کسی ایسے شخص سے متعلق ہو کہ اس کو کچھ خبر نہیں۔ اگر تم بڑھاپے کی حمایت میں نہ ہوتے تو تمہارے جرم کے مقابلہ پر جو سزا مناسب ہو سکتی ہے میں اس کے لئے تیار ہو جاتا جو تم جیسے لوگوں کو پھر اس جیسی حرکت سے روک دیتی۔ اب تم کو چاہئے کہ اس عیب سے اپنے نفس کو صاف کرو اور عالم الغیب سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد کے حال کو اس مقام سے دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۸۳) وزیر ابو منصور بن جہیر نے ایک دن ابو نصر بن الصباغ کے بیٹے کو نصیحت کی۔ استعمل باداب دالا کنت صناعاً بغراب۔ آداب سے بلند مرتبہ (جو انسانیت کا حق ہے) حاصل کرو ورنہ پھر تو مثل کوے کے ہو گا (جو سدھایا نہیں جا سکتا) آداب سے اپنا مقام بلند کرو ورنہ غراب (یعنی کوے) کے مرتبہ پر رہو گے۔ اس میں لفظ صناع نے ایک حسن پیدا کر دیا کہ وہ صناع کی اولاد میں سے تھا۔

باب ۱۱: بادشاہ، امراء، درباری اور پولیس کے عمال کی حکایات

(۸۴) مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک خراسانی شخص بغداد میں آیا جو حج کے

لئے جا رہا تھا اس کے پاس ایک دست کا موتیوں کا ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اس نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر نہ بک سکا۔ تو وہ ایک عطار کے پاس آیا جس کی اچھی شہرت تھی اس کے پاس، ہار کو امانت رکھدیا اور حج کو چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور اس کے لئے ہدیہ لیکر اس سے ملا اس سے عطار نے کہا آپ کون ہیں اور یہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے تمہارے پاس ہار امانت رکھا تھا تو اس نے اس سے بات ہی نہ کی اور دھکے دیکر دوکان سے نیچے پھینک دیا اور کہنے لگا تو مجھ پر ایسے دعوے کر رہا ہے۔ لوگ جمع ہو گئے اور حاجی سے کہنے لگے کہ جس شخص پر تو یہ دعویٰ کر رہا ہے نہایت نیک شخص ہے۔ حاجی حیرت میں تھا اور بار بار اپنی بات لوگوں کو سناتا تھا مگر بجز گالیوں اور مار کے اس کو کچھ نہ ملا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ عضد الدولہ کے پاس جاؤ ان کو ایسے امور میں بڑی فراست ہے تو اس نے اپنا پورا واقعہ لکھ کر کسی مقرب کی معرفت عضد الدولہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کو آواز دی گئی تو یہ حاضر ہوا اس سے پورا قصہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم کل صبح جا کر اس عطار کی دوکان پر بیٹھ جاؤ اگر وہ نہ بیٹھنے دے تو اس کے سامنے کی کسی دوکان پر بیٹھ جاؤ اور مغرب تک بیٹھے رہو اور اس سے بات شروع نہ کرو۔ اسی طرح تین دن کرو۔ چوتھے دن ہم ادھر سے گذریں گے اور کھڑے ہو کر تم سے سلام علیک کریں گے تم کھڑے نہ ہو اور نہ وعلیکم السلام سے آگے کوئی اور لفظ بولنا جو کچھ میں تم سے سوال کروں صرف اسی سوال کا جواب دینا۔ اور کچھ نہ کہنا پھر ہماری واپسی کے بعد تم اس عطار سے ہار کا ذکر چھیڑ دینا۔ پھر جو کچھ جواب دے تم کو تو اس کی مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر وہ تم کو ہار واپس کر دے تو اس کو لے کر ہمارے پاس آجانا۔ اس ہدایت کے مطابق یہ شخص عطار کی دوکان پر بیٹھنے کے لئے پہنچا مگر اس نے نہ بیٹھنے دیا تو وہ سامنے کی دوکان پر بیٹھ گیا اور تین دن تک بیٹھا رہا جب چوتھا دن ہوا تو عضد الدولہ ایک شاندار جلوس کے ساتھ ادھر آئے اور جب اس خراسانی کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور السلام علیکم کہا۔ اس نے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہی وعلیکم السلام کہا عضد الدولہ نے کہا بھائی صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں مگر ہم سے نہیں ملتے نہ کوئی خدمت ہمارے سپرد کرتے ہیں اس نے جواب میں جیسا کہ طے ہوا تھا لمبی گفتگو سے بچتے ہوئے معمولی ہاں ہوں کی۔ مگر عضد الدولہ اس سے اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے اور ان کی وجہ سے پورا لشکر کھڑا رہا اس سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص عضد الدولہ کا بڑا مخلص دوست ہے۔ اور

اس عطار پر تو خوف سے غشی طاری ہونے لگی۔ جب عضد الدولہ رخصت ہو گئے تو عطار نے حاجی سے
کہا کہ میاں یہ افسوس ہے کہ تم نے یہ نہ بتایا کہ تم نے ہمارے پاس وہ ہار کس زمانہ سے رکھا تھا اور وہ کس چیز
میں بندھا ہوا تھا تم مجھے یاد دلاؤ شاید یاد آجاوے۔ اس نے اس کو سب کچھ بتایا اب وہ ڈھونڈنے
کے لئے کھڑا ہوا ادھر اُدھر ہاتھ مارنے کے بعد ایک تھیلا اُلٹا جس میں سے ہار گرا۔ تو کہنے لگا میں درحقیقت
بالکل بھول گیا تھا۔ اگر تم پورا حال نہ بتاتے تو اب بھی یاد نہ آتا۔ اس نے ہار لے لیا۔ اب حاجی نے اپنے
دل میں کہا کہ اب عضد الدولہ کو بتانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پھر اس کو یہ خیال آیا کہ شاید عضد الدولہ ہی
خرید لے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ عضد الدولہ نے اس کے ساتھ اپنے حاجب کو
وہ ہار دیکر عطار کی دوکان پر بھیجا جس نے عطار کو پکڑ کر وہ ہار اس کے گلے میں ڈالدیا اور اس کو
دوکان کے دروازے پر ہی پھانسی دیکر لٹکا دیا۔ اور منادی کردی گئی کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کے
سپرد ایک امانت کی گئی مگر وہ منکر ہو گیا۔ جب دن گذر گیا تو حاجب نے اس کی گردن سے ہار نکال
کر حاجی کے سپرد کر دیا اور جانے کی اجازت دے دی۔

(۸۵) ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ عضد الدولہ کے امراء میں سے ایک ترک نوجوان تھا۔ اُس نے یہ
حرکت شروع کی کہ ایک مکان کی دیوار کے سوراخ سے اس میں رہنے والی ایک عورت کو جھانکتا رہتا
تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ ترکی روزانہ بہت دیر تک اس روزن سے جھانکتا رہتا ہے اس نے
مجھ پر آرام حرام کر دیا ہے یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ ہر دیکھنے والا یہی سمجھیگا کہ میں اس سے
باتیں کیا کرتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اس کے شوہر نے کہا کہ تو اس کے نام ایک
پرچہ لکھ جس کا یہ مضمون ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بیکار بات ہے۔ جب عشا کے بعد اچھی طرح اندھیرا
ہو چکے اور لوگ غافل ہو جائیں تو تم گھر میں آجانا میں دروازے کے پیچھے ہونگی۔ اس کے بعد اس نے
دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ ترکی آیا تو اس
نے دروازہ کھولا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے فوراً ہی اس کو دھکا دیکر گڑھے میں ڈالدیا اور
اس پر مٹی بھر دی اس واقعہ کو کئی دن گذر گئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک دن عضد الدولہ نے دریافت
کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے تو ان کو بتایا گیا کہ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ تب پھر عضد الدولہ غور
کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے یہ صورت نکالی، کہ ایک ملازم کو اس مؤذن

کو بلانے کے لئے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا تھا۔ اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا (اور عضد الدولہ کے سامنے حاضر کر دیا پھر عضد الدولہ نے) آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لو اور جو کچھ ہم تم کو حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشا کی آذان زیادہ رات گئے دیکر مسجد میں بیٹھ جانا پھر سب سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے میرا حکم گرفتاری نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دیدینا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اور ویسا ہی کیا۔ تو جو شخص سب سے پہلے آیا وہ وہی شیخ تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اُس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری ہی طرف لگا ہوا تھا اور تمہیں اس طرح گرفتار کر کے بلانے سے عضد الدولہ کی تم سے کیا غرض تھی۔ مؤذن نے کہا کہ الحمد للہ خیریت ہے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضد الدولہ کو جا کر حال سُنایا۔ اُنہوں نے شیخ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ حاضر کیا گیا۔ اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے بیان کرو۔ اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات عرض کرتا ہوں۔ میری بیوی بہت پردہ دار اور پاکدامن ہے یہ شخص اس کی گھات میں لگا رہتا تھا اور ایک موری کے نیچے کھڑا رہتا تھا وہ بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہوگئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا (سب تفصیل بیان کر دی) عضد الدولہ نے کہا جاؤ سپرد خدا۔ نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ ہم نے کہا۔

(۸۶) محمد بن عبد الملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی شکایت کی گئی جو کُرد قوم کے تھے۔ یہ لوگ لُوٹ کھسوٹ کرتے تھے اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ جاتے تھے (اس لئے اُن پر قابو پانا مشکل ہوگیا) تو عضد الدولہ نے ایک تاجر کو بلایا۔ اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی تھی اور اس حلوے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا اور اس کو کچھ دینار عطا کئے اور اس کو حکم دیا کہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے اور یہ ظاہر کرے کہ ان میں ان اطراف کے بعض حکام کی عورتوں کیلئے بطور ہدیہ شاہی حلوا بھیجا جا رہا ہے۔ تاجر نے تعمیل کی اور قافلہ کے ساتھ آگے روانہ ہوگیا۔ جب قافلہ ڈاکوؤں کی زد میں پہنچ گیا، تو ڈاکو لوگ آپڑے اور ڈاکوؤں نے قافلہ کا سب مال متاع قبضہ میں کر لیا اور ان میں سے ایک شخص نے خچر پر قبضہ کیا اور جو فست کیا ساتھ اس کو بھی پہاڑ پر چڑھا لے گیا اور غریب مسافر ننگے کھڑے رہ گئے۔ پھر خچر والے

ڈاکو نے جب صندوق کھولا تو اس میں سے حلوا ملا جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو دار تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جاسکتا۔ تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی ان سب نے آکر ایسی نفیس چیز دیکھی جو اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی یہ سب بھوکے تھے اس پر سب کے سب ٹوٹ پڑے اور خوب کھایا بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر تو سب قافلہ والوں نے دوڑ کر ان کے اموال و متاع پر قبضہ کر لیا اور ان کے ہتھیار بھی لے لئے اور جس قدر لوٹا ہوا مال تھا سب کا سب وصول کر لیا۔ اس سے زیادہ عجیب ترکیب ہمارے سننے میں نہیں آئی جس سے ظالم اور مفسدوں کی قطعاً بیخ کنی ہو گئی اور مفسدین کے کانٹے ہمیشہ کیلئے کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۸۷) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک تاجر خراسان سے حج کے لئے چلا (اور بغداد آکر) حج کی تیاری کرنے لگا اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے اس نے سوچا کہ ان کا ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں اور کسی کے پاس امانۃً رکھوانے میں اس کے مکر جانے کا اندیشہ ہے اس لئے اس نے جنگل میں جا کر ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ حج کے لئے روانہ ہو گیا جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا جب اس سے لوگوں نے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ زمین نے میرا مال چرا لیا جب اس کی بری حالت ہو گئی تو اس سے کہا گیا کہ تو عضد الدولہ کے پاس جا ان کی بہت دور رس سمجھ ہے اس نے کہا کیا وہ غیب دان ہیں، تو اس کو سمجھایا گیا کہ جانے میں تیرا حرج بھی تو نہیں ہے چنانچہ وہ گیا اور ان کو اپنا تمام قصہ سنایا یہ سنکر عضد الدولہ نے اطبا کو جمع کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سال میں کسی کا ارنڈ کی کونپلوں سے کوئی علاج کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا ہے۔ پھر اسکو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اس سال ارنڈ کی کونپلیں استعمال کی ہیں اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کہ کس نے تم کو لا کر دی تھیں۔ اس نے کہا فلاں فراش نے۔ حکم دیا گیا کہ اس کو حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا کہ تم نے ارنڈ کے کس درخت سے کونپلیں توڑی تھیں۔ اس نے درخت کا موقع بیان کیا تو حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لیجا کر وہ جگہ دکھا دو جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔ تو یہ شخص اس صاحب مال کو اس درخت کے پاس لے گیا وکہا

کہ اس درخت سے لی تھی۔ اس شخص نے کہا واللہ اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ اس نے واپس آکر عضد الدولہ کو خبر دی۔ عضد الدولہ نے فراش کو حکم دیا کہ مال حاضر کرو۔ اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر جب عضد الدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

(۸۸) سلامی شاعر کہتے ہیں کہ میں نے عضد الدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تو مجھے بہت بڑا صلہ عطا کیا۔ بیش قیمت کپڑے اور دینار مرحمت فرمائے۔ ان کے سامنے شاہ فارس کی تلوار رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ میں اُسے گوشہ چشم سے دیکھ رہا ہوں تو اس کو میری طرف پھینک دیا اور کہا کہ اس کو لے لو تو میں نے کہا وکل خیر عند نا من عندہٗ (جو خیر یعنی مال ہمارے پاس ہے وہ اس ہی کا عطیہ ہے) تو عضد الدولہ نے (غصہ سے) کہا کہ وہ تیرا باپ ہے۔ میں یہ سنکر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تو اپنے استاد کے پاس پہنچا۔ اور ان سے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ سے بہت بڑی خطا ہو گئی کیونکہ یہ کلمات ابو نواس کے ہیں جو اُس نے ایک کتے کی تعریف میں کہے تھے۔ اس نے کہا:

انعب کلباً اھلہٗ فی کدہٖ قد سعدت جدودھم بجدہٖ

وکل خیر عندھم من عندہٖ

(ترجمہ) کُتے کو اسکے مالک نے اس بد بختی ڈالکر مصیبت میں پھانس رکھا ہے ان کی تمام کوششیں اسی کی کوشش سے کامیاب ہوتی ہیں اور جو خیر بھی اُن کے پاس ہے وہ اُسی کتے کا عطیہ ہے، یہ سنکر میں بہت مدہوش واپس آیا) ایک کپڑا اوڑھے ہوئے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا) عضد الدولہ نے کہا تجھے کیا ہوا میں نے کہا ابھی بخار چڑھ گیا۔ انہوں نے کہا بخار کا سبب معلوم ہے۔ میں نے کہا میں نے ابو نواس کا دیوان دیکھ لیا۔ تو فرمایا اس بخار سے تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے (مطلب یہ ہے کہ ہم معاف کرتے ہیں) میں اُن کے سامنے جھک گیا اور واپس آ گیا۔

(۸۹) ابو الحسن بن ہلال نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں چھاؤنی میں تھا اسلئے (مجھے اس واقعہ کا علم ہے) ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کو نکلے تو اُن کو ایک دیہاتی روتا ہوا ملا۔ سلطان نے پوچھا کیا ہوا تجھے۔ تو اس نے بیان کیا کہ تین لڑکوں نے میرے تربوزوں کا بوجھ جو میرے ساتھ تھا مجھ سے

چھین لیا اور میری کل پونجی وہی تھا۔ سلطان نے اس کو کہا کہ تو لشکر میں چلا جا وہاں ایک سرخ رنگ کا قبہ ہے اس کے پاس بیٹھ جا۔ اور شام تک بیٹھے رہنا۔ میں واپس کر تجھے بے فکر کر دوں گا جب سلطان شکار سے واپس ہوئے تو اپنے بعض ملازمین سے کہا کہ مجھے تربوز کی خواہش ہے۔ لشکر میں اور خیموں میں تفتیش کرو اگر کچھ ملجائے اس نے تعمیل کی اور تربوز لیکر آیا۔ سلطان نے پوچھا کہ یہ تم نے کس کے پاس دیکھا تو بتایا گیا کہ فلاں حاجب کے خیمہ میں تھا تو حکم دیا کہ اس کو حاضر کرو۔ (وہ حاضر کیا گیا) سلطان نے اس سے کہا کہ یہ تربوز کہاں سے آیا تو اس نے عرض کیا کہ کچھ لڑکے لائے تھے سلطان نے حکم دیا کہ فوراً ان کو حاضر کرو۔ وہ حاجب گیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ سخت بات ہے تو میں نے لڑکوں کو قتل کے خوف سے بھگا دیا اور واپس آکر سلطان سے کہا کہ کسی طرح لڑکوں کو سلطان کی طلبی کا علم ہو گیا تو وہ بھاگ گئے سلطان نے حکم دیا کہ دیہاتی کو حاضر کرو۔ وہ حاضر کیا گیا۔ سلطان نے اس سے کہا کہ کیا یہ وہی تربوز ہے جو تجھ سے چھینا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ تو حکم دیا کہ اس کو لے لے اور یہ حاجب ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو تیرے سپرد کرتے ہیں اور تجھے بخشتے ہیں جبکہ اس نے ان لڑکوں کو حاضر نہیں کیا جنہوں نے تیرے تربوز چھینے تھے اور خدا کی قسم اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو میں تیری گردن اڑا دونگا۔ تو دیہاتی اس حاجب کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔ اب حاجب نے اپنی ذات کو آزاد کرنے پر اس سے تین سو دینار پر معاملہ کر لیا۔ پھر وہ دیہاتی سلطان کی خدمت میں آیا اور کہا اے سلطان جو غلام آپ نے مجھے ہبہ کیا تھا میں نے اسکو تین سو دینار میں بیچدیا۔ سلطان نے پوچھا کہ تو اس سودے پر خوش بھی ہے۔ اس نے اقرار کیا تو فرمایا اچھا قیمت اپنے قبضہ میں لے کر سلامتی سے رخصت ہو جاؤ۔

(۹۰) ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کرکے قتل کر دوں۔ سلطان نے کہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کر دیں گے اس نے کہا کہ میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ۔ تو تلوار حاضر کی گئی۔ تو اس کو میان سے نکالا اور باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں ڈالدو۔ تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ سلطان اس میان کا منہ ہلا دیتے تھے یہانتک وہ

تلوار کو نہ داخل کر سکا۔ اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا۔ اس لئے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہے تو دونوں کو قتل کر (اس کی سمجھ میں آگیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرادیا۔ اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

(۹۱) اصمعی سے روایت ہے کہ بلال بن ابی بردہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا گیا اور وہ شہر میں تھے۔ اس نے آکر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا اور وہاں خوب خشوع وخضوع کیساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی اور عمر بن عبدالعزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ عمر نے علاء بن المغیرہ سے کہا اور یہ اُن کے مقرب خاص تھے۔ اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی بہتر کے مطابق ہے جس کو برائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریاکاری) نہیں سمجھا جائے گا۔ علاء بن المغیرہ نے کہا اے امیرالمومنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اب علاء اس کے پاس پہنچے۔ اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجئے مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب اس نے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہو گا کہ میری رسائی اور تقرب امیرالمومنین کی بارگاہ میں کسقدر ہے میں نے امیرالمؤمنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنادیں۔ بولا ایسا کرا دینے پر مجھے کیا (رشوت) دوگے اس نے (رشوت دینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے) کہا ایک سال کی پوری تنخواہ اور اس کی مقدار ایک لاکھ بیس درہم ہوتی تھی۔ علاء نے کہا اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔ اس شخص نے فوراً اٹھ کر تحریر کر دیا۔ علاء اس تحریر کو لیکر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ انہوں نے پڑھ کر عبدالحمید ابن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب کو لکھا۔ یہ اس وقت کوفے کے گورنر تھے" بلال نے اللہ (کی عبادت کی ملمع سازی) سے ہم کو دھوکہ دینا چاہا قریب تھا کہ ہم دھوکہ کھا جائیں۔ پھر ہم نے اس کو پرکھا تو اس کو سب کا سب محض کھوٹ پایا۔

(۹۲) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ایک امیر کے سامنے وعظ کہا تو امیر نے اس کے پاس اپنی فراخ سے مال بھیجا۔ جب قاصد لوٹا تو امیر نے کہا۔ ہم سب شکاری ہیں لیکن جال مختلف ہیں۔

(۹۳) کہا گیا ہے کہ جس دن سفاح سے بیعت کی گئی (یہ پہلا خلیفہ عباسی ہے) اُس نے

خطبہ دینا شروع کیا۔ اس کے دوران میں اس کے ہاتھ سے عصا چھوٹ کر گر گیا۔ اس نے اس کو فال بد محسوس کیا۔ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بڑھ کر اُسے اٹھایا اور صاف کر کے دیدیا اور یہ شعر پڑھا۔

فالقت عصاها واستقر بها النوی　　　کما قر عینا بالایاب المسافر

تو اس نے اپنا عصا ڈال دیا (یعنی سفر ختم کیا) اور وہیں قیام کر لیا جس طرح ایک مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں واپس آکر۔ عثمان اس شعر کے مضمون اور اس کے پڑھنے والے سے خوش ہو گیا۔

(۹۴) حکایت: ایک امیر ایک قریہ میں وارد ہوا اس کو بال بنانے والے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے بال ٹھیک کر دے وہ امیر خود تنہا اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کا حاجب ہوں جو اس تمہاری بستی میں آئے ہیں۔ میرے بال ٹھیک کر دو، اگر تم اچھے ثابت ہوئے تو ان کے بال بنوائے جائینگے اور اس امیر نے ایسا اس لئے کیا کہ وہ تراش یہ نہ سمجھ سکے کہ امیر یہی ہے اور مرعوب ہو کر گھبرا نہ جائے اور زخمی کر دے۔

(۹۵) عمر بن عثمان سے منقول ہے کہ خلیفہ منصور ایک قصر (محل) میں داخل ہوئے اس کی ایک دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا پایا ؎ ومالی لا ابکی بعین حزینة　　　وقد قربت للظاعنین حمول
میں کیوں غمگین آنکھوں سے نہ روؤں حالانکہ رخصت ہونے والوں کی سواریاں انکے قریب آچکی ہیں۔
اور شعر کے نیچے ایہ ایہ لکھا ہوا تھا ابو عمر نے کہا اہ اہ تو دیکھا جاتا ہے پھر منصور نے کہا: ایہ ایہ کیا چیز ہے۔ ربیع نے عرض کیا اور وہ اس وقت حاجب کا ماتحت تھا کہ اے امیر جب اس نے یہ بیت لکھی تو اس نے یہ چاہا کہ پڑھنے والے کو اپنی حالت سے بھی مطلع کر دے کہ وہ لکھتے وقت رو رہا ہے۔ منصور نے کہا یہ شخص کس قدر سمجھدار ہے یہ پہلا موقع ہے جس سے ربیع کا درجہ بلند ہونا شروع ہوا۔

(۹۶) مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حکایت میں نے ابو الوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی ہے کہ ایک ہاشمی منصور کی خدمت میں آیا منصور نے اس کو اپنے قریب لانا چاہا اور اس کو خاصہ شاہی میں شریک کرنا چاہا اور فرمایا کہ قریب آجاؤ۔ اس نے کہا کہ میں کھا چکا ہوں۔ اس پر منصور نے اس سے اعراض کر لیا جب وہ شخص باہر نکلا تو ربیع نے اس کو گدی سے دھکا دیا تو دوسرے حاجبوں نے بھی ربیع کو دیکھکر اس کو دھکے دیئے۔ اس واقعہ کی شکایت لیکر اس کے رشتہ دار منصور کے پاس آئے ربیع نے کہا کہ

یہ جوان دُور سے سلام کر کے واپس ہو جاتا تھا۔ اب امیر المومنین نے اس کو قریب بلایا اور بٹھانا چاہا پھر ارشاد فرمایا کہ کھانے میں شرکت کرے تو یہ اس اکرام کا جواب یہ دیتا ہے کہ میں کھانا کھا چکا گویا امیر المومنین کے ساتھ تناول صرف پیٹ بھرنے کیلئے ہے اور ایسے لوگوں کی تادیب بجائے قول کے فعل سے ہی ہو سکتی ہے۔

(۹۷) غیاث بن ابراہیم سے منقول ہے کہ معن بن زائدہ امیر المومنین ابوجعفر (خلیفہ منصور) کے پاس پہنچے۔ ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنا شروع کیا خلیفہ نے کہا اے معن اب آپ کی عمر بڑی ہو گئی۔ معن نے کہا آپکی اطاعت میں اے امیر المومنین۔ پھر خلیفہ نے کہا مگر آپ (بڑی عمر کے باوجود) سخت ہیں معن نے کہا آپ کے دشمنوں پر۔ خلیفہ نے پھر کہا آپ میں (قوت) باقی ہے معن نے کہا وہ بھی آپ کے لئے ہے۔

(۹۸) ابو الفضل الربعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر سے پوچھا ہماری نشست گاہ اچھی ہے یا آپ کی۔ عبداللہ نے کہا میں آپ کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں اے امیر المومنین۔ خلیفہ نے کہا میرا روئے سخن صرف عیش و لذت کی طرف ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے کہا پھر تو میری منزل زیادہ اچھی ہے۔ خلیفہ نے کہا کس اعتبار سے؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں یہاں مالک ہوتا ہوں اور وہاں مملوک۔

(۹۹) محمد بن عبدالملک ہمدانی کہتے ہیں کہ احمد بن طولون ایکدن اپنی آرام گاہ میں کھانا تناول کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک سائل کو پرانے کپڑوں میں دیکھا فوراً کچھ روٹیاں اُٹھا کر اُن پر بھنی ہوئی مرغی اور بھنا ہوا چوزہ اور بھنے ہوئے گوشت کا پارچہ اور ایک فالودہ کا ٹکڑا رکھا اور غلام کو حکم دیا کہ اسکو دے آئے۔ غلام نے واپس آ کر عرض کیا کہ اس نے (لینا) پسند نہیں کیا۔ ابن طولون نے حکم دیا کہ اس کو یہاں لے آئے تو اس کو لا کر پیش کیا گیا۔ ابن طولون نے اس سے گفتگو کی تو اس نے بہت اچھا جواب دیا اور امیر کے رعب کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ ابن طولون نے اس سے کہا کہ جو کچھ تحریرات تمہارے ساتھ ہیں وہ سب پیش کر دو اور سچ بتاؤ تم کو کس نے بھیجا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ یقین ہو چکا ہے کہ تم جاسوس ہو اور کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔ اب اس نے جاسوس ہونے کا اقرار کر لیا۔ جبش جاسوس نے کہا واللہ یہ تو [illegible] ہے احمد نے کہا جاؤ [illegible]

طویل مدت میں کوئی نظر آجاتا ہے اُن میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کیلئے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آجاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو انکی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو وُہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں جو کرخ میں ہے (کرخ بغداد کا ایک محلہ ہے) اور لڑکے کو مکان کی دیکھ بھال کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر صبح کو کچھ رات باقی رہے اندھیرے میں ایسے وقت آجاتے ہیں کہ ہم سوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم ان کے واپس آنے کا بالکل ٹھیک وقت نہیں پہچان سکے۔ اب احمد بن یحییٰ نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اور بڑھیا بھی واپس ہو گئی انہوں نے اس شخص سے (جو ساتھ میں تھا) کہا کہ یہ سب چوروں کی صفات ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا بیشک! انہوں نے کہا کہ اب تم اس دکان کے گرد و پیش کا پہرہ دو اور مجھے دروازہ پر چھوڑو اور فوراً دس آدمی بلوا کر اُن کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لڑکے نے آکر دروازہ کھولدیا۔ اور یہ کافی جمعیت کیساتھ مکان میں پہنچ گئے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا جس نے ان سے اقرار کرا لیا کہ یہ سب چوری کرنیوالے تھے اور انہوں نے ہی اپنے باقی ساتھیوں کا حال بتا دیا۔ پھر واثق نے ان سب کا تعاقب کیا۔ احمد بن یحییٰ واثقی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

(۱۰۶) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو ایک والی مصر کا قصہ پہنچا کہ وہ کبوتر بازی کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اُن کے ایک خادم سے ان کا مقابلہ ہو گیا (کبوتروں کی دوڑ میں) خادم کا کبوتر بازی لے گیا۔ آپ نے اپنے وزیر کے پاس کسی کو بھیجا کہ حال معلوم کرے (کبوتروں کی دوڑ کے وزیر صاحب نگران تھے) وزیر کو یہ لکھنا گراں گذرا کہ آپ ہار گئے اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح کنایہ کیا جائے جس سے واقعہ معلوم ہو جائے۔ وہاں ایک کاتب تھا اس نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہ شعر لکھ کر بھیج دیجئے۔

یا ایّھا الملکُ الّذی جدُّہٗ ۔۔۔ لکلّ جدّ قاھرٌ غالب

اے بادشاہ جس کی خوش قسمتی ۔۔۔ ہر دوسرے شخص کی قسمت کو دبانیوالی اور غالب ہے

طائرک السابقُ لٰکنّہٗ ۔۔۔ اتی وفی خدمتہ حاجب

آپ ہی کا پرندہ جیتا ہوا رہا لیکن وہ اس طرح آیا کہ اس کی خدمت میں آگے جانے والا [illegible]

حاجب بھی تھا وزیر نے اس کو پسند کیا اور انعام دیا اور یہی لکھ بھیجا۔

(۱۰۷) ابو محمد عبداللہ بن علی المقری کہتے ہیں کہ باب ابن النسوی کا حاجب بہت ہوشیار تھا ایک مرتبہ اس نے سردی کی رات میں (ایک قریب کے کمرے میں سے) برادہ کی آواز سنی (برادہ اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں پانی بھر کر دوسرے بڑے ظرف میں جس میں برف یا شورہ وغیرہ کا پانی ہوتا ہے ڈال کر گھماتے رہتے ہیں تاکہ اس چھوٹے ظرف کا پانی ٹھنڈا ہو جائے) اس نے دروازے کو [illegible] کھولنے کا حکم دیا تو اس میں سے ایک مرد اور ایک عورت نکلے (وہ آواز ان ہی کے [illegible] تھی) لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھے تو اس نے کہا کہ (برادہ کی آواز سن کر) میں نے خیال کیا کہ یہ سردی کا زمانہ پانی ٹھنڈا کرنے کا نہیں اس لئے یہ آواز ان ہی دونوں میں سے آرہی ہے۔

(۱۰۸) ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تھا انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کیلئے پانی منگایا جب پانی آگیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں کا ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کرے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے تو انہوں نے کہا کہ چور مضبوط دل ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لئے بری تھا کہ اگر گھر میں کہیں بلی بھی حرکت کرتا تو یہ ڈر کر بھاگ جاتا اور یہ ضعیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

(۱۰۹) ان ہی کا ایک واقعہ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ ایک شخص ابن النسوی کا ہمسایہ تھا وہ مسجد کا امام تھا۔ یہ شخص کسی سفارش کیلئے ابن النسوی کے پاس آیا۔ ان کے سامنے ایک رکابی تھی جس میں شکر پارے تھے۔ ابن النسوی نے کہا کھائیے! انہوں نے انکار کیا۔ ابن النسوی نے کہا [illegible]

[illegible]

[illegible] میں شہد [illegible] اگر [illegible]

[illegible] ابن النسوی نے کہا [illegible]

(۱۱۳) ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ رائے صاف کرنے کے لئے! انہوں نے اس مقولۂ مشہور کی طرف اشارہ کیا لا رأی لحاقن (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابل اعتبار نہیں)

(۱۱۴) بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص کے پانچ دینار چوری ہو گئے۔ وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے کہا کہ میں تم میں سے کسی کو مار پیٹ نہ کروں گا بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈوری ہے جو ایک اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ تم سب اندر چلے جاؤ اور ہر ایک شخص اس کو ہاتھ میں پکڑ کر ڈوری کو شروع سے آخر تک ہاتھ لگائے چلا جائے اور ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آ جائے۔ یہ ڈوری چور کے ہاتھ پر لپٹ جائے گی اور اس نے ڈوری کو پہلے سے کوئلہ سے کالا کر دیا تھا۔ تو ہر شخص نے ڈوری پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کو کھینچا، مگر ان میں سے ایک شخص نے (اس کو ہاتھ نہیں لگایا) جب سب لوگ باہر آ گئے تو ان کے ہاتھوں کو دیکھا سب سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے اسی کو پکڑ لیا گیا جو اقراری ہو گیا۔

باب ۱۲: قاضیوں کے احوال ذکاوت

(۱۱۵) شعبی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس کی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزہ سے رہتا ہے اتنا عرض کرنے کے بعد پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثنا اور تعریف کی وہ تو بہت اچھی ہے جب وہ چلی گئی تو کعب بن سور نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے؟ کعب نے عرض کیا کہ اپنے شوہر کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت اور اس کے شوہر دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی

[illegible] کعب [illegible] ۱۲ مترجم

میں فیصلہ کریں تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا تھا (اس لئے اب فیصلہ بھی تم ہی کرو) کعب نے فیصلہ کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع (انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایکدن افطار کرو۔ اور اس (بیوی) کیساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کیساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اس واقعہ کے بعد ہی آپ نے انکو بصرہ کا قاضی بنایا اور ان کیلئے سواری کا انتظام کرکے ان کو روانہ کردیا۔

(۱۱۶) مجالد بن سعید کہتے ہیں میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ شریح لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور حیلہ باز ہے۔ اس کی کیا اصل ہے۔ انہوں نے مجھ سے اس کی وجہ بیان کی کہ شریح (قاضی) طاعون کے زمانہ میں نجف کی طرف چلے گئے تھے اور جب یہ نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آکر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور ان کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گذر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستینیں باہر کو کردیں اور اپنی ٹوپی اڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آکر کھڑی ہو گئی تو شریح نے پیچھے سے آکر دفعتہً اس کو پکڑ لیا۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک اور حیلہ ساز ہیں۔

(۱۱۷) مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اسکی آنکھوں میں آنسو جاری تھے وہ رونے لگی میں نے کہا اے ابو امیہ (یہ شریح کی کنیت ہے) میرے خیال میں یہ غمزدہ مظلوم ہے انہوں نے جواب دیا اے شعبی یوسف کے بھائی بھی تو رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے

(۱۱۸) قریش میں کے ایک شخص نے بیان کیا کہ شریح نے اپنی ایک اونٹنی فروخت کرنا چاہتے تھے خریدار نے کہا اے ابو امیہ اس کا دودھ کیسا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس برتن میں چاہو دودھ لو اس سے کنایہ یہ تھا کہ [illegible] بہت دودھ دیتی ہے [illegible] بڑا برتن بھی بھر [illegible]

مفہوم ہوتا ہے کہ بہت سبک سیر ہے مگر حقیقی معنے اور ہی ہیں) پھر اس نے پوچھا خصلت کیسی ہے تو جواب دیا کہ جب تم اس کو اونٹوں میں دیکھو گے تو اس کی جگہ پہچان لو گے اپنا کوڑا لٹکا دو اور بے فکر ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ اس کی طاقت کا کیا حال ہے تو جواب دیا دیوار پر جتنا بوجھ چاہو لاد سکتے ہو۔ اس نے خرید لیا لیکن ان کی بیان کی ہوئی کوئی صفت بھی اُن میں نہ پائی تو اس نے شریح کے پاس آکر کہا کہ میں نے اسمیں ایسی کوئی صفت بھی نہیں پائی جو آپ نے ظاہر کی تھی۔ شریح نے کہا میں نے تو تجھ سے جھوٹ نہیں بولا (یہ تیری سمجھ کا قصور ہے) پھر اس نے اقالہ کی خواہش کی جس کو انہوں نے منظور کر لیا (اقالہ کے معنے فسخ بیع کے ہیں کہ بائع اپنی خوشی سے معاملہ طے شدہ کو مشتری کے کہنے سے دست بردار ہو جائے۔)

(۱۱۹) بہت سے لوگوں سے مروی ہے کہ جب (امیر) زیادہ بیمار تھے تو شریح جب ان کے پاس سے (بعد مزاج پرسی) واپس آئے تو مسروق الاجدع نے ایک قاصد کی معرفت اُن سے پوچھا کہ آپ نے امیر کا کیا حال دیکھا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو امر و نہی کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ مسروق نے کہا ان کی مراد "امر" سے وصیتیں تھی اور نہی سے یہ کہ عورتیں نوحہ کرنے سے باز رہیں (صاف صاف مایوسی کا اظہار خلافِ مصلحت تھا اس لئے ایسے الفاظ بولے جن کا ظاہری مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب خیریت ہے۔)

(۱۲۰) مروی ہے کہ عدی بن ارطاۃ شریح کے پاس آئے جب وہ مجلس قضا میں بیٹھے تھے۔ آکر کہنے لگے کہ آپ کہاں ہیں۔ شریح نے جواب دیا تمہارے اور دیوار کے درمیان۔ انہوں نے کہا اچھا میری بات سنو۔ شریح نے کہا اس مجلس میں اسی لئے بیٹھا ہوں۔ عدی نے کہا میں اہل شام میں سے ہوں شریح نے کہا ہمارے دوست ہمارے قریب۔ انہوں نے کہا میں نے اپنی قوم میں کی ایک عورت سے شادی کی۔ شریح نے کہا خدا برکت دے آپ کو اتفاق سے رکھے اور بیٹے دے۔ انہوں نے کہا، اور میں نے بیوی کے رشتہ داروں سے یہ شرط منظور کی تھی کہ میں اس کو اس کے میکے سے نہیں نکالونگا۔ شریح نے کہا شرط کی پابندی بہت ضروری ہوتی ہے۔ عدی نے کہا اور میں اسکو وہاں سے نکال لانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا حافظ۔ عدی نے کہا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ شریح نے کہا کر چکا ہوں (ایسی صورت میں شرط توڑنے کا گناہ ہوتا

ہے جس پر معافی یا سزا کا تعلق خدا سے ہے فی "حفظ اللہ" سے یہی مراد ۔ تمی جگہ کا رحم باقی رہتا ہے وہ منسوخ نہیں ہوتا ۔)

(۱۲۱) مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانیوالی ہے اور دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ داہنے بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔

(۱۲۲) ابوالحسن قیسی سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس جو عام لوگوں میں سے تھا کچھ مال امانت رکھا اور یہ شخص ایسا امانت دار مشہور تھا جس کے بارہ میں کسی کو شبہ نہ تھا پھر امانت رکھنے والا شخص مکہ چلا گیا۔ جب یہ واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا تو یہ شخص مکر گیا تو وہ ایاس کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا۔ ایاس نے کہا کیا میرے پاس تمہارے آنے کی اس کو خبر ہو گئی اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کسی شخص کی موجودگی میں اس سے جھگڑے ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ ایاس نے کہا تو لوٹ جاؤ اور کسی کے سامنے اس کا ذکر بھی نہ کرو اور دو دن کے بعد مجھ سے ملو وہ شخص چلا گیا۔ اب ایاس نے اس امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا کہ کثیر مقدار میں ہمارے پاس مال آگیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے سپرد کر دیں کیا آپ کا مکان محفوظ ہے اس نے کہا کہ ہاں۔ ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لئے مناسب جگہ ٹھیک کر لیجئے۔ اور مزدوروں کا انتظام بھی ہو جانا چاہئے جو اُسے اٹھا کر لیجائیں اب (دو دن کے بعد) وہ شخص آیا تو اس سے ایاس نے کہا اب تم جا کر اس سے اپنا مال مانگو اگر وہ دیدے تو فہو المراد اور اگر انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا مال دیدے ورنہ میں قاضی صاحب کے پاس جا کر شکایت کر دوں گا اور تمام ماجرا ان سے بیان کر دونگا۔ بس نے اسکا مال اسکو واپس دیدیا اس شخص نے ایاس کے پاس جا کر اطلاع دی کہ اس نے مال واپس دیدیا پھر وہ امین ایاس کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسکو پکڑ کر لکوا دیا اور کہا کہ اے خائن خبردار کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔

(۱۲۳) جاحظ نے ذکر کیا کہ ایاس بن معاویہ نے زمین میں ایک شگاف کو دیکھ کر کہا کہ اس میں کوئی جانور ہے لوگوں نے غور سے دیکھا تو اسمیں سانپ تھا ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے، تو انہوں نے کہا کہ اس شگاف میں ہر دو اینٹ کے درمیان کچھ تراوٹ دیکھ کر میں سمجھا کہ نیچے کوئی سانس لینے والی شئے ہے۔

(۱۲۴) جاحظ سے مروی ہے کہ ایاس سفر حج میں تھے کہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنکر کہنے لگے کہ یہ کتا بندھا ہوا ہے۔ پھر اس کے بھونکنے کی آواز آئی تو بولے کہ اب کھولدیا گیا۔ جب لوگ پانی تک پہنچ گئے (جہاں آبادی تھی) تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایاس کی بات ٹھیک نکلی، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے تو انہوں نے کہا جب کتا بندھا ہوا تھا تو اس کی آواز ایک ہی جگہ سے سنائی دے رہی تھی۔ پھر میں نے سنا کہ وہ آواز کبھی قریب ہو جاتی تھی کبھی بعید۔

(۱۲۵) اور ایک مرتبہ ایاس کا گذر (اسی سفر میں) ایک پانی پر ہوا۔ (جہاں بستی تھی) تو کہنے لگے ایسے کتے کی آواز سن رہا ہوں جو اس بستی سے باہر کا ہے ان سے کہا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا تو کہا کہ ایک آواز دبی ہوئی ہے اور دوسری آوازیں سخت ہیں جب وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایسا ہی ثابت ہوا کہ ایک اوپرے کتے پر دوسرے کتے بھونک رہے تھے۔

(۱۲۶) ابوسہل نے ہم سے بیان کیا کہ عہدۂ قضا کبھی دو کے درمیان مشترک نہیں بنایا گیا۔ مگر عبیداللہ بن الحسن العنبری اور عمر بن عامر کے درمیان یہ دونوں مشترک طور پر بصرہ کے قاضی تھے۔ ہر مجلس میں دونوں جمع رہتے تھے اور لوگوں کو جب دیکھتے ایک ساتھ دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس ایک قوم ایک باندی کا معاملہ لیکر آئی۔ جو کپڑا انہیں پہنتی تھی (اس لئے جو خریدار تھا وہ اسکو عیب قرار دیکر اپنے لئے خیار عیب کے حق کا مدعی تھا اور اسکو بیچنے والا اسکو عیب نہیں مانتا تھا اسی کے فیصلہ کے لئے عدالت کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا تھا) تو ان کے بارہ میں عمر بن عامر نے کہا کہ یہ ناقص الخلقت ہے اور عبیداللہ بن الحسن نے کہا کہ جو چیز ایسی ہو جو خلقت اور طبیعت عامہ کے خلاف ہو وہ عیب ہے (تو دونوں کے جملوں کو ملا کر یہ فیصلہ بنا کہ باندی معیوب ہے۔ اس تجویز کی تکمیل کسی ایک قاضی کے فیصلہ سے نہیں ہو سکی جب تک دونوں کو بطور مشترک دیکھ نہ لیا گیا۔ اور خلاصۂ حکایت کے اظہار سے غرض مقصد ہے اشتراک کی حیثیت کو اس طرح یہ دونوں [illegible]

باقی رکھتے تھے)

(۱۲۷) یزید بن ہارون سے مروی ہے کہ واسط میں ایک ایسے شخص کو قاضی بنایا گیا جو ثقہ اور بہت احادیث کے حافظ تھے (ان کے سامنے ایک شخص نے اپنا مقدمہ پیش کیا جس کی روداد یہ ہے کہ) اس شخص نے ایک شاہد (گواہ) کو ایک سربمہر تھیلی امانت رکھنے کے لیے دی (زمانہ اسلام میں ایک نامی اعزازی عہدہ تھا کہ جو لوگ دیانت و تقویٰ رکھتے تھے اُن سے عام لوگ اپنے تحریری معاہدات پر دستخط کراتے تھے اور حکومت انکی شہادت کو تسلیم کرتی تھی) اور ذکر کر دیا کہ اس میں ایک ہزار دینار ہیں جب یہ امانت رکھنے والا عرصہ دراز تک غائب رہا اور تھیلی اس شاہد کے قبضہ میں تھی تو اُس نے یہ تصور کر لیا کہ وہ شخص مر چکا ہے اب اس مال کو اپنے تصرف میں لانے کی نیت ہو گئی پھر سوچکر یہ کیا کہ تھیلی کو نیچے کی طرف سے اُدھیڑا تاکہ مہر علی حالہ باقی رہے) اور اسمیں سے دینار نکال کر اُن کے بجائے درہم بھر دیئے اور سی کر حسب سابق کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک واپس آیا اور اس نے شاہد سے اپنی امانت واپس مانگی۔ اُس نے سربمہر تھیلی واپس کر دی۔ جب اُس نے اپنے گھر پہنچکر مہر کو توڑا تو اس میں سے درہم نکلے۔ پھر وہ شاہد کے پاس واپس آیا اور اس سے کہا کہ اللہ تجھے معاف کرے میرا مال واپس کر میں نے تو اس میں دینار رکھے تھے اور اس میں سے درہم برآمد ہوئے تو وہ انکاری ہو گیا۔ یہ مقدمہ جب قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ تھیلی کب امانت رکھی گئی تھی تو بیان کیا گیا پندرہ سال پہلے۔ اب قاضی صاحب نے ان درہموں کو لیکر ان کے چھاپ کو پڑھنا شروع کیا تو اسکوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض درہم دو سال پہلے کے بنے ہوئے تھے، اور بعض تین سال پہلے کے۔ سب اسی کے قریب کے تھے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مدعی کو دینار واپس کیے جائیں جو شاہد نے وصول کیے۔ قاضی صاحب نے اس کو نائی کیمر کہکر پکارا اور شہر میں منادی کرائی کہ فلاں بن فلاں قاضی نے فلاں بن فلاں قاضی کو شہادت سے ساقط قرار دیا ہے، سب لوگ اس کو جان لیں اور آج کے دن کے بعد اس سے دھوکہ میں نہ آئیں اس شاہد نے واسط میں اس کی جسقدر جائداد تھی سب بیچدی اور واسط سے بھاگ گیا۔ ور کسی ایسی جگہ چلا گیا کہ پھر اس کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

(۱۲۸) ابو محمد قرشی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کچھ مال امانت رکھا۔ پھر

جب اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے اپنا معاملہ ایاس بن معاویہ کے سامنے پیش کیا مدعی نے بیان کیا کہ میں نے اس کو مال دیا۔ قاضی ایاس نے سوال کیا کہ کس کے سامنے دیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایسی جگہ دیا تھا اور وہاں کوئی موجود نہ تھا قاضی نے کہا کہ اس جگہ کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ایک درخت ہے۔ قاضی نے کہا اچھا اب تم اسی جگہ جاؤ اور درخت کو دیکھو شاید اللہ تعالیٰ وہاں جانے سے ایسی بات واضح کر دیں جس سے تمہارا حق ظاہر ہو جائے ہو سکتا ہے کہ تم نے درخت کے قریب اپنا مال دفن کیا ہو اور وہاں جا کر یاد آ جائے جب تم درخت کو دیکھو۔ یہ شخص چلا گیا قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو مدعی کی واپسی تک بیٹھے رہنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گیا اور ایاس قضا کیمتعلق کام کرتے رہے اور ایک ساعت اس کی طرف دیکھنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ اے شخص کیا تیرا ساتھی اس درخت تک پہنچ گیا ہوگا جس جگہ کا وہ ذکر کر رہا تھا۔ اس نے کہا نہیں (اس نفی سے ثابت ہو گیا کہ یہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے) ایاس نے کہا "مردود تو یقیناً خائن ہے۔ اس نے کہا خدا آپ کیساتھ آسانی کرے آپ میرے ساتھ آسانی کر دیجئے انہوں نے اس پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جو اسکی حفاظت کرے (اور جانے نہ دے) یہاں تک کہ وہ شخص واپس آ گیا۔ اس سے ایاس نے کہا یہ تمہارے حق کا اقرار کر چکا ہے اس کو پکڑ لو۔

(۱۲۹) ابن السماک نے ذکر کیا کہ ایک دن قاضی القضاۃ شامی کے سامنے دو شخصوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا جب کہ یہ جامع منصور میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دس دینار اس کو امانۃ دیئے تھے دوسرا کہتا تھا کہ اس نے مجھے کچھ نہیں دیا آپ نے مطالبہ کرنیوالے سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ قاضی صاحب نے کہا اور نہ کسی کی آنکھوں کے سامنے دیئے اس نے کہا کہ نہیں وہاں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا قاضی صاحب نے کہا کہ کس جگہ سپرد کئے تھے اس نے کہا کرخ کی ایک مسجد میں (کرخ بغداد کا ایک بڑا محلہ ہے جس میں بہت مساجد ہیں) پھر جس سے مطالبہ کیا جا رہا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ کیا تم حلف کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے مدعی سے کہا کہ جس مسجد میں تم نے ان کو وہ دینار سپرد کئے تھے۔ وہاں جاؤ اور وہاں سے میرے پاس قرآن کا ایک ورق اٹھا کر لاؤ تاکہ میں اسی سے اسکو حلف دوں۔ وہ شخص چلا گیا اور قاضی صاحب نے اس متہم کو روک لیا۔ جب ایک گھڑی گذر گئی تو اسکی

طرف التفات کیا اور پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ شخص سمندر پہنچ گیا ہوگا۔ اس نے کہا نہیں ابھی نہیں پہنچا۔ یہ جواب اقرار کے مانند ہوگیا تو اس پر سونے کی ادائیگی لازم قرار دی پھر اس نے اقرار کر لیا۔

(۱۳۰) ابوالعیناء (نابینا) کا بیان ہے کہ دنیا میں ابن ابی دواد سے زیادہ میں نے ادب پر کسی کی استقامت نہیں دیکھی میں جب کبھی ان کے یہاں سے (ملاقات کے بعد) نکلا ہوں کبھی اس طرح نہیں کہا کہ یا غلام خذ بیدہ (اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ لے) بلکہ یہ کہا کرتے تھے۔ یا غلام اخرج معہ (اے غلام ان کے ساتھ جاؤ) مجھے ان کے اس جملہ کا انتظار رہا کرتا تھا۔ اسکو ترک نہیں کیا اور نہ میں نے کسی دوسرے سے یہ جملہ سنا۔

(۱۳۱) مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی انکو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اسید سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبل سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن سور سے زیادہ ہے جنکو عمر بن الخطاب نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

(۱۳۲) ابن اللیث سے مروی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے مرزبان مجوسی کے ہاتھ جو وزیر جعفر کی والدہ کا کارندہ تھا تیس ہزار درہم میں کچھ اونٹ فروخت کیے وہ ادائگی قیمت میں ٹال مٹول کرتا رہا اور نہیں دی وہ عرصہ تک پڑا رہا پریشان ہوکر اس نے (قاضی) حفص بن غیاث کے بعض مصاحبوں سے مل کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ اس سے جا کر یہ کہو کہ آپ فی الوقت مجھے ایک ہزار درہم دیدیجئے باقی قیمت کے لئے میں ایک دوسرے شخص کے سپرد حوالہ کئے دیتا ہوں کہ آپ اسکو جب چاہیں دے دیں پھر میں خراسان چلا جاؤں گا۔ ایسا کر لینے کے بعد پھر مجھ

[illegible]

صاحب کے پاس آکر بیٹھے تو فوراً قاضی صاحب کے سامنے بقیہ رقم کا دعویٰ پیش کر دینا (اس ترکیب سے فوراً ہی فیصلہ ہو جائے گا اور مرزبان کو یہ موقع نہ مل سکیگا کہ وہ اپنے اعلیٰ اثر و رسوخ کا استعمال کرکے قاضی صاحب کو فیصلہ روکنے پر مجبور کرے) اس شخص نے ایسا ہی کیا قاضی صاحب نے فوراً اس کو محبوس کر لیا۔ اُم جعفر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ تمہارے قاضی نے میرے وکیل کو محبوس کیا ہے اس کو حکم دیدیجئے کہ وہ فیصلہ ملتوی کر دے (اور مرزبان کو رہا کر دے) ہارون نے حکم دیدیا کہ ایسا لکھدیا جائے۔ قاضی حفص کو بھی اس کی خبر ہو گئی انہوں نے مدعی سے کہا کہ فوراً گواہ حاضر کرو تاکہ امیر المؤمنین کے مکتوبات کے آنے سے پہلے میں مجوسی کے مقابلہ پر تیرے حق میں لکھدوں (اس نے گواہ حاضر کر دیئے اور قاضی صاحب نے فیصلہ لکھنا شروع کر دیا) تو امیر المؤمنین کا مکتوب لیکر ایک شخص حاضر ہو گیا۔ قاضی صاحب نے اس شخص سے کہا ٹھہرو فیصلہ لکھنے سے فارغ ہو کر مکتوب وصول کرکے پڑھا اور اس خادم سے کہا کہ امیر المؤمنین سے سلام عرض کرو اور خبر دیدو کہ آپ کا مکتوب اس وقت وارد ہوا جب حکم نافذ ہو چکا تھا۔

(۱۳۳) بدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنطبی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

(۱۳۴) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ابو حازم کے پاس آکر کہا کہ شیطان میرے پاس آکر مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے وہ مجھ کو اس وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے انہوں نے کہا (اور حقیقت کیا ہے) کیا تو نے اسکو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا تو نے کل میرے پاس آکر میرے نزدیک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں تو آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے کسی صورت سے کبھی اسے طلاق نہیں دی انہوں نے کہا جب شیطان تیرے پاس آئے تو اس وقت بھی اسیطرح قسم کھا لینا اور آرام سے رہنا۔

(۱۳۵) یحییٰ بن محمد سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا کہ ایک قاضی پر ان کی بیوی نے تقاضا کیا کہ مجھے ایک باندی خرید دیجئے۔ وہ اس سلسلہ تک

بردہ فروشوں میں گئے جنہوں نے ان کے سامنے چند لڑکیاں پیش کیں۔ ان میں سے ایک کو انہوں نے
پسند کر لیا اور اپنی بیوی کو لا کر دکھایا کہ میں اپنے مال سے اس کو تمہارے لئے خرید کر لاؤں گا۔ اس
نے کہا مجھے آپ کے مال کی حاجت نہیں، یہ دینار لیجئے اور اس کو میرے واسطے خرید لائیے اور ان کو
ایک سو دینار دیدیئے (بڑی سمجھدار عورت تھی کہ ان کے الفاظ "اپنے مال سے" سنکر ان کی نیت کو تاڑ گئی)
یہ دینار قاضی صاحب نے لے لیے انکو گھر میں کسی تھیلی میں سربمہر کر کے الگ رکھدیا اور جا کر اپنے لئے
خرید لائے اور اپنے مال سے ہی قیمت ادا کی اور بیعنامہ بھی اپنے ہی نام لکھایا اور لڑکی کو آہستہ سے
بتا دیا اور اسکو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کر دی۔ اب انکی بیوی اس سے خدمت لیتی رہتی تھی جب
قاضی صاحب کو تنہائی میسر آجاتی تھی تو یہ اس سے ہمبستر ہوتے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایسے
وقت بیوی سر پر آپہنچی۔ اس نے کہا اے بدکردار شیخ زانی یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔
کیا تو ہی مسلمانوں کا قاضی ہے۔ قاضی نے کہا کہ "شیخ" "بدکردار" نہیں ہے۔ رہا "زنا" سو خدا کی پناہ
اور اپنے نام کا بیعنامہ نکال کر اس کے سامنے رکھدیا اور اس کو حیلہ سے آگاہ کر دیا اور سربمہر دینار
نکال کر اس کے آگے ڈالدیئے اس وقت وہ سمجھی کہ قاضی صاحب نے یہ فعل کیوں کیا اور برابر خوشامد
کرتی رہی یہاں تک کہ قاضی صاحب نے اس کو فروخت کر دیا۔

(١٢٤٦) تنوخی سے مروی ہے کہ قاضی القضاۃ ابو السائب نے بیان کیا کہ ہمارے شہر ہمدان
میں ایک شخص تھا جس کا حال چھپا ہوا تھا قاضی صاحب نے اسکو مقبول القول بنانا چاہا اور اس
کے بارے میں پوچھا تو اسکو پوشیدہ اور ظاہر حالات کے اعتبار سے اہل سمجھا پھر اس سے کچہری
میں آنے کیلئے درخواست بھی لی (اس زمانہ کی وکالت کی طرح پہلے شاہد بھی ایک عہدہ تھا جس پر
متقی اور عادل لوگوں کو منتخب کیا جاتا تھا۔ اقراروں اور فیصلوں کو ان کے دستخطوں سے موثق
کیا جاتا تھا) تاکہ اس کے اقوال کو قبول کرے اور یہ بھی حکم دیدیا کہ اس کے دستخط کا نمونہ رجسٹر
میں محفوظ کر لیا جائے جن پر وقت حاضری اسکی شہادت قلمبند ہو۔ کرتے جب قاضی صاحب بیٹھے
ہوئے تھے اور یہ شخص مع دوسرے شاہدوں کے آیا مگر جب اس نے اپنی شہادت ثبت کرنا چاہی
تو قاضی صاحب نے قبول نہ کیا۔ قاضی صاحب سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے
کہا مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ ریاکار (یعنی اپنے کو بنانے والا) ہے تو مجھے مناسب معلوم نہ ہوا

کہ اس کے قول کو قبول کروں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ یہ کس طرح سمجھے؟ انہوں نے کہا یہ میرے
پاس روزانہ آتا تھا جب میری نظر اس پر پڑتی تھی تو گھر کے دروازے سے مجلس تک اس کے جتنے قدم
پڑتے تھے میں شمار کر لیتا تھا لیکن جب آج میں نے اسکو شہادت کیلئے بلایا اور یہ آیا تو میں نے اُسی
مقام سے اس کے قدم شمار کئے تو دو یا تین قدم بڑھتے ہوئے پائے (کیونکہ مسنون وقار کے لئے چھوٹے
چھوٹے قدم رکھتے ہوئے تشریف لائے تھے) میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ریاکار ہے اسی لئے قبول نہیں کی۔

(۱۳۷) ابو العیناء سے مروی ہے کہ افشین ابو دلف سے حسد کرتا تھا اور اس کی دانائی و شجاعت
کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔ افشین نے اس کے پھنسانے کیلئے ایک حیلہ کیا (یعنی اس کے خلاف
ایک جھوٹا دعویٰ اپنے یہاں دائر کرایا) یہاں تک کہ ابو دلف کے خلاف خیانت اور قتل کی شہادتیں
بھی گذر گئیں اور ایک قتل کرنیوالا بھی حاضر کرا لیا گیا ایسے وقت اس کی اطلاع ابن ابی دواد کو معلوم
ہوگیا تو یہ فوراً سوار ہو کر چل پڑا اور اپنے ساتھ اور چند ایسے لوگوں کو لے لیا جو افشین کے دشمن تھے
یہ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ میں تمہارے پاس امیر المومنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور
امیر المومنین نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ قاسم بن عیسیٰ (یعنی ابو دلف) کے ساتھ کوئی حرکت نہ کی جائے اور
اس کو سلامتی کیساتھ ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔ پھر شاہدوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ گواہ رہو
کہ میں نے امیر المومنین کا یہ پیغام اس کو پہنچا دیا ہے۔ اسکے بعد افشین کوئی گزند ابو دلف کو نہ
پہنچا سکا۔ پھر ابن ابی دواد خلیفہ معتصم باللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں نے
آپ کی طرف سے ایک بیجا پیغام پہنچا کر آیا ہوں جس کا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا اور میں
سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے بڑا کوئی نیک کام نہیں کیا اور میں اسی کی بنا پر آپ کے لئے
بھی خدا سے جنت کا امیدوار ہوں۔ پھر پورا واقعہ ان کو سنایا تو خلیفہ نے ان کی رائے اور تدبیر
کو پسند کیا اب افشین کا فرستادہ شخص ابو دلف کو لیکر امیر المومنین کی بارگاہ میں پہنچا اور اس
شخص کی طرف توجہ ہی نہ کی جو ابو دلف کو لیکر حاضر ہوا تھا۔ حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جائے
اور افشین کی اس حرکت سے اس پر عتاب ہوا۔

(۱۳۸) ابن قتیبہ نے کہا کہ ایک قاضی کے یہاں ایک مرتبہ فرزدق نے شہادت دی تو قاضی
نے کہا ابو فراس کی شہادت کو ہم نے جائز رکھا ہے مگر مزید شہادت لاؤ۔ ابو فراس فرزدق کی

کنیت ہے) جب فرزدق واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا واللہ تمہاری شہادت کو معتبر نہیں مانا گیا (فرزدق مشہور شاعر تھا)

(۱۳۹) دو آدمی قاضی مختشم کے پاس آئے ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا۔ مدعیٰ علیہ انکاری تھا۔ مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے دو گواہ پیش کئے جنہوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی۔ مدعیٰ علیہ نے جب قاضی صاحب سے کہا ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجئے (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ وہ جانور سنکانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعوے پر تیرے نزدیک ان سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے (جیسا دعویٰ ہے ویسے ہی گواہ ہیں) اٹھو اس کو وہ طنبورہ واپس دے۔

(۱۳۹) دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص آگیا۔ دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کر دو گے وہی منظور ہو گا۔ اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے۔ تو دونوں نے ایسا حلف کر لیا پھر اس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو تو دونوں نے چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لیکر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)

(۱۴۱) ہم کو قاضی ابی عمر کا قصہ معلوم ہوا کہ ایک بار انہوں نے ایک معزز شخص کو عہدۂ قضا سپرد کیا۔ پھر اس کے بارے میں ان سے ایسی باتیں ذکر کی گئیں جو عہدۂ قضا کی شان کے خلاف تھیں تو انہوں نے اس عہدہ کو واپس لینے کا ارادہ کیا اس پر بعض لوگوں نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں صحیح ثابت ہو گئے تو ان کو معزول کر دیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں اس کے باوجود الگ کرنا ضروری سمجھتا ہوں پوچھا گیا اس کی کیا وجہ انہوں نے کہا کیا ان کی آبرو میں ایسے الزامات کا احتمال پیدا نہیں ہو گیا (یعنی ان کی شخصیت ایسے الزامات سے بالاتر نہیں ہے) ورنہ صورت اس صورت کے مشابہ

بن گئی کہ کسی شخص پر جب اس نوع کے اتہام لگائے جائیں تو اس کی برائیوں کے پیش نظر شک کرنے میں جلدی کیجاتی ہے اور عہدۂ قضا اس سے بھی نازک تر ہے۔ بالآخر اس سے یہ عہدہ واپس لیا۔

(۱۴۲) احمد بن ابی دواد خلیفہ واثق باللہ سے ملنے کے لئے گئے۔ خلیفہ نے اُن سے کہا کہ میرے پاس ابھی محمد بن عبد الملک الزیات بیٹھا ہوا تھا اس نے تمہارا تذکرہ بہت ہی برائی کے ساتھ کیا ابن ابی دواد نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس شخص کو اس امر کا محتاج بنا کر وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے اور مجھے اس خصلت سے متنفر بنایا۔

(۱۴۳) ایک شخص ایک قاضی کے پاس ایک معاہدۂ مہر کے بارے میں شہادت دینے کے لئے آیا۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا المسیب قاضی نے کہا آج نہیں (مسیب کے لفظی معنے ہیں کسی کو بھٹکتا ہوا چھوڑ دینے والا۔ اسی کے پیش نظر قاضی نے کہا کہ آج نہ کر بیٹھے۔

باب ۱۳ : اُمت کے علما اور فقہا کے واقعات و بیانات

(۱۴۴) شعبیؒ کے بارے میں منقول ہے مجاہد سے کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد ازدی کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں میچ لیں۔ داؤد نے کہا اے ابو عمرو کب سے اندھے ہو گئے ہو۔ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کر دیا۔

(۱۴۵) شعبیؒ خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں لقمہ دینے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ شعبی تیری حد نہیں مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مرغوب ہیں۔ پھر کہا کم عطائك (تمہارا وظیفہ کتنا ہے) میں نے کہا الفی درھم (دو ہزار درہم) تو اہل شام سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ نحوی نے جواب میں کوئی غلطی کی پھر خلیفہ نے سوال کیا کم عطاؤك (سوال کو دہرانے سے، شاید یہ تھا کہ میں بھی الفاظ پھر کہوں تو دیکھیں غلطی ظاہر کرتے ہیں) میں نے جواب دیا الفا درھم تو کہنے لگے کہ تم نے الفی درھم کیوں نہیں کہا میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے بھی (کم عطائك کہکر) نحوی غلطی کی تھی تو میں نے جواب میں (عمداً) غلطی کر دی کیونکہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپ تو پیدل چلیں اور میں سوار ہو کر چلوں تو کہنے لگے آپ نے ٹھیک کہا اور شرمندہ ہوئے۔

کی پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تم تین دن کے لئے ابن ابی لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ ایسی بات ہے جسے میں لوگوں سے چھپانا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ اُمید کی تھی کہ وہاں جا کر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ امام ابوحنیفہؒ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں۔ اور دنیا میں ایک بیٹے کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اُسے طلاق دیتا ہے۔ میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دیدی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر ابن ابی لیلےٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا۔ اس نے کہا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھو تم نہیں اس مشکل سے نکالا جائے گا۔ پھر کھانا آگیا اسکو اس پر شریک کیا جب طعام سے فراغت ہو گئی تو اس سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر بازار جاؤ پھر جو باندی اس کو پسند آجائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی طے ہو جائے جب منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لئے خرید لو اس کے لئے نہ خریدو پھر اس [illegible] کیساتھ اس کا نکاح کر دو۔ پھر اگر اس نے طلاق دیدی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئیگی اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ عتق باطل ہوگا (کہ وہ تمہاری مملوکہ ہوگی) اگر اس سے اولاد ہوئی تو تمہارا نسب ثابت رہیگا [illegible] [illegible] آپ نے فرمایا کہ بالکل جائز ہے [illegible] تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ابوحنیفہؒ [illegible]

(۱۵۱) [illegible] سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک دن امام ابوحنیفہ کو بلایا [illegible] ربیع نے [illegible] حاجب تھا [illegible] ابوحنیفہ کا دشمن تھا کہ اے امیر المؤمنین [illegible] ابن عباس [illegible] حضرت ابن عباس کا قول یہ تھا [illegible] استثنا کرے یعنی انشاء اللہ [illegible] امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ حلف کیساتھ متصلاً ہی جائز [illegible] امیر المؤمنین ربیع کہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی [illegible] پوچھا کہ یہ کیسے ہے نے فرمایا کہ لوگ [illegible] تو حلف کرینگے پھر اپنے گھروں پر جا کر استثنا کر دیا کریں گے تو [illegible]

حلفیہ عہد اہل سنت لیا جاتا رہیگا وہ باطل بھی ہوا رہیگا۔ منصور ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا اے ربیع ابو حنیفہ کو بھی نہ چھیڑنا (ورنہ اسیطرح منہ کی کھایا کریگا) جب ابو حنیفہ باہر آگئے تو ربیع نے ان سے کہا کہ آج تو آپ نے مرد لانے ہی کا کام کر دیا۔ آپ نے فرمایا! وہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لئے اور تیرے لئے خلاصی کی راہ نکالی۔

(۱۵۶) عبد الواحد بن غیاث سے مروی ہے کہ ابو العباس طوسی امام ابو حنیفہ کے متعلق برے خیالات رکھتا تھا اور اس کا علم ان کو بھی تھا ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ منصور کے پاس گئے، اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا آج مجھے ابو حنیفہ کی خبر لینا ہے۔ چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابو حنیفہ امیر المؤمنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔ (ایسی حالت میں گردن کاٹنا جائز ہوگا یا نہیں، ابو حنیفہؒ نے فرمایا، اے ابو العباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المؤمنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جا رہا) ہو، اور تیرے لئے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابو حنیفہؒ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے اُن سے فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اُسے پکڑ دیا۔

(۱۵۷) علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ ان کے پاس حجام ان کے بال بنا رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس مقام پر سفید بال ہوتے ہیں ہمیشہ اُسی جگہ کو لپٹا رہتا ہے تو ان میں کیوں اضافہ کر رہا ہے اُس نے کہا اضافہ کس طرح جب کہ (میں سفید بال کاٹتا رہتا ہوں آپ کی گفتگو ظرافت پر مبنی تھی) آپ نے فرمایا کہ (جتنا تو ان کا پیچھا کرتا ہے) ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے اب تو سیاہ بالوں کو لپٹا کرتا کہ ان میں اضافہ ہو۔

(۱۵۸) یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ سے میں نے (ایک ان کا واقعہ) سنا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بہت ضرورت لاحق ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دونگا۔ میں نے پانچ درہم دیکر وہ مشکیزہ لے لیا پھر میں نے کہا اے اعرابی ستو کی طرف کچھ

رغبت ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اسکو ستو دیدیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا۔ وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا۔ اب اسکو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیدیجئے۔ میں نے کہا پانچ درہم میں ملیگا۔ اس سے کم نہیں کیا جائے گا (اب ایسا ہی وہ حاجتمند تھا اس جیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(۱۵۹) امام ابوحنیفہؒ اور ان کی ذہانت کا ذکر تھا اس پر عبدالحسن بن علی نے بیان کیا کہ کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھا اور حج کو چلا گیا پھر واپس آکر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا۔ اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں یہ صاحب مال امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں مشورہ کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے انکار کرنے کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا۔ اور یہ منکر شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی اصحاب حکومت نے) مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو۔ کیا آپ اس کو پسند کرینگے کہ آپ کا نام بھیجدیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کیا اور ابوحنیفہؒ نے اس کو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کیساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا۔ پھر وہ صاحب مال آپ کے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ اب اس کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لئے میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اس کی علامت ہے۔ یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی بس اس نے فوراً امانت واپس کر دی (اور امام صاحب کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین صاحب ابوحنیفہؒ سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہئے یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے بس اس پر آپ کا نام نہ بھیجوں یہانتک کہ کوئی اس سے اونچے درجہ کی جگہ سامنے آئے۔

(۱۶۰) ابن الولید نے ہم سے بیان کیا کہ ایک نوجوان امام ابوحنیفہؒ پر درسی تھا۔ جو بکثرت ان کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اس نے ایک دن ابوحنیفہ سے کہا کہ اہل کوفہ میں سے فلاں شخص کے یہاں میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں نے وہاں پیغام بھی بھیجے

دیا ہے۔ لیکن وہ مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کرتے ہیں جو میری وسعت اور طاقت سے باہر ہے
اور نکاح کا خیال بھی دل پر غالب ہو رہا ہے اب کیا تدبیر کروں آپ نے فرمایا اللہ سے استخارہ
کر لو اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں ان کو دیدو۔ اس مشورے کے بعد اس نے ان لوگوں کے ہاں
اس مطالبہ کی منظوری کی اطلاع بھیجدی۔ پھر جب نکاح ہو گیا تو اس نے امام صاحب سے عرض
کیا کہ میں نے ان سے درخواست کی کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ اب لے لیں سردست کل کی ادائگی میری
وسعت سے باہر ہے مگر وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اسکو بغیر پورا دین مہر ادا کئے نہیں لیجا سکتے
آپ نے فرمایا حیلہ کر لو۔ اسوقت قرض لیکر ادا کر دو۔ کہ تم اپنی زوجہ تک پہنچ جاؤ۔ مجھے امید ہے
ان لوگوں کی سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا کہ چند لوگوں
سے قرض لیکر وہ رقم پوری کی ان میں سے ایک ابو حنیفہ بھی تھے۔ پھر جب یہ اپنی بیوی کے پاس
داخل ہو گیا اور وہ اس کے پاس پہنچا دی گئی تو ابو حنیفہ نے اس سے کہا کہ اگر تم یہ ظاہر کر دو کہ
اس شہر سے تمہارا کسی دور دراز ملک میں جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی کو ہمراہ
لیکر جاؤ تو تم سے کسی کو مواخذہ کا حق نہیں ہے تو (اس تجویز کے مطابق) یہ شخص دو اونٹ کرایہ
کر کے لے آیا اور ظاہر کر دیا کہ وہ بطلب معاش خراسان کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی
کو بھی ہمراہ لیجانے کا ہے۔ یہ بات اس کے کنبہ والوں پر بہت شاق ہوئی اور وہ لوگ حکم شرعی
معلوم کرنے اور مدد لینے کے لئے امام ابو حنیفہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار
ہے جہاں چاہے لیجائے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا کہ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی
بیٹی کو بھی نکل جانے دیں۔ ان سے آپ نے کہا تو پھر اس کو راضی کر لو جس کی صورت ہے کہ جو
کچھ تم نے اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔ انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس جوان
کو ابو حنیفہ نے بلا کر اس سے فرمایا کہ وہ لوگ جھک کر اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ جو کچھ مہر
تم سے لیا ہے واپس کر دیں اور اسے بری الذمہ قرار دیدیں (اب اس شخص کے دماغ پر فتح
کا نشہ چڑھ گیا) اس نے کہا کہ میں تو اس رقم کے اوپر مزید وصول کرنا چاہتا ہوں (مگر امام
صاحب کی تنبیہ سے سب نشہ ہرن ہو گیا) آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے [illegible] جس پر
وہ راضی ہو گئے ہیں تمہیں اس کو منظور کر لینا چاہئے ورنہ اگر عورت نے کسی شخص کے لئے دین

اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرلیا۔ تو پھر تقاضائے دین تم اسے اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتے اس نے (گھبرا کر) کہا اللہ اللہ پھر تو میں ان سے کچھ بھی نہیں وصول کر سکوں گا۔ کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں۔ بس وہ فوراً ٹھہر جانے پر آمادہ ہو گیا۔ اور جو کچھ رقم مہر دہ دے رہے تھے۔ اسی کو واپس لے لینے پر اکتفا کر لیا۔

(۱۶۱) احمد بن الدقاق سے مروی ہے کہ اصحاب امام ابوحنیفہؒ میں سے ایک شخص نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ عورت کے متعلقین نے کہا کہ ہم ابوحنیفہ سے مشورہ کریں گے (اس نے اس کی اطلاع آپ کو دی) آپ نے اس سے کہا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو اپنا ہاتھ اپنے ذکر پر رکھ کر آنا۔ اس نے ایسا ہی کیا جب ان لوگوں نے ابوحنیفہؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے ہاتھ میں ایسی شے دیکھی ہے جس کی قیمت دس ہزار درہم ہے۔ (اس طرح وہ مائل ہو گئے)

(۱۶۲) ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ موقع یاد نہیں آتا۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں۔ اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نفلیں پڑھتے رہو صبح تک۔ انشاء اللہ تمہیں یاد آجائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گذرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دیگا اور تجھے یاد دلا دیگا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عز وجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھتے ہی گذاری۔

(۱۶۳) ابن عون کے بارے میں ابن مثنی سے مروی ہے کہ وہ لشکر میں تھے جب مشرکین کے لشکر میں سے ایک شخص نے نکل کر مبارز طلب کیا (کہ جس کا دل چاہے میرے مقابلہ کے لئے آئے۔) تو اس کے مقابلہ کے لئے ابن عون نکلے اور وہ ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے اس کو قتل کر آئے۔ پھر واپس آکر لوگوں میں رل مل گئے۔ حاکم نے کوشش کی کہ یہ پتہ لگا سکے کہ یہ کس کا کارنامہ تھا مگر معلوم نہ کر سکا پھر اس کے منادی نے آوازیں لگائیں کہ جس شخص نے اس مشرک کو قتل کیا ہے وہ مجھ سے آکر ملے۔ تب ابن عون اس کے پاس گئے اور اس سے یہ کہا کہ ایک مقابلہ کے لئے یہ ضرور

نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اسے قتل کیا (امیر جہاد سے مل کر اس کے حکم کی تعمیل بھی کر دی اور پھر بھی اظہار عمل سے بچے رہے)

(۱۶۴) یحییٰ بن یزید سے مروی ہے کہ ایک سپاہی ایک ایسے شخص کی تلاش میں آیا جو ابن عون کی مجلس میں تھا اس نے کہا اے ابن عون کیا آپ نے فلاں کو دیکھا ہے آپ نے یہ جواب دیا کہ وہ ہر دن ہمارے یہاں نہیں آتا بس وہ چلا گیا اور اُن کو چھوڑ گیا۔

(۱۶۵) ہشام بن الکلبی کے بارے میں محمد بن ابی السری کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن الکلبی نے کہا کہ میں نے حفظ بھی ایسا کیا کہ کسی نے ایسا نہ کیا ہوگا اور مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی ہوگی میرے چچا ایسے تھے کہ مجھ پر حفظ قرآن سے خفا ہوتے تھے تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھالی کہ جب تک پورا قرآن حفظ نہ کرلوں گا گھر سے نہ نکلوں گا۔ تو میں نے قرآن کو تین دن میں حفظ کرلیا (نسیان کا یہ واقعہ پیش آیا کہ) ایک دن میں نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی (چونکہ ڈاڑھی زیادہ بڑھ گئی تھی) میں نے اس کو مٹھی میں پکڑا تاکہ باہر بڑھے ہوئے بالوں کو مٹھی کے نیچے سے کاٹ دوں لیکن مٹھی سے اُوپر کا حصہ کاٹ دیا۔

(۱۶۶) عمارہ بن حمزہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ منصور کے دربار میں پہنچے اور اپنے مقررہ مقام پر جو بلحاظ مرتبہ متعین تھا جاکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا اے امیرالمؤمنین میں مظلوم ہوں منصور نے کہا کہ کس نے تجھ پر ظلم کیا۔ اس نے کہا عمارہ نے میری جائداد غصب کرلی۔ منصور نے کہا اے عمارہ اٹھو اور اپنے حریف کے برابر جاکر بیٹھو۔ عمارہ نے کہا کہ یہ میرا حریف نہیں ہے۔ منصور نے کہا یہ کس طرح جب کہ وہ تم پر دعویٰ کر رہا ہے۔ عمارہ نے کہا کہ اگر وہ جائداد اس کی ہے تو میں اس سے تنازع نہیں کرتا بلکہ اپنی ثابت کریں، اور اگر یہ حق ہے تو میں اس کے حق میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں اور میں اس مجلس سے اٹھ جاتا ہوں پر امیرالمؤمنین نے مجھے مقرر کیا ہے جائداد کی وجہ سے اپنی درجہ میں کمی گوارا نہیں کرتا۔

(۱۶۷) حضرت عبداللہ بن مبارک کے متعلق [illegible] بن حمید سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک کے پاس چھینک لی اور الحمدللہ نہ کہا۔ ان سے [illegible] آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمدللہ۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔

(۱۶۸) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک کنیز ہارون الرشید کی کنیزوں میں سے اس کے پاس موجود تھی اور ہارون الرشید کے سامنے ایک جواہرات کی مالا رکھی ہوئی تھی۔ ہارون الرشید اس کو اٹھا کر الٹنے پلٹنے کا مشغلہ کرنے لگے۔ پھر وہ مالا گم ہو گئی۔ ہارون نے اس کنیز کو متہم کیا کہ یہ اس کی حرکت ہو گی۔ جب اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے قسم کھائی کہ میں نے اگر اس سے چوری کا اقرار نہ کرا لیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے سب مملوک آزاد اور مجھ پر حج لازم۔ وہ کنیز برابر انکار پر قائم رہی اور وہ اس کو متہم کرتے رہے اب ہارون الرشید کو قسم ٹوٹنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ تو امام ابو یوسف کو بلا کر پورا قصہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کنیز سے مجھے بات کرنے کا موقع عنایت فرما دیجئے، اور ہمارے ساتھ ایک خادم ہوگا تاکہ میں آپ کو اس قسم سے باہر کر سکوں۔ ہارون الرشید نے اس کا انتظام کر دیا۔ امام ابو یوسف نے اس سے علیحدہ کہا کہ جب امیر المومنین تجھ سے ہار کے بارے میں سوال کریں تو تو اس سے انکار کر دینا پھر جب دوبارہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے لیا ہے۔ پھر جب تیسری مرتبہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے نہیں لیا یہ سمجھا کر واپس تشریف لاتے وقت خادم کو یہ ہدایت کر دی کہ اس گفتگو کی امیر المومنین کو اطلاع نہ دینا اور ہارون الرشید سے آپ نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کنیز سے ہار کے بارے میں تین مرتبہ پے در پے سوال کیجئے وہ آپ کی تصدیق کرے گی۔ خلیفہ نے جا کر اس سے سوال کیا اس نے پہلی مرتبہ انکار کیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے لیا ہے۔ خلیفہ نے کہا تو کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے کہا واللہ میں نے نہیں لیا۔ لیکن مجھے ابو یوسف نے ایسا سمجھایا تھا۔ پھر خلیفہ نے امام ابو یوسف سے کہا یہ کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کی قسم پوری ہو چکی ہے کیونکہ اس نے آپکو خبر دی کہ اس نے ہار لیا اور پھر خبر دی کہ نہیں لیا تو دونوں میں سے ایک جواب میں وہ سچی ہے اور اب آپ اپنے حلف کی قید سے نکل چکے ہیں۔ ہارون بہت خوش ہوئے اور ان کو انعام دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔

(۱۶۹) ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے دونوں میں سے کونسا اعلیٰ ہے۔ آپ نے کہا اے امیر المومنین فریقین جب تک حاضر نہ ہوں میں فیصلہ نہیں کیا کرتا۔ ہارون الرشید نے دونوں چیزیں منگا دیں۔ اب ابو یوسف

نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کر دیا۔ کبھی فالودہ میں سے کھاتے تھے اور کبھی لوزینہ میں سے جب دونوں پیالے آدھے کر دیئے تو بولے اے امیر المؤمنین میں نے اب تک کوئی دو حریف ان سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے جب بھی میں نے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل پیش کر دی۔

(۱۷۰) یزید بن ہارون کے بارے میں احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے مجھ سے کہا کہ تو مجھ پر گیہوں کے آدھے گلے والے چکی کے پاٹ سے بھی زیادہ بھاری ہے میں نے کہا اے ابو خالد پورے گلے کا پاٹ کیوں نہیں کہدیا۔ کہنے لگے کہ جب گلا پورا ہوتا ہے تو وہ آسانی کے ساتھ گھومتا ہے اور آدھے گلے کا پاٹ زیادہ زور لگانے سے گھومتا ہے۔

(۱۷۱) امام شافعیؒ کے بارے میں حسن بن الصباح سے مروی ہے کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو رشید نے امین اور مامون کے مابین جو عہد کرایا تھا اس سے اتفاق کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ صبح کے وقت عام لوگ مبارکباد دینے کے لئے ہارون الرشید کے یہاں پہنچے اور دار العامہ میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگے۔ اب لوگوں نے باہم گفتگو کی کہ ہم کو دونوں شاہزادوں کے لئے کس عنوان سے دعا کرنی چاہیئے کیونکہ جب ہم ان کے لئے (مسند آرائے خلافت ہونے کی) دعا کریں گے تو وہ خلیفہ کے حق میں بد دعا ہوگی اور اگر ہم اُن کے حق میں دعا ہی نہ کریں تو یہ بھی ایک تقصیر ہوگی۔ اتنے میں امام شافعی آکر بیٹھ گئے۔ یہ اشکال ان کے سامنے بھی پیش کیا گیا تو آپ نے کہا اللہ توفیق دینے والا ہے۔ جب خلیفہ کے پاس سے اجازت آگئی تو سب لوگ اندر پہنچ گئے، تو سب سے پہلے بولنے والے امام شافعی تھے آپ نے کہا:

لا نقصا عنها ولا بلغتهم   حتی یطول علی یدیک طوالها

نہ کوتاہی کرے یہ دونوں اس (خلافت) سے یعنی یہ دونوں اس کے اہل رہیں اور نہ تو اس کو دے تا کہ خلافت کی رسی تیرے ہاتھوں پر دراز رہے۔

ربیع سے منقول ہے کہ امام شافعی بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس عیادت کے لئے گیا، اور کہا اے ابو عبداللہ (قوی اللہ ضعفک لفظی ترجمہ) قوی کرے اللہ آپ کے ضعف کو آپ نے فرمایا کہ اے ابو محمد اگر اللہ نے میرے ضعف کو میری قوت سے قوی کر دیا تو گویا مجھے ہلاک کر دیا۔

نے کہا اے ابو عبداللہ میں نے تو ان کلمات سے صرف خیر ہی کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے لئے بد دعا بھی کرتے ہوئے ہوتے تو (پھر بھی مجھے تمہاری نسبت بدگمانی نہ ہوتی) میں یہی سمجھتا کہ تمہاری نیت صرف خیر ہی کی ہے "مقولہ مؤلف" امام شافعی کے اصول میں سے ہے کہ وہ ظاہر الفاظ کو اخذ کرتے ہیں اسی بنا پر انہوں نے خیال کیا کہ سبب ضعف قوی ہو جائے گا تو تکلیف بڑھے گی حالانکہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا تعلیم کی اور پڑھنے کا حکم دیا۔ قوّ فی رضاک ضعفی (اے اللہ قوی کردے اپنی رضا میں میرے ضعف کو) ظاہر ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ بجائے ضعف کے قوت عطا فرماوے، اور اس میں ایک حد تک مجازی معنے ملحوظ کئے گئے ہیں ربیع نے بھی یہی مجاز استعمال کیا تھا۔ مگر شافعی نے حقیقت کا قصد کیا۔

(۱۷۲) ربیع کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص امام شافعی کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعا کا رہنے والا ہے اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا شاید تو لوہار ہے اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

(۱۷۳) حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے امام شافعی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی میں نے اس کو یہ کہدیا کہ اگر تو نے یہ کھجور کھالی تو تجھ پر طلاق اور اس کو پھینک دیا تب بھی طلاق۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے (مقولہ مؤلف) ایک روایت میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی سے امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور ہمارے اصحاب نے اس جنس کے بہت سے مسائل ذکر کئے ہیں جن کے جواب پر کوئی بہت ذہین مفتی ہی آگاہ ہو سکتا ہے۔ ہم ان میں سے چند مسائل کا یہاں ذکر کرتے ہیں کیونکہ ایسی چیزیں ایک مجتہد کے لئے بہت مفید ہے۔

(۱۷۴) ان میں سے ایک یہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جو پانی میں کھڑی تھی۔ اگر تو اس پانی میں ٹھہرے تو تجھ پر طلاق اور نکلی تب طلاق، تو ہم دیکھیں گے کہ اگر یہ پانی جاری تھا اور اس شخص نے کوئی خاص نیت نہیں کی تھی۔ تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی [illegible] [illegible] کا حکم یہ ہے کہ [illegible] فوراً اوّل [illegible] جاری ہے گئے۔

(۱۷۵) اگر ایسی صورت واقع ہو کہ عورت سیڑھی پر ہے اور اس سے شوہر نے کہا کہ اگر تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اس سے نیچے اتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یا کسی نے نیچے اتارا تو تجھ پر طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ دوسری سیڑھی پر منتقل ہو جائے (جو اس سیڑھی کے برابر رکھ دی جائے۔)

(۱۷۶) اگر (کھجور والے نے) بہت سی کھجوریں کھائی ہیں اور پھر شوہر نے یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے میرے سامنے اس تعداد کا ذکر نہ کیا جو میں نے کھائی ہے تو تجھ پر طلاق، تو اس سے رہائی کی یہ صورت ہے کہ جس قدر کھجوریں کھانے کا زیادہ سے زیادہ احتمال ہو ایک سے لے کر اس عدد تک گنتی کی جائے (اس گنتی میں صحیح عدد بھی اس کے سامنے مذکور ہو ہی جائے گا۔)

(۱۷۷) اگر (شوہر اور بیوی دونوں نے) کھجوریں کھائیں اور (دونوں کی گٹھلیاں ایک جگہ مخلوط پڑی ہیں)، شوہر نے کہا اگر میری کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو اپنی کھائی ہوئی کھجور کی گٹھلیوں سے الگ نہ کرے گی تو تجھ پر طلاق۔ تو عورت کو چاہئے کہ ہر ایک گٹھلی کو الگ الگ کر دے۔

(۱۷۸) اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تجھ پر طلاق ہے اگر تو تصدیق نہ کرے گی اس امر کی کہ تو نے میری چیز چوری کی یا نہیں؟ تو اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے چرایا اور کچھ نہ چرایا تو طلاق نہ پڑے گی (اگرچہ چوری بھی ثابت نہ ہوگی)

(۱۷۹) اگر کسی کے تین بیویاں ہیں اور وہ ان کے لئے بازار سے دو دوپٹے خرید کر لایا۔ ان پر ہر ایک جھگڑنے لگی اس پر شوہر نے کہا تم سب پر طلاق اگر اس مہینہ میں تم میں سے ہر ایک بیس بیس دن نہ اوڑھے۔ تو اس کی یہ صورت ہے کہ ایک دوپٹہ بڑی کو اور ایک درمیانی کو اوڑھنے کے لئے دیدیا جائے اور دس دن کے بعد بڑی بیوی یہ دوپٹہ سب سے چھوٹی کو دیدے اور درمیانی مسلسل بیس دن استعمال کرنے کے بعد بڑی بیوی کو دیکر اوڑھنے دے آخر ماہ تک۔

(۱۸۰) مسئلہ: تین بیویوں والے شخص نے تین کوس کا سفر کیا اور اس کے ساتھ دو خچر تھے تینوں سوار ہونے کے لئے جھگڑنے لگیں۔ اس شوہر نے طلاق دے دی کہ اگر تم میں سے ہر ایک کو دو کوس سوار ہو کر چلنا ہوگا۔ تو ایسا کیا جائے کہ سب سے بڑی اور درمیانی کو سوار کر دیا

جلائے۔ پھر ایک کوس چل کر درمیان والی اُتر جائے اور اس کے خچر پر بڑی بیٹھ جائے اور چھوٹی سوار ہو جائے۔ درمیان والی کے خچر پر اور آخر مسافت تک بیٹھی رہے۔ اور درمیانی عمر والی بڑی کی جگہ دو فرسخ کے ختم تک بیٹھی رہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۸۱) **مسئلہ**: ایک شخص اپنے گھر میں تیس بوتلیں لایا (جن میں سے) دس بھری ہوئی اور دس آدھی آدھی اور دس خالی تھیں۔ (اس کے تین بیویاں ہیں) پھر کہا تم سب پر طلاق ہے اگر میں ان کو تم پر میں اس طرح برابر تقسیم نہ کر سکوں کہ اس تقسیم پر نہ ترازو سے کام لوں اور نہ پیمانے سے۔ اس کو چاہیئے کہ وہ پانچ آدھی آدھی بوتلیں لیکر دوسری پانچ آدھی آدھی بوتلوں میں بھر دے (اس طرح پانچ پوری بوتلیں بن جائیں گی اور دس پوری بوتلیں تو موجود ہی تھیں اب کل پندرہ بوتلیں بھری ہوئی ہو جائیں گی اور پانچ خالی بوتلوں کا اضافہ دس خالی بوتلوں میں ہو کر کل پندرہ خالی بوتلیں ہو جائیں گی۔ اب ہر ایک بیوی کو پانچ بوتلیں بھری ہوئی اور پانچ خالی دیدے۔

(۱۸۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک برتن دیکھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ یہ مجھے پلائے اس نے انکار کر دیا۔ تو اس نے حلف بالطلاق لیا کہ نہ تو اس پانی کو پی سکتی ہے اور نہ گرا سکتی ہے اور نہ برتن میں باقی چھوڑ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی ہی صورت اختیار کر سکتی ہے (مثلاً یہ کہ کسی دوسرے کو پلا دے) تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ برتن میں کوئی ایسا کپڑا ڈالا جائے جو پانی پی جائے پھر اس کو دھوپ میں سکھا لیا جائے۔

(۱۸۳) ایک شخص نے قسم کھائی اور بیان کیا کہ اس کی بیوی نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میں تجھ پر حرام ہو چکی اور میں نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور میں تیرے لئے ضروری قرار دیتی ہوں کہ تو میرے لئے میرا خرچ بھیج اور میرے شوہر کا خرچ بھیج۔ یہ قسم اس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ) یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اس کے باپ نے اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا تھا پھر اس غلام کو اموال تجارت دیکر کہیں بھیجا اس کے بعد اس (باپ) کا انتقال ہو گیا اب اس شخص کے تمام ترکہ کی وارث اس کی بیٹی ہوئی اور غلام سے چونکہ وہ اب اس کا مملوک ہو گیا، نکاح فسخ ہو گیا۔ اور اس نے عدت پوری کی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اب وہ

یہ پیام بھیجتی ہے۔ کہ مال میرے لئے یہاں بھیجو کہ اس کی اب میں مالکہ ہوں اور مالک کو حق ہے کہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو بھی حوالہ کرنے کا حکم نافذ کرے اس لئے نئے شوہر کو بھی دلوانی ہے۔

(۱۸۴) کسی کے دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک بالاخانہ میں ہے اور دوسری نیچے گھر میں ہے شوہر نے سیڑھی چڑھنا شروع کیا تو دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پاس آنے پر اصرار شروع کر دیا۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں اوپر چڑھ کر تیرے پاس آؤنگا۔ اور نہ نیچے اُتر کر تیرے پاس آؤنگا۔ اور نہ اس جگہ اس ساعت میں ٹھہرونگا۔ تو چاہیے کہ نیچے کے گھر والی اوپر چڑھ آوے اور اوپر والی اُتر کر اس کے پاس آجائے اب اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چلے چلا جائے۔

(۱۸۵) اگر اپنی زوجہ سے حلف کیا کہ میں تیرے گھر میں بوریہ نہیں لاؤنگا۔ اور تجھ سے بائے بوریہ پر جماع کرونگا پھر اس نے گھر میں جماع بھی کر لیا اور قسم بھی نہ ٹوٹی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بوریہ کا سامان گھر میں لے آئے اور کاریگر کو بلا کر گھر میں ہی بوریہ بنوالے اور اس پر جماع کرے۔

(۱۸۶) اگر کسی نے حلف کیا کہ میں اپنی زوجہ سے روز روشن میں جماع کرونگا۔ اور باوجود پانی پر استعمال کی قدرت ہونے کے دن میں غسل بھی نہ کرونگا اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز کبھی فوت نہ ہونے دونگا تو اس کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ فجر کی اور ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھ لے اور بعد عصر جماع کرے جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً غسل کرے اور امام کے ساتھ نماز مغرب پڑھ لے۔

(۱۸۷) ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے ایک ایسے (روزہ دار) شخص کو دیکھا جو ایک مسجد میں دو مقتدیوں کا امام بنکر نماز ادا کر رہا تھا (نماز کے دوران میں) اس نے اپنے داہنی طرف توجہ کی تو ایک قوم کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے (ان کی باتیں بھی سنیں) تو اس پر اس کی زوجہ حرام ہو گئی اور اس کا روزہ باطل ہو گیا اور دونوں مقتدیوں کے کوڑے مارنے واجب ہو گئے اور مسجد کو ڈھا دینا پڑا۔ یہ ایسا شخص تھا جس نے ایک ایسی عورت سے نکاح کر لیا جس کا شوہر غائب تھا اور ان دونوں مقتدیوں نے شہادت دی تھی کہ وہ مر گیا اور اس نے بابت سائنہ وصیت کی تھی کہ اس کے گھر کو مسجد بنا دیا جائے۔ اور یہ شخص مقید اور

روزہ سے تھا جب اس نے داہنی طرف التفات کیا تو دیکھا کہ وہ غائب شخص جو اس کی بیوی کا شوہر تھا آگیا اور یہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ عید کا چاند ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے آج یوم عید ہے اس کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ شوال کا ہلال دیکھا جا چکا (اس لئے روزے سے تھا) اور اس نے اپنی ایک جانب میں پانی اور کپڑے پر ناپاکی کا نشان بھی دیکھ لیا تو عورت حرام ہو گئی خاوند کے آجانے سے اور روزہ باطل ہوا یوم عید کے ثبوت سے اور نماز باطل ہوئی کپڑے پر ناپاکی کے مشاہدہ سے۔ اور ان دونوں آدمیوں کو اس لئے کوڑے مارے جائیں گے کہ انہوں نے جھوٹی شہادت دی تھی اور مسجد کا توڑنا اس لئے ضروری ہو گیا کہ وصیت غلط ہو گئی اور مالک کو اس کا گھر ملے گا۔

(۱۸۸) ایک شخص کے پاس چھوارے اور انجیر اور کشمش تھی جن کا مجموعی وزن بیس رطل تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے چھوارے فی رطل نصف درہم اور انجیر فی رطل دو درہم اور کشمش فی رطل تین درہم کے بھاؤ سے فروخت کئے اس شخص کو کل کی قیمت بیس درہم وصول ہوئی تو (اس کی قسم سچی ہونے کی یہ صورت ہے کہ) اس کے پاس چھوارے چودہ رطل اور انجیر پانچ رطل اور کشمش ایک رطل تھی۔

(۱۸۹) ابو محمد یحییٰ بن المبارک یزیدی کے بارے میں مبرد سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے کہا لاوجعلنی اللہ فداک یا امیر المؤمنین یعنی نہیں اور مجھے اللہ آپ کے قربان کرے اے امیر المؤمنین۔ تو مامون پھڑک اٹھا اور بولا کہ اللہ نے کسی عقل والے کو عطا فرمائی کوئی "واؤ" کسی دوسرے موقع پر اسقدر احسن نہیں ہو گا جس قدر اس موضع پر زیب دے رہا ہے اور ان کو انعام اور خلعت عطا کیا گیا (اگر لا کے بعد بغیر واؤ کے جعلنی اللہ ہوتا تو بالکل الٹے معنے ہوتے تھے)

(۱۹۰) ابو العیناء کے بارے میں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو العیناء نے ذکر کیا کہ مجھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ نے کہا کہ میں تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور میں یہ اس بنا پر نہیں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے اس شرف کا علم نہیں جو خلیفۃ المسلمین کی مجلس کی رکنیت سے مجھے حاصل ہو گا لیکن میں نے ایسا اس لئے عرض کیا کہ مجھ پر پردہ پڑا ہوا ہے (کہ میں اندھا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا) اور ایسے شخص کے اشارت بے محل ہوں گے اور ایما شاہی اس سے مختلف ہو گا ہو سکتا ہے کہ اس کا کلام غیظ و غضب کے نتیجہ

کے مناسب ہو اور آپ اس وقت خندہ پیشانی ہوں یا اس کا کلام مسرت رضا کے وقت کا ہو اور
آپ چیں بجبیں ہوں اور جب ان دونوں حالتوں میں مجھ کو امتیاز نہ ہوگا تو ہلاک ہو سکتا ہوں۔ متوکل
نے کہا تم نے ٹھیک کہا مگر (ہماری خوشی بہر حال یہی ہے) تم اپنے اوپر ہماری مصاحبت لازم ہی کر
لو۔ میں نے عرض کیا (بسر و چشم) ایسا لزوم جیسا فرض اور واجب کا ہوتا ہے تو مجھ کو دس ہزار
درہم صلہ عطا فرمایا گیا۔

(۱۹۱) اور ایک روایت یہ ہے کہ متوکل علی اللہ نے (اپنی مجلس میں) کہا ہماری خواہش ہے
کہ ہم ابوالعیناء کو اپنا ندیم بنائیں کاش یہ نابینا نہ ہوتا (اس کی وجہ سے رکاوٹ ہوتی ہے) ابوالعیناء
نے سن کر کہا اگر امیر المومنین مجھے رویت ہلال اور مہر کے نقوش دیکھنے سے معاف رکھیں تو مجھ
میں مصاحبت کی صلاحیت ہے۔

(۱۹۲) ابوالعیناء کا ایک واقعہ ہم کو معلوم ہوا کہ انہوں نے عبد اللہ بن سلیمان سے اپنے وظیفہ
مقررہ کی دیر سے ملنے کی شکایت کی انہوں نے کہا کیا تم نے فلاں (صیغہ دار) کو آپ کے نام
کے لئے کچھ نہیں دیا تھا۔ ابوالعیناء نے کہا اس شخص نے مجھے ٹال مٹول کر کے ناخنوں میں کھینچ
رکھا ہے انہوں نے کہا تم نے ہی تو اس کو منتخب کیا تھا۔ ابوالعیناء نے کہا مجھ پر اس کا بار نہیں
ڈالا جا سکتا، موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا ان میں سے ایک بھی صاحب
سعادت نہ نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو زلزلے نے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن
ابی سرح کو کاتب منتخب کیا تھا وہ مرتد ہو کر کفار سے جا ملا اور علی نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب
کیا تھا۔ ابو موسیٰ نے علی ہی کے خلاف فیصلہ دیا۔

(۱۹۳) ایک وزیر نے کثرت کار کی شکایت کی تو ابوالعیناء نے کہا خدا مجھے وہ دن نہ
دکھائے کہ آپ فارغ ہوں۔

(۱۹۴) ابوالعیناء سے کہا گیا بقی من یلقی [illegible] یعنی کوئی ایسا شخص باقی رہا ہے جس سے
ملاقات کی جائے مطلب یہ تھا کہ ابوالعیناء نے اپنے زمانہ میں [illegible] رکھا
جس سے ملاقات نہ کی ہو تو ایک سائل نے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص باقی تو نہیں رہا [illegible] نے
انفرادا باقی لئن یلقی [illegible] ایا تھا۔ مگر [illegible] باب افعال سے [illegible] کر دیا [illegible]

آئیگا اور اسی کا قصد کرے۔ ابو العیناء نے جواب دیا نعم، فی الیبیر۔ یعنی ہاں گنوئیں میں۔

(۱۹۵) ابو العیناء سے پوچھا گیا کہ حماد بن زید بن درہم اور حماد بن سلمہ بن دینار میں کیا فرق ہے (یعنی دونوں میں کون افضل ہے) تو ابو العیناء نے جواب دیا کہ دونوں کے درمیان وہی فرق ہے جو ان دونوں کے دادا کے ناموں میں باعتبار قیمت سکہ فرق ہے (یعنی جو فرق درہم اور دینار میں ہے)

(۱۹۶) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کے بارے میں ابن المزوق بغدادی کے غلام نے بیان کیا کہ میرا آقا میری بہت عزت کرتا تھا اس نے ایک کنیز خریدی اور اس سے میرا نکاح کر دیا مجھے اس سے بہت محبت ہو گئی مگر اس کنیز کو مجھ سے اسی درجہ شدید بغض ہو گیا اور وہ ہمیشہ بدگوئی کرتی تھی، اور اس حد تک معاملہ پہنچا کہ ایک دن اس نے مجھے سختی سے جھڑکا تو میں نے غصہ سے یہ کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق اگر تو نے جیسے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا میں بھی اسی قسم کے الفاظ سے تجھے مخاطب کروں میرے تحمل نے تیرا مزاج بگاڑ دیا۔ (وہ عورت بڑی چالاک اور ذہین تھی اس نے اپنی خلاصی کی راہ نکال لی) اس پر اس نے فوراً کہا تجھ پر جدا کرنے والی تین طلاق، اب اگر وہ یہی کلمات کہتا ہے تو ان کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور نہیں کہتا ہے تو اس حلف کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں دنگ رہ گیا اور نہیں سمجھ سکا کہ اب کیا کروں اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اسکو وہی کہہ دیا جو اس نے کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، تو میں ہدایت حاصل کرنے کے لئے ابو جعفر طبری کے پاس پہنچا اور ان کو سب قصہ سنایا، تو علامہ نے فرمایا اس سے یہ الفاظ کہدے کہ تجھ پر تین طلاق اگر میں تجھے طلاق دوں تو ان ہی کلمات سے اس کو جواب ہو جائیگا اور تیری قسم پوری ہو جائے گی اور اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔

(۱۹۷) علی بن جبلہ الربعی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کنارہ دریا پر پیدل جا رہے تھے کہ انہوں نے رضی اور مرتضیٰ کو کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان دونوں کے ساتھ عثمان بن جنی تھے تو انہوں نے ان سے کہا دونوں شرفا کا یہ معاملہ تعجب خیز ہے کہ عثمان تو ان کے ساتھ دریا میں بیٹھا ہو اور علی ان سے دور کنارے پر پیدل جا رہا ہو۔

(۱۹۸) ابو الوفا ابن عقیل کے بارے میں ازہر بن عبد الوہاب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عقیل سے آکر کہا کہ ایسا شخص جو نہر میں خواہ دو غوطے لگاؤں یا تین مجھے یقین نہیں

اپنے کپڑے اتار کر اور نہر میں داخل ہو کر غسل کروں تو قبلہ کی طرف توجہ کروں یا کسی دوسری طرف
تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کرو جو تم نے اتارے (اور کنارے پر رکھے کہ
کوئی ان کو لیکر نہ چلا جائے)

باب ۱۴ : عابدوں اور زاہدوں کی حکایات ذکاوت

(۲۰۲) حضرت جنید سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ سری سقطی سے سنا انہوں نے
بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ طرطوس میں علت ذرب (دستوں کی بیماری) میں مبتلا ہو گیا تو قاری لوگ
میرے پاس عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور ہی نہیں۔ مجھے ان لوگوں کے
بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی تھی۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے میں نے فوراً ہی ہاتھ پھیلا
کر دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھا دیجئے۔

(۲۰۳) یوسف بن الحسین نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ذوالنون اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم
جانتے ہیں۔ میں نے (اس کے شوق سے) مصر پہنچ کر ایک سال ان کی خدمت میں گذارا پھر
ان سے عرض کیا کہ اے استاد میں نے آپ کی خدمت کی میرا حق خدمت آپ پر واجب ہے اور مجھ سے
کہا گیا کہ آپ اللہ کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ اور آپ مجھے پہچان چکے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی ان
کا اہل آپ نے نہ پایا ہوگا میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ مجھے تعلیم کر دیں۔ یہ سنکر ذوالنون خاموش
ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے ان کے سکوت سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مجھے بتا دیں گے
اس کے بعد چھ ماہ گذر گئے تو ایک دن میرے پاس گھر میں سے ایک طباق لیکر آئے اور اس
پر سرپوش تھا اور وہ ایک رومال سے بندھا ہوا تھا اور ذوالنون جیزہ میں رہتے تھے کہنے لگے
کہ تم ہمارے فلاں دوست کو جانتے ہو جو فسطاط میں رہتے ہیں میں نے کہا ہاں واقف ہوں فرمایا
تو یہ میں ان کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تم ان کو دے آؤ۔ میں نے وہ ان سے بندھا ہوا طباق
لے لیا اور میں اس کو لیکر طویل راستہ پر چلتا رہا اور سوچتا رہا کہ ذوالنون جیسا شخص فلاں شخص
کے پاس ہدیہ بھیج رہا ہے۔ دیکھنا تو چاہئے کہ اس میں کیا ہے۔ میں صبر نہ کر سکا یہاں تک کہ
پل پر پہنچ گیا۔ تو میں نے رومال کھولا اور ڈھکنا اٹھایا تو اس میں ایک چوہا تھا جو طباق
سے کود کر بھاگ گیا تب میں تو بہت سخت غصہ میں بھر گیا اور میں نے کہا کہ ذوالنون نے

ساتھ مسخرا پن کر رہا ہے اور مجھ جیسے شخص کے ہاتھ چوم رہا ہے اور اسی غصہ کی حالت میں بھول گیا۔ جب ذوالنون نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے سے سب کچھ سمجھ لیا۔ پھر کہا اے احمق ہم نے تیرا تجربہ کیا تھا۔ ہم نے تیرے ہاتھ میں ایک چوہا امانت رکھا تھا تو نے اس میں بھی ہمارے ساتھ خیانت کی تو تو کیا ایسے حال کے وقت ہم تجھے اللہ کا اسم اعظم بطور امانت دے دیں۔ میرے پاس سے چلا جا میں آئندہ تجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

باب ۱۳ : عرب اور علماء عربیت کے واقعات و حکایات

(۲۰۴) ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا اور وہ چار تھے مضر اور ربیعہ اور ایاد اور انمار اور کہا بیٹو یہ سرخ خیمہ جو چمڑے کا بنا ہوا تھا اور جو مال اس سے مشابہت رکھتا ہے وہ مضر کا ہے۔ اسی لئے مضر کو مضر الحمراء کہا جاتا تھا۔ اور یہ سیاہ خیمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ربیعہ کا ہے تو اس نے سیاہ رنگ کے گھوڑے لے لئے اسی لئے ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہا گیا۔ اور یہ خادمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ایاد کا ہے اور اس خادمہ کا مخلوط رنگ تھا جس میں سیاہی اور سفیدی تھی تو ایاد نے ابلق گھوڑے لے لئے اور یہ تھیلی اور مجلس انمار کی ہے جس میں یہ اپنی نشست رکھیگا تو انمار نے اپنے حصہ کی چیزیں لے لیں اور بیٹوں سے یہ بھی کہا اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو تم کو چاہیئے کہ افعی بن الافعی جرہمی سے فیصلہ کرا لو۔ (مذکورہ بالا قبضہ ابن الافعی جرہمی کے فیصلہ کے بعد عمل میں آیا تھا) جب نزار کا انتقال ہو گیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا تو انہوں نے افعی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کا ارادہ کیا اور افعی نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہو گئے۔ دوران سفر میں مضر کی نظر ایک قطعہ زمین پر پڑی جس میں کسی جانور نے گھاس چر لی تھی تو کہا کہ جس اونٹ نے یہاں کی گھاس چری ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا اور وہ ٹیڑھا چلتا ہے (یعنی ایک پیر پر جھک کر چلتا ہے) اور ایاد نے کہا [illegible] اس کی دم کٹی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] وہ کانا ہے۔ اس [illegible] ربیعہ نے کہا وہ ٹیڑھا بھی ہے [illegible]

نے کہا کیا ابتر یعنی بغیر دُم کا ہے اس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا کیا وہ بدکا ہُوا ہے اُس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ یہ سب صفات میرے اُونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تو ان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ وہ ان کو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اُونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور اُن کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعٰی جرہمی کے یہاں جا کر اُترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اُسے دیکھا بھی نہیں۔ افعٰی نے اُن سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف کی گھاس کو نہیں چھیڑا میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل نشان پایا اور دوسرا نشان خراب اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہُوا اُٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے۔ اور ایاد نے کہا کہ میں نے اسکی مینگنیوں کو مجتمع اور اکٹھی دیکھا اس سے میں سمجھا کہ اس کی دُم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دُم والا ہوتا تو اس کے دُم ہلانے سے مینگنیاں منتشر ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی۔ پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے جہاں کم گھاس ہے میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہُوا ہے۔ (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعٰی نے ان لوگوں کا بیان سُنکر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اُونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور جا کر تلاش کر۔ پھر اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اُن لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اس نے ان کو مرحبا کہا پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم و ذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی۔ پھر اُن کے لئے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام و شراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کُتیا کے دُودھ

سے نہ پرورش کی جاتی اور ایادنے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت و شرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انمار نے کہا میں نے آج تک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی۔ وہ افعیٰ نے ایک شخص کو ان پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو سنادی بادشاہ نے اسکے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کرکے اس سے پوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے اُس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اسوقت اس سے زیادہ اچھی شراب موجود نہ تھی۔ اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم اس کو کتیا کا دودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اس سے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لئے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جاکر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس نے بتادیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دیدی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہوا اس تحقیق کے بعد بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہو گیا۔ دربعد ان کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سنی تھیں کہ ان سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا کہ یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو سرور لاتی ہے اور غم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہو گیا۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو کتیا کے دودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اُوپر ہوتی ہے بجز کتے کے کہ اس کا گوشت اُوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے

اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کی اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا میں اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اسکے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے میں اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لئے چپڑلی ہو گئی) اس شخص نے افعی کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا اُس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہیئے) پھر اُن کے پاس آیا اور اُن سے کہا کہ اپنی رُوداد سُناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہُوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جو مال سُرخ خیمہ کے مشابہ ہے وہ وہ مضر کا ہے تو اس کے حصہ میں دینار اور سُرخ رنگ کے اونٹ آئے اسی لئے مضر کو مضر الحمرا کہا گیا ہے۔ پھر کہا اور جو اموال سیاہ قبہ کے مشابہ ہیں خواہ چوپائے ہوں یا اور کچھ وہ ربیعہ کا حصہ ہے تو اس کو سیاہ رنگ کے گھوڑے دیئے گئے اسی لئے اس کو ربیعۃ الفرس کہا گیا اور جو مال اس خادمہ کے مشابہ ہو جس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی ہے وہ ایاد کا ہے تو اس کے حصہ میں ابلق گھوڑے اور گائے بیل آئے۔ اور انمار کے حق میں درہموں اور زمین کو تجویز کیا اس کے بعد یہ لوگ واپس آگئے۔

(۲۰۵) (مقولہ مؤلف) جاننا چاہیئے کہ عرب بطور ضرب المثل صاحب ذکاوت کے لئے دہار کا استعمال کرتے ہیں (دہار کے معنے بودت رائے اور حذق کے ہیں) کہتے ہیں ادہیٰ من قیس بن زہیر یعنی قیس بن زہیر سے زیادہ بڑی سمجھ رکھتا ہے۔ یہ قیس بن زہیر بنی عبس کا سردار تھا اور نہایت ذکی مانا جاتا تھا اس کا مقولہ ہے کہ [illegible] خادم [illegible] جب [illegible] اور [illegible] جب [illegible] [illegible] جب [illegible] اور [illegible] جب اس کا [illegible]

(۲۰۶) شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب [illegible]

میں پہنچے (جس سے عداوت تھی)، تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اور نیزہ زمین میں گڑا ہوا ہے اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضائے حاجت میں مشغول ہے اُنہوں نے اس کو للکارا کہ، اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کرونگا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں عمرو بن معدیکرب ہوں اُس نے کہا اے ابو ثور تو میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہا ہے (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہے اور میں کنویں کے اندر ہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کریگا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دیدیا کہ میں اس کو اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جبتک گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لے تو وہ اسجگہ سے نکلا جس میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اُس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہونگا۔ اور نہ تجھ سے قتال کرونگا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان (اور تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

(۲۰۷) ابو حاتم اصمعی کہتے ہیں کہ ہم سے بنی عنبر کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ بنو شیبان نے بنی العنبر کے ایک شخص کو قید کر لیا۔ اس نے اُن سے کہا کہ میں اپنے خاندان والوں کے پاس قاصد بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ وہ میرا فدیہ ادا کر دیں ——— انہوں نے کہا بشرطیکہ قاصد سے جو گفتگو کرنا ہو وہ ہمارے سامنے کرو۔ پھر وہ قاصد کو لے آئے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ میری قوم سے جا کر کہنا کہ ان الشجر قد اورق یعنی درختوں پر پتے آگئے۔ وان النساء قد اشتکت یعنی اور عورتیں بیمار ہو گئیں (یہ وہ ترجمہ ہے جو سننے والے بظاہر معنے کے اعتبار سے سمجھیں گے) پھر اس قاصد سے پوچھا کہ تو سمجھتا ہے اس نے کہا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ رات ہے۔ کہنے لگا مجھے اطمینان ہو گیا کہ تو سمجھتا ہے (دل کی بات یہ تھی کہ اب یہ اطمینان ہو گیا کہ بے وقوف ہے جو کلمات میں کہوں گا وہ میرے مقصد پر مطلع ہوئے بغیر ضرور پہنچا دے گا) اب تو روانہ ہو جا اور میرے متعلقین

سے یہ کہدو کہ " میرے بھورے اونٹ کی پشت سے بوجھ اتار لو۔ (منشاء در معنے یہ ہے کہ اسکو فروخت کرکے میرے فدیہ کی رقم کا انتظام کرو) اور میری سُرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور حارثہ سے میرے معاملہ میں پوچھو" قاصد یہ پیغام لیکر قوم کے پاس پہنچ گیا۔ قوم نے حارثہ کو بلا لیا (یہ وہاں کا ایک ذہین شخص تھا) اسکے سامنے قاصد نے پوری بات بیان کر دی حارثہ نے قوم سے تنہائی میں بیان کیا کہ " ان الشجر قد اورق " سے اس کی مراد یہ ہے کہ قوم (بنو شیبان) مسلح ہو چکی ہے (جب کہ کوئی شخص مسلح ہو جائے تو کہا جاتا ہے اورق الرجلُ اور اس کا یہ کہنا کہ ان النساء قد تشکت کا (یہاں اشتکت کے معنے بیمار ہو گئیں کے نہیں ہیں بلکہ) یہ مطلب ہے کہ انہوں نے جنگ کے لئے شکا فراہم کر لئے ہیں (شکا پانی کے چھوٹے مشکیزے کو کہتے ہیں) اور اس کے اس اشارے سے کہ یہ رات ہے یہ مراد ہے کہ یہ تم پر رات کی طرح یا رات کو چھا جائیں گے اور اس کا یہ کہنا کہ عدوا جبلی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب صمان سے کوچ کر جاؤ (صمان اس گاؤں کا نام ہے) اور اس کا یہ کہنا کہ ارکبو ناقتی الحمراء اس سے اسکی مراد یہ ہے کہ تم جلد میدان کی طرف نکل جاؤ (جہاں کی سُرخ گھاس ہے) جب یہ مطلب اُنہوں نے سمجھ لیا تو سب اپنے مکانوں سے نکل گئے پھر جب قوم نے حملہ کیا اور لوگ وہاں پہنچے تو وہاں اُنکو ایک بھی نہ ملا۔

(۲۰۸) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ مجھے ابن الاعرابی سے یہ حکایت پہنچی کہ قبیلہ طے نے عرب کے ایک جوان کو قید کر لیا تھا تو اس کے باپ اور چچا پہنچے تاکہ فدیہ دیکر اُسے لیجائیں تو ان لوگوں نے ان دونوں سے رقم فدیہ بڑھانے کے لئے جھگڑنا شروع کر دیا وہ اُن کو جو رقم دینا چاہتے تھے یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو اس کے باپ نے (بیٹے کے سامنے) اُن سے کہا نہیں " قسم ہے اس ذات کی جس نے فرقدین کو (دو ستاروں کے نام جو اکٹھے رہتے ہیں) پیدا کیا جو صبح اور شام جبل طے پر طلوع رہتے ہیں جو کچھ میں دینا چاہتا ہوں اس پر کچھ بھی نہ بڑھاؤں گا " پھر دونوں واپس آ گئے اور پھر باپ نے چچا سے کہا کہ میں اپنے بیٹے کے کانوں میں ایسی بات ڈال آیا ہوں کہ اسے سمجھ ہے تو نجات کی راہ نکال لے گا۔ اس پر زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ اُن سے آ ملا اور ایک حصہ اُن کے اونٹوں کا بھی ہنکا لایا۔ باپ نے اس کو یہ بات سمجھائی تھی کہ سفر میں فرقدین کا خیال رکھنا کہ یہ دونوں ستارے آجکل اس پہاڑ پر طلوع ہو رہے ہیں اور اس سے غائب نہیں ہوتے۔

(۲۰۹) ابن الاعرابی نے ہمیں یہ حکایت سنائی جو اُن کو ان کے مشائخ سے معلوم ہوئی تھی کہ قبیلہ بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا جس کے ایک خوبصورت بیٹی تھی اور یہ شخص غیر تمند تھا۔ اس نے اپنے مکان میں ایک کمرہ بنوا دیا جو بیٹی اور اس کے شوہر کے لئے خاص کر دیا تھا۔ یہ شوہر اس کے خاندان ہی کا تھا یعنی اس لڑکی کے چچا کی اولاد میں سے تھا۔ اب یہ حال پیش آیا کہ قبیلہ کنانہ کے ایک نوجوان کا اس کمرہ کی جانب گذر ہوا اس کی نظر اس لڑکی پر اور لڑکی کی نظر اس پر پڑی اور دونوں کے دلوں میں ایکدوسرے کی شدید محبت پیدا ہو گئی اس نوجوان کا اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا تو اُس نے (اظہار محبت اور پیغام کے لئے) یہ صورت نکالی کہ ایک شعر بنایا اور قبیلہ کے ایک بچے کو سکھایا اور اس کو یہ سمجھایا کہ کھیلنے کے حیلہ سے تو اس گھر میں چلا جا اور اس شعر کو اس طرح پڑھتے رہنا کہ نہ سر کو اُوپر اٹھانا اور نہ کسی سے مخاطب ہو کر پڑھنا اور نہ کسی کی طرف اشارہ کرنا۔ تو لڑکے کو جس طرح سمجھایا تھا اُس نے اُسی طرح کیا۔ اور اس لڑکی کا شوہر ایک دو دن کے بعد ایک سفر کا عزم کئے ہوئے تھا لڑکے نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

لحی اللّٰہُ من یلحیٰ علی الحب اھلہٗ — ومن یمنعُ النفسَ اللجُوجَ ھَواھا

(ترجمہ) خدا بُرا کرے اس شخص کا جو محبت پر اہل محبت کو بُرا کہتا ہے اور کون شخص ہے جو نفس حریص کو اس کی خواہش سے روک سکے)

لڑکی نے جب یہ شعر سنا تو سمجھ گئی اور یہ شعر کہا:

الا انّما بینَ التفرّقِ لیـلۃٌ — وتُعطیٰ نفوسُ العاشقینَ مُناھا

(ترجمہ، خبردار رہ جدائی کی مدت ایک رات باقی ہے (کیونکہ شوہر سفر میں جانیوالا ہے) اور عاشقوں کے نفوس کو ان کی تمنائیں دی جائیں گی۔

ماں نے سنا تو وہ سب کچھ سمجھ گئی اور اُس نے یہ شعر کہا:

الا انما تعنون ناقۃ رحلۃ — فمن عندہ ذات الرحیل رعاھا

(ترجمہ) اے تم نے کوچ کرنے کے لئے ناقہ کی نیت کر رکھی ہے لیکن جو ناقہ کا مالک ہے وہ اس کے پاس ہی اس کی نگہداشت کرتا ہے۔

باپ نے جب سنا اور سب کچھ سمجھ لیا۔ اُس نے یہ شعر کہا:

فاناسنرعاها د نوثق قیدھا ونطرد عنها الوحش حين اتاها

(ترجمہ) ہم اس کو چرائیں گے اور اس کی نگہداشت کڑی کر دیں گے اور جو وحشی اُس کے قریب آئے گا اس کو بھگا دیں گے۔

شوہر نے بھی یہ اشعار سُن لئے اور سب واقعہ سمجھ گیا تو اُس نے یہ شعر کہا:۔

سمعتُ الذی قلتمُ فیها انا مُطلق" فتاتیکم مھجورۃً لبلاھا!

(ترجمہ) جو کچھ تم سب نے کہا وُہ میں نے سُن لیا میں اس کو آزاد کئے دیتا ہوں تاکہ وُہ عورت چھوڑی ہوئی بنکر اپنے ابتلاء کے باعث تمہارے پاس آسکے۔

چنانچہ شوہر نے طلاق دیدی اور اس نوجوان نے اس کے پاس اپنا رشتہ بھیجدیا۔ اور مہر پر راضی کر لیا پھر اس سے نکاح ہوگیا۔

(۲۱۰) عتبیؔ نے ہم سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ہم بصرہ میں تھے تو شدید گرمی پڑی اور ہوا بند تھی۔ تو ایک اعرابی سے کہا گیا کہ تمہاری ہواؤں کو کیا ہُوا تو اس نے کہا رُک گئی گویا کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سُن رہی ہے۔

(۲۱۱) ہم سے ربیع نے بیان کیا کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ ایک دیہاتی شخص نے ایک قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجت کا اظہار کیا اور کہا خدا تم پر رحم کرے میں مسافر ہوں اور سفر کی صعوبت میں گرفتار ہوں اللہ اس شخص پر رحمت کرے جس کو وسعت دی گئی اور اس نے کسی حاجتمند کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کو ایک آدمی نے ایک درہم دیا تو اُس نے اُس سے کہا خدا تجھے اجر عطا کرے بغیر اس کے کہ (پہلے) تجھے کسی تکلیف میں ڈالے۔

(۲۱۲) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک عربی دیہاتی نے اپنے بھائی سے کہا کہ کیا تو دُودھ کی چھاچھ بغیر کھنکارے ہوئے پی سکتا ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ دونوں نے اس شرط پر ایک رقم طے کر لی جب اس نے پیا تو گلے میں تکلیف ہوئی تو اُس نے (کھنکارنے کی ترکیب نکالی اور) کہا کبشٌ املح ونبتُ اقیح وانا فیہ اسج (ان کلمات سے معنے مقصود نہیں، معنے یہ ہیں مینڈھا چت کبرا ہے اور گھاس خراب ہے اور میں اس میں نرمی اختیار کر رہا ہوں۔ مقصود کھنکار کا بدل ح کو بنانا ہے) بھائی نے کہا تو کھنکار رہا ہے تو اُس نے کہا من تنحنح فلا افلح (جو

کھنکھارے گا وہ نفع میں نہ رہیگا۔ ایسے الفاظ سے جواب دیا کہ پھر کھنکھار پیدا ہو گئی)

(۲۱۳) ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا اُس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اسکے گھر والوں میں ایک بیوی اور اس سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لئے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آ گیا تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک خوان پر بیٹھ گئے ہم نے وہ بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان اسے تقسیم کر دیجئے ہم نے اس سے ہنسنے اور مذاق کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اس نے کہا تقسیم کرنے کا کوئی اور طریقہ تو میں نہیں جانتا لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں۔ اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور وہ مجھے دیا اور کہا راس یعنی سر راس کیلئے پھر دونوں بازو اور کہا دونوں بازو دونوں بیٹوں کے۔ پھر دونوں پنڈلیاں کاٹیں اور کہا ساقین دونوں بیٹیوں کی پھر پیچھے دم کا حصہ کاٹا اور بولا کہ عجز (یعنی پچھواڑے والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کے لئے۔ پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا۔ اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا۔ جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیاں بھون لینا۔ پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم نے کہا تقسیم کیجئے تو کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ میزبان کو میری شام کی تقسیم قابل اعتراض ہوئی ہم نے کہا نہیں ایسا نہیں ہوا آپ تقسیم کیجئے کہنے لگا جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا۔ تو کہا بہتر! تو یہ ہو گا، تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی، پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی۔ پھر کہا اور تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) دوسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے (یہ کہکر) تیسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا میں اور دو مرغیاں پورے تین ہو گئے۔ اور خود دو مرغیاں لیکر بیٹھ گیا۔ پھر ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اسی طرح صحیح آسکتی ہے۔ ہم نے کہا اچھا تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجئے۔ یہ سنکر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے

اپنے سامنے رکھ لیا اور بولے تو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہو گئے (یہ کہکر میری طرف ایک مرغی پھینکدی۔ اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینکدی۔ اور میں اور تین مرغیاں ملکر چار ہو گئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ تیرا بڑا احسان ہے تو نے ہی مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔

(۲۱۴) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی سے سوال کیا گیا تم نے کس حال میں صبح گذاری تو اس نے کہا کہ اس حال میں کہ ہر شئے کو اپنے سے بھاگتا ہوا اور نحوست کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا ہوں۔

(۲۱۵) مہدی بن سابق نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک اعرابی ایک شخص سے ملنے کے لئے آیا اس شخص کے سامنے ایک طباق میں انجیر رکھے ہوئے تھے اس نے اس اعرابی کو دیکھ کر انکو ایک چادر سے ڈھانپ دیا اعرابی نے بھی دیکھ لیا تھا وہ سامنے بیٹھ گیا۔ اس شخص نے اعرابی سے کہا کہ قرآن کی کچھ آیات عمدگی سے سناؤ گے؟ اس نے کہا ہاں سنا سکتا ہوں۔ اس نے کہا تو سنایئے۔ اس نے پڑھنا شروع کیا وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وہ شخص بولا کہ تین کہا گیا۔ (یعنی وَالتِّينِ کیوں نہیں پڑھا) اس نے جواب دیا کہ (اسکی ضرورت نہ تھی کیونکہ) تین تو چادر کے نیچے (موجود ہی) ہے۔ (تین انجیر کو کہتے ہیں)

(۲۱۶) عیسےٰ بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو کسی جگہ کا والی (گورنر) بنا دیا گیا۔ اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کر لیا اور کہا تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہ سنکر اس نے کہا پھر تو ضروری بات ہے کہ تم نے اسکی دیت (خون بہا) ادا کی ہوگی؟ ان لوگوں نے جواب دیا "نہیں" اعرابی نے کہا تو واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جبتک اس کی دیت نہ دیدو۔ تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کر لی جانے نہ دیا۔

(۲۱۷) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ ابوالعاج حوالی بصرہ کا عامل (گورنر) تھا۔ اس کے سامنے عیسائی شخص لایا گیا ابوالعاج نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بنداد شہر بنداد بتایا عامل نے کہا کہ پھر تو تم تین ہو اور ایک جزیہ دیتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا اس

سے تین جزئیے منقول کئے۔

(۲۱۸) انہی سے مروی ہے کہ اس کو تبالہ کا حاکم بنایا گیا تو یہ منبر پر چڑھا اور بغیر خدا کی حمد و ثنا کئے یہ کہنا شروع کیا کہ امیرالمؤمنین نے تمہارے اس شہر پر مجھے حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم میں نہیں پہچانوں گا کہ یہ موقع حق کا ہے یا نہیں۔ یہ میرا کوڑا ہے۔ میرے پاس جو ظالم اور مظلوم آئیں تو دونوں ہی کو ادھیڑ ڈالوں گا۔ تو لوگ حقوق کے سلسلہ میں آپس ہی میں لین دین کرکے جھگڑے نپٹا لیا کرتے تھے مگر کوئی مقدمہ اس کے پاس نہیں لاتے تھے۔

(۲۱۹) منقول ہے کہ ایک اعرابی نے عمرو بن عبید سے آکر کہا کہ میری اونٹنی چوری ہو گئی آپ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ اس کو مجھے پھر دلوا دے۔ انہوں نے دعا کی کہ "اے اللہ اس غریب کی اونٹنی چوری ہو گئی اور آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ چوری ہو جائے لہذا اے اللہ اسکو اس کے پاس واپس بھیج دیجئے۔ اعرابی نے کہا اے شیخ اب بس میری ناقہ گئی۔ اب میں اس سے ناامید ہو چکا۔ شیخ نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ جب اللہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ چوری نہ ہونے پائے پھر بھی چوری ہو گئی تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ اب وہ میری اونٹنی کو واپس کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اب وہ واپس نہ آئے گی اور یہ کہہ کر ان کے پاس سے چل دیا۔

(۲۲۰) حاجب بن زرارہ نے بارگاہ کسریٰ میں حاضری کی اجازت چاہی تو حاجب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں عرب قوم کا ایک معمولی شخص ہوں تو اجازت مل گئی۔ جب کسریٰ کے سامنے جاکر کھڑے ہوئے تو کسریٰ نے پوچھا آپ کون ہیں تو انہوں نے کہا میں ایک عرب سردار ہوں۔ کسریٰ نے کہا کیا تو نے ہی حاجب سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ایک معمولی شخص قوم عرب کا ہوں۔ اس نے کہا بیشک۔ میں نے کہا تھا لیکن میں جس وقت بادشاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا اس حال میں انہی کی طرح کا آدمی تھا۔ لیکن جب بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا تو سردار بن گیا۔ کسریٰ نے کہا "زہ" (یہ ایک فارسی کلمہ ہے جس سے تعجب ظاہر کیا جاتا ہے) جب کسریٰ کسی سے خوش ہوکر "زہ" کہتا تھا تو اس کو انعام دیا جاتا تھا، اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔

(۲۲۱) جاحظ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عربی سے کہا کیا تم [illegible] کو جانتے

ہو (ہمز کے معنے اصطلاحاً تو ہمزہ کے اظہار کے ہیں مگر لغت میں اسکے معنے سختی کیساتھ گرانے یا جھٹکا دینے کے ہیں۔ اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے) اعرابی نے کہا اگر میں ایسا کرونگا تو بہت برا آدمی ہونگا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم فلسطین کو جر دیتے ہو (جر کے اصطلاحی معنے زیر کے ہیں اور لغوی معنے ہیں کھینچنا) اعرابی نے کہا پھر تو میں بڑا طاقتور ہوں گا۔

(۲۲۲) جاحظ سے یہ بھی منقول ہے کہ ابو صاعد شاعر نے غنوی کو ایک رقعہ لکھا جس میں یہ اشعار تحریر کئے۔

رأیتُ فی النوم انی مالکٌ فرسًا ولی نصیفٌ وفی کفی دنانیرُ

(ترجمہ) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے کا مالک ہوں۔ اور میرے پاس ایک شال ہے اور میرے ہاتھ میں بہت سے دینار ہیں۔

فقال قوم لہم علمٌ ومعرفۃٌ رأیتَ خیراً وللاحلام تفسیرُ

تو اصحاب علم و معرفت نے کہا تیرا خواب بہت اچھا ہے اور خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔

اقصُصْ منامکَ فی دار الامیر تجد تحقیقَ ذالکَ وللفال البشاییرُ

(ترجمہ) تو اپنا خواب امیر کی بارگاہ میں بیان کر تو اس کی حقیقت تجھ کو مل جائے گی اور (یہ خواب اچھی فال ہے) اور فال سے اچھی بشارتیں وابستہ ہوتی ہیں۔

غنوی نے یہ رقعہ پڑھ کر اس کی پشت پر تحریر کر دیا۔ اَضغاثُ اَحلامٍ وَمَا نَحنُ بتاویلِ الاَحلامِ بِعٰلِمِین ہ (یہ قرآن مجید کی آیت ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ یہ پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے)

(۲۲۳) ایک شخص نے ابو عثمان مازنی کو اپنا ایک شعر سنایا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے۔ مازنی نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ایک عمل کیا ہے (عمل اصطلاح اطبا میں پیٹ سے مواد خبیثہ کو حقنہ وغیرہ کے ذریعہ سے نکالنے کی تدابیر کو کہتے ہیں) اپنے پیٹ سے اس کو نکالنے کے لئے اگر تو اسے چھوڑ دیتا تو مرض شک میں مبتلا ہو جاتا۔

(۲۲۴) منقول ہے کہ ایک اعرابی کشتی میں سوار ہوا۔ پھر اس کو پاخانے کی ضرورت ہوئی تو چلانے لگا۔ نماز۔ نماز۔ تو لوگوں نے کشتی کو کنارے کے قریب کر دیا۔ تو نکلا اور قضائے حاجت کی۔

پھر واپس آکر کہنے لگے (اپنی کشتی لے جاؤ) تم پر بھی اس کے بعد یہ وقت آئے گا۔

(۲۲۵) ایک اعرابی نے چند لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے نام پوچھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام وثیق ہے (وثیق کے معنی ہیں باندھنے والا) دوسرے نے اپنا نام منیع بتایا (منیع کے معنی ہیں روکنے والا) تیسرے نے اپنا نام ثابت بتایا چوتھے نے کہا میرا نام شدید ہے۔ اعرابی سنکر کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا۔ تالے تمہارے ہی ناموں سے بنائے جاتے ہیں۔

(۲۲۶) ہشام بن عبدالملک نے ایک دن اپنے مصاحبوں سے کہا کون شخص ہے جو مجھے ایسی گالی دے جس میں فحش لفظ نہ ہوں اس کے انعام میں یہ منقش چادر اس کو دی جائے گی۔ وہاں ایک اعرابی موجود تھا۔ اس نے کہا "اسے ڈال دے او بھینگے" ہشام نے (اس کو دیتے ہوئے) کہا "لے لے تجھے خدا سمجھے"

(۲۲۷) ابوالعیناء احمد کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے تو انکو اطلاع دی گئی کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو واپس ہو گئے کچھ دیر کے بعد دوبارہ آئے پھر یہی کہا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابوالعیناء نے کہا ہر نئی چیز بالذت ہوتی ہے (یعنی نئے نمازی معلوم ہوتے ہیں)۔

(۲۲۸) حسن سے پوچھا گیا کہ ایام بیض (مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ) کے روزے مستحب ہونے کی کیا وجہ ہے انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا تو ایک اعرابی جو ان کے حلقہ میں بیٹھا تھا بولا "لیکن میں جانتا ہوں" آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ چاند گرہن ہمیشہ ان ہی دنوں میں سے کسی تاریخ میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آسمان پر جب کوئی امر حادث ہو تو اسی زمانہ میں زمین میں اس کی خاص عبادت کی جائے۔

ایک اعرابی سلیمان بن عبدالملک کے دسترخوان پر شریک طعام ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھانا شروع کر دیئے۔ اس سے حاجب نے کہا کہ اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس نے کہا دوسروں پر عیب لگانے والا خود اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات سلیمان کو ناگوار گذری۔ فرمایا کہ آئندہ اس شخص کو یہاں نہ آنے دیا جائے۔

(۲۲۹) ایک دوسرے اعرابی کو بھی سلیمان کے دسترخوان پر شرکت طعام کا موقع ملا۔ اس نے بھی آگے ہاتھ بڑھائے تو حاجب نے اس سے کہا کہ اپنے قریب سے [illegible]

کر دیا گیا اس کو اختیار بھی دیدیا گیا سلیمان کو اس کا جواب پسند آیا اور اس کی حاجتیں پوری کر دیں

(۲۳۰) ابن المدبر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شکار کے تعاقب میں ہارون الرشید اور عیسیٰ جعفر بن منصور کا بیٹا اور فضل بن ربیع وزیر اپنے خدام کی جماعت سے داخل ہو گئے۔ ان کی ایک فصیح زبان اعرابی سے ملاقات ہوئی۔ عیسیٰ اس سے لپٹ پڑا اس حد تک کہ اس کو یا ابن الزانیہ کہدیا (یعنی اے زناکار عورت کے بیٹے)۔ اس نے کہا کہ تو نے کس قدر گندہ کلام کیا تجھ کو معافی مانگنا چاہیئے ورنہ اس کا مالی معاوضہ دینا چاہیئے۔ تجھے اس بات پر ان دونوں خوبصورت شخصوں کے فیصلہ پر رضامند ہونا چاہیئے جو یہ ہمارے مابین نافذ کریں۔ عیسیٰ نے کہا مجھے منظور ہے۔ دونوں نے اعرابی سے کہا کہ اس گالی کے بدلے میں اس سے دو دانگ وصول کرے۔ اس نے ان سے کہا کیا یہی فیصلہ ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اعرابی نے کہا تو یہ لو ایک درہم اور میں کہتا ہوں کہ تم سب کی مائیں زناکار ہیں (تم تینوں اس میں سے دو دو دانگ تقسیم کر لینا۔ ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے) اور جو زیادہ اسے فوراً واجب ہے وہ میں تمھیں بخشتا ہوں۔ اس کے بعد یہ سب ہنسی سے بے اختیار ہو گئے اور ان کے تمام دن کا تفریحی مشغلہ اس اعرابی کی باتیں بن گئیں اور اس اعرابی کو ہارون نے اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

(۲۳۱) ایک اعرابی نے ایک شخص سے یہ حدیث سنی جو عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور کسی مجبوری کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکا تو اس کو حج کا ثواب دیا جائیگا تو اعرابی نے کہا اس سال کوئی مزدوری اس سے زیادہ سستی اور منفعت بخش نہیں رہی۔

(۲۳۲) ایک اعرابی نے رمضان المبارک کی پہلی رات کا چاند دیکھ کر کہا تو خود تو موٹا ہو گیا اور مجھے دبلا کر دیا۔ (اس کی تجھے سزا ملے گی) خدا نے مجھے دکھا دیا کہ تو سل میں مبتلا ہو گیا اور تیرے [illegible] کے داغ ہیں)۔

(۲۳۳) ایک اعرابی نے سائل کو بد دعا دی کہ خدا تجھ پر حادثات ڈالے۔ (اس کی مراد [illegible] (قینچی) اور صرف (یعنی صرف الدہر یعنی گردش ایام) اور سلب [illegible])

(۲۳۴) ایک اعرابی نے دعا کی اے اللہ تو نے مجھ پر صرف ایک مرتبہ ظلم کیا تو اسے ہزار

ہرمزان کو اسیر کرکے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ روانہ کردیا۔ ان لوگوں کے دیبا کے کپڑے تھے اور سونے کے پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ انکو اسی ہیئت کے ساتھ مدینہ لایا گیا تو لوگوں نے انکو دیکھ کر تعجب کرنا شروع کردیا۔ پھر لوگ ان کو لیکر حضرت عمرؓ کے مکان پر پہنچے تو وہ نہیں ملے۔ پھر آپ کو لوگوں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ اس پر ہرمزان نے فارسی میں کہا کہ تمہارا بادشاہ کھویا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ حضرت عمر مسجد میں ہیں۔ مسجد میں جاکر دیکھا کہ آپ سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ ہرمزان نے پوچھا کہ کیا تمہارے بادشاہ یہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خلیفہ آپ ہی ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ کیا اُن کا کوئی حاجب اور نگہبان نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا ان کا نگہبان اللہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کا وقت معین آپہنچے۔ ہرمزان نے کہا مبارک بادشاہ ہیں (حضرت عمرؓ بیدار ہوچکے تھے آپ نے ان کو دیکھ کر) کہا حمد و ستائش صرف اللہ کیلئے ہے جس نے اس کو اور اس کے متبعین کو اسلام کے مقابلہ پر ذلیل کیا (پھر آپ نے ان کو تبلیغ اسلام کی پھر ان کے انکار پر قتل کا فیصلہ کیا۔ ہرمزان نے کہا کیا آپ پانی پلا سکتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم پر قتل اور پیاس جمع نہیں کئے جائیں گے۔ پھر اس کے لئے پانی منگایا ہرمزان نے پانی کا برتن ہاتھ میں لے لیا مگر پینے میں توقف کیا کہ اس حالت میں کہ برہنہ شمشیر سامنے ہے کیا اطمینان ہوسکتا ہے کہ یہ گھونٹ حلق سے اترنے کی نوبت آتی ہے یا نہیں یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا پی لو اور تم کو کوئی اندیشہ نہیں میں تم کو قتل نہیں کرونگا جب تک تم یہ نہیں پی لوگے۔ یہ سن کر ہرمزان نے برتن ہاتھ سے پھینک دیا پھر عمر نے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم مجھ کو امن نہیں دے چکے ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ ہرمزان نے کہا آپ نے مجھ سے کہا کہ تم کو کوئی اندیشہ نہیں جب تک یہ نہیں پی لوگے قتل نہ کئے جاؤ گے اور اب اس پھینکے ہوئے پانی کا پینا ممکن نہیں ہے لہذا قتل بھی واقع نہ ہوگا۔ یہ سنکر زبیر اور انس اور ابو سعید نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو خدا سمجھے اس نے اس طرح امن حاصل کرلیا کہ میں مطلع نہ ہوسکا۔ اس کے بعد ہرمزان نے اسلام قبول کرلیا۔

(۴۳) عبد الملک سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے تھے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکا بجز ایک نوجوان کے جو حارثہ بن کعب کے خاندان سے تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے انکے خاندان کی ایک عورت کا ذکر کیا اور اس وقت میرے پاس بنی حارثہ میں کا ایک نوجوان موجود تھا اس نے

کہا اے امیر آپ کیلئے اس میں کچھ خیر معلوم نہیں ہوتی میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو اس کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے توقف کیا کچھ روز کے بعد مجھے اطلاع پہنچی کہ اسی جوان نے اس سے نکاح کر لیا میں نے اس کے پاس ایک شخص کی معرفت یہ کہکر بھیجا کہ کیا تو نے مجھے یہ نہیں جتلایا تھا کہ تو نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اس کے بوسے لے رہا تھا اور اب خود نکاح کر لیا) اس نے کہا ہاں بیشک میں نے اس کے باپ کو دیکھا تھا کہ وہ اس کو چوم رہا تھا اسکے بعد جب بھی مجھے وہ جوان اور اسکا دھوکا یاد آتا تھا مجھے رنج ہوتا تھا۔

(۲۴۱) ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کیا کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

(۲۴۲) اصمعی راوی ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ نے مختار کے زمانہ میں کوفہ آنے کا ارادہ کیا۔ جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ امام مہدی کی یہ علامت ہے کہ کوئی شخص بازار میں ان کے تلوار ماریگا تو ان پر اثر نہ ہوگا۔ جب اس گفتگو کی اطلاع محمد بن حنفیہ کو ہوئی تو مختار کی بدنیتی سمجھ گئے اور اپنے مقام پر ٹھہر گئے۔

(۲۴۳) داؤد بن الرشید کہتا ہے کہ میں نے ہیثم بن عدی سے پوچھا کہ کس چیز سے سعید بن عبدالرحمٰن کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ مہدی نے اس کو قاضی بنا دیا تھا اور ایسے شاندار منصب پر بٹھا دیا۔ ہیثم نے کہا کہ مہدی سے عبدالرحمٰن کا جوڑ لگنے کا دلچسپ قصہ ہے اگر تم پسند کرو گے تو میں مفصل بیان کر دونگا میں نے کہا واللہ مجھے شوق ہے سنائیے۔ ہیثم نے کہا تو سنو جب کہ خلافت مہدی کے پاس پہنچ گئی تو سعید بن عبدالرحمٰن ربیع حاجب کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں امیرالمؤمنین سے ملنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا کہ تم کون ہو اور تمہاری کیا ضرورت ہے۔ سعید نے کہا میں ایک شخص ہوں میں نے امیرالمؤمنین کے متعلق ایک اچھا خواب دیکھا ہے جسکو میں ان سے بیان کرنا چاہتا ہوں ربیع نے کہا اے شخص بہت لوگ اپنی ذات کے بارے میں بہت سی باتیں خواب میں دیکھتے ہیں جو پوری

نہیں اترتیں پھر کسی دوسرے کے حق میں کوئی بات دیکھی جائے تو اس پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے جاؤ کوئی اور حیلہ کرو جس میں اس سے زیادہ نفع ہو۔ سعید نے کہا کہ اگر تم امیرالمؤمنین کو میرے آنے کی اطلاع نہ دوگے تو میں کسی دوسرے شخص سے جو امیرالمؤمنین سے ملا سکے سوال کرنے پر اور خلیفہ سے یہ بات ظاہر کرنے پر مجبور ہوں گا کہ میں نے ملنے کی اجازت چاہی تھی مگر تم نے اُن کو اطلاع نہ دی۔ پھر ربیع مہدی کے پاس گیا اور کہا اے امیرالمؤمنین اپنی ذات کے بارے میں آپ نے لوگوں کو لالچی بنا دیا لوگ مختلف قسم کے حیلے بنا کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ مہدی نے کہا بادشاہوں کا ایسا ہی طریقہ رہا ہے پھر کیا بات ہے۔ ربیع نے کہا کہ ایک شخص دروازے پر موجود ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے امیرالمؤمنین کے حق میں ایک اچھا خواب دیکھا ہے اور امیرالمؤمنین سے اس کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس سے مہدی نے کہا اے ربیع خدا کی قسم میں بہت سی خوابیں خود اپنی ذات کے لئے دیکھتا ہوں جو صحیح نہیں اترتیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا میرے بارے میں دیکھنے کا دعویٰ کرے جس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ اُس نے گھڑ لیا ہو۔ ربیع نے کہا واللہ میں نے اس سے ایسی ہی گفتگو کی تھی مگر وہ نہیں مانتا۔ مہدی نے کہا اچھا تو اس کو بلا لو۔ تو سعید کا داخلہ ہو گیا اور یہ سعید بن عبدالرحمٰن ایک بہت وجیہ اور خوبصورت چہرہ رکھتا تھا۔ اس کے اچھی لمبی ڈاڑھی تھی اور تیز چلنے والی زبان تھی۔ اس سے مہدی نے کہا کہ خدا تم کو برکت دے بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے کہا اے امیرالمؤمنین میرے خواب میں ایک آنیوالے نے آکر مجھ سے کہا کہ امیرالمؤمنین مہدی کو اطلاع کردو کہ وہ تیس برس اطمینان کے خلافت پر متمکن رہیں گے اور اس (خواب کی صداقت) کی نشانی یہ ہے کہ وہ اسی رات میں یہ خواب دیکھیں گے کہ گویا وہ یاقوت کے نگینے ہاتھ میں لئے ہوئے الٹ پلٹ رہے ہیں پھر اُن کو شمار کرینگے تو پورے تیس یاقوت پائیں گے، گویا وہ یاقوت ان کو ہبہ کئے گئے ہیں۔ مہدی نے کہا تم نے کیسا اچھا خواب دیکھا اور ہمکو تمہارے اس خواب کا اسی آنیوالی رات میں امتحان بھی ہو جائیگا جیسا کہ تم نے خبر دی ہے۔ پھر اگر معاملہ تمہارے کہنے کے مطابق واقع ہوا تو ہم تم کو جو کچھ تم چاہو گے عطا کریں گے اور اگر بات اس کے خلاف نکلی تو ہم تم سے کوئی مواخذہ بھی نہ کریں گے کیونکہ ہم کو علم ہے کہ خواب کبھی ہو بہو واقع ہو جاتا ہے اور کبھی مختلف ہو جاتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیرالمؤمنین میں اس وقت کیا کروں جب میں اپنے گھر والوں اور متعلقین سے ملوں گا اور ان کو اطلاع دوں گا

کہ میں امیر المؤمنین کے حضور میں تھا اور خالی ہاتھ واپس ہوا) تو وہ سب کس قدر غمگین و متحیر ہوں گے) مہدی نے کہا اب ہم کیا کریں سعید نے کہا کہ امیر المومنین ہماری ضرورت کی چیز کچھ تو ابھی عطا فرما دیں اور میں حلف بالطلاق کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے (کہ امیر المؤمنین کو خواب میں تیس یاقوت دیئے جائیں گے) وہ بالکل ٹھیک ہے تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کل کی حاضری کے لئے ان سے کوئی کفیل (ضامن) لیا جائے جب مال ان کو دیدیا گیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا اور کہا گیا کہ تمہارا کفیل کون ہے؟ تو سعید نے ایک خادم کو تاکا جو مہدی کے سرہانے کھڑا ہوا تھا۔ جو بہت خوبصورت تھا اور عمدہ لباس میں تھا۔ کہنے لگے کہ یہ میری کفالت کریگا۔ مہدی نے اس سے پوچھا کہ تم ان کے کفیل بنتے ہو تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے (انکار سے) شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہا ہاں میں کفیل ہوتا ہوں سعید بن عبدالرحمٰن واپس آ گئے۔ جب وہ رات آ گئی تو جیسا کہ سعید نے کہا تھا مہدی نے قطعی حرف بحرف اسیطرح خواب دیکھا اور صبح ہوتے ہی سعید دروازے پر آ موجود ہوئے اور حاضری کی اجازت طلب کی جو مل گئی۔ جب مہدی کی نظر سعید پر پڑی تو مہدی نے کہا لاؤ تمہاری خواب کا مصداق کہاں ہے؟ سعید نے کہا کیا امیر المومنین نے خواب نہیں دیکھا اب مہدی نے جواب میں کچھ الفاظ چبانا شروع کر دیئے۔ سعید نے کہا کہ میری بیوی پر طلاق ہے اگر امیر المؤمنین نے خواب نہ دیکھا ہو۔ مہدی نے سعید سے کہا کیا ہو گیا تم حلف بالطلاق پر اسقدر جری کیسے ہو گئے۔ سعید نے کہا اس لئے کہ میں سچ پر حلف کر رہا ہوں۔ پھر مہدی نے اقرار کر لیا کہ واللہ میں نے وہ سب صاف صاف دیکھا ہے۔ سعید نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ اور یہ کہ اب وعدہ وفا کیجئے مہدی نے کہا خوشی اور عزت کے ساتھ۔ پھر مہدی نے حکم دیا کہ ان کو تین ہزار دینار دیئے جائیں اور دس بکس ہر قسم کے کپڑوں کے دیئے جائیں اور تین خاص اصطبل کے اچھی قسم کے گھوڑے مع زیور دیئے جائیں۔ سعید یہ عطیات لیکر واپس آ رہے تھے کہ وہ خادم ان سے آ کر ملا۔ جس نے ان کی کفالت کی تھی اور ان سے کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس خواب تم نے امیر المومنین سے ذکر کیا تھا کیا وہ واقعی دیکھا تھا۔ سعید نے اس سے کہا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ پھر خادم نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے امیر المومنین نے جو کچھ تم نے کہا تھا اس

کے مطابق خواب دیکھ لیا۔ سعید نے کہا کہ یہ اتنے بڑے شعبدے کی بات ہے جس کے راز کو تم جیسے لوگوں پر کھولنا ٹھیک نہیں (یہ راز بھی سن لو) اس کی بنا یہ ہے جب میں نے اپنے کلام کو پوری قوت سے امیر کے گوش گذار کر دیا تو اس کے دل میں اتر گیا اور اسکا نفس اس بات میں مشغول ہو گیا اور اسکا قلب اس پر غور و فکر سے لبریز ہو گیا اور قوت فکریہ پورے طور پر اس میں مشغول ہو گئی تو جب وہ سویا تو جس چیز میں اس کی قوت فکریہ مشغول تھی وہی چیز (نفس کے سامنے) سوتے وقت قوت متخیلہ نے سامنے کر دی پھر خادم نے سوال کیا کہ تم نے حلف بالطلاق کیا (ایک ظنی امر پر اس کی جرأت کیسے ہوئی) سعید نے کہا اس سے تو ایک ہی طلاق پڑتی (کیونکہ طلاق مغلظہ کا حلف نہیں کیا تھا) ابھی تو میرے پاس دو طلاق کا حق باقی تھا (اس کے بعد بیوی کی مستقل جدائی کا موقع آتا ہے) اگر امیر المومنین وہ خواب نہ دیکھتے اور ایک طلاق واقع ہو جاتی تو میں بیوی کے مہر دن پر دس درہم اور اضافہ کر دیتا اور خلاصی حاصل کر لیتا جس کے ساتھ (اسقدر دولت) حاصل کر لی یعنی دس ہزار درہم تین ہزار دینار اور دس بکس مختلف اقسام کپڑوں کے اور تین گھوڑے۔ خادم مبہوت ہو کر سعید کا منہ تکنے لگا اور بہت متعجب ہوا تو سعید نے کہا کہ میں نے خدا کی قسم بالکل سچ کہا ہے چونکہ تم نے میری کفالت کی تھی اس لئے میں نے اس کی مکافات میں تم سے بالکل سچ بات کہدی میں درخواست کرتا ہوں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس نے بھی ایسا ہی کیا پھر مہدی نے سعید کو اپنی مصاحبت کیلئے طلب کر لیا تو وہ اس کے ندیم اور مقرب ہو گئے اور مہدی کے لشکر پر قاضی کا منصب بھی ان کو مل گیا اور مہدی کی وفات تک یہ اس پر قائم رہے مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے یہ قصہ اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت میں شک ہے۔ ایک ایسے ممتاز قاضی سے ایسا قصہ منسوب کیا جائے یہ بہت ہی مستبعد ہے (از مترجم عفا اللہ عنہ۔ شیخ کمال الدین دمیری مصنف حیوٰۃ الحیوان نے یہ پورا قصہ آخر تک امام ابن الجوزی کی اسی کتاب سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ سے ان ہی سعید بن عبد الرحمن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں کوئی عیب نہ تھا اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ یہ ثقہ تھے اور ہیثم بن عدی نے جس کی روایت سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے) ان پر یہ اتہام [illegible] ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہیثم ثقہ نہیں تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا علی بن المدینی کا قول ہے میں ہیثم

کوکسی درجہ میں رکھنے سے خوش نہیں ہوں۔ ابوداؤد عجلی کا قول ہے کہ وہ کذاب تھا۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کا قول ہے کہ ہیثم ساقط الاعتبار ہے اور اس نے خود ہی اپنا پردہ فاش کر دیا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ وہ (روایت کے باب میں) کوئی چیز نہ تھا۔"

(۲۴۴) عاصم احول سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دیدو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اب اس سے نکاح کر دیا۔ اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بدستور قائم رہا اس پر قوم نے طلاق کا دعویٰ کیا۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے کہا تھا ہم اسوقت تک نکاح نہ کرینگے جب تک تو تین طلاق نہیں دیدیگا۔ تو نے کہا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی پھر میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا کہ ہاں پھر اس نے کہا کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ اس نے کہا تو پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ اور یہی میں نے کہا تھا انہوں نے کہا ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارہ میں ہو رہی تھی یہ تنازعہ شقیق بن ثور کے سامنے لایا گیا جو عثمان کے پاس جا رہے تھے جب شقیق واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صورت کے بارے میں عثمان سے سوال کیا تھا انہوں نے اس کی نیت کو قابل اعتبار مانا ہے۔

(۲۴۵) عوف بن مسلم النحوی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن محمد صاحب السند اونکے اصحاب مشرکین کے شہروں میں چھپنے کیلئے نکلے دشمن انکے آنے پر مطلع ہو گیا تو یہ بھاگ گئے اس دوران میں انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جس کیساتھ ایک غلام تھا اس سے عمر بن محمد نے کہا ہم کو اپنی قوم کا حال بتاؤ کہ اس نے ہم کو پکڑنے کے لئے کس مقام پر گھات لگائی ہے (اور اگر تم نے بتا دیا تو تم کو امن ہے اس نے کہا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو یہ غلام مجھے بادشاہ کے سامنے کھینچ لیجائے گا) اور وہ مجھے (اس جرم میں) قتل کر دیگا میں اس لئے اس غلام کو قتل کئے دیتا ہوں تاکہ پھر مطمئن

ہو کر) تمہیں آگاہ کر سکوں اس کے بعد اس نے غلام کی گردن ماردی۔ اب اس شیخ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر تمہیں بتانے سے میں نے انکار کر دیا تو یہ غلام سب کچھ بتا دیگا اب میں اس سے مطمئن ہو گیا۔ خدا کی قسم اگر وہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں اس کو نہ اٹھاتا (اور قوم کے راز کو افشا نہ ہونے دیتا) تو انہوں نے اس کی گردن ماردی۔

(۲۴۶) حسن بن عمارہ سے مروی ہے کہ میں زہریؒ کے پاس آیا جب کہ وہ درس حدیث ترک کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا تو آپ مجھے حدیث سنایئے اور یا میں آپ کو سناؤں۔ فرمایا تم سناؤ میں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی حکم بن عتبہ نے انہوں نے روایت کیا یحییٰ بن الجزار سے انہوں نے کہا میں نے علی علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ جاہلوں سے یہ مواخذہ نہیں کرے گا کہ وہ تعلم اختیار کرتے۔ مگر اہل علم سے مواخذہ کریگا کہ وہ علم کی اشاعت کرتے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے چالیس حدیثیں سنائیں۔

(۲۴۷) حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بیٹھے تھے اُنہوں نے ہم سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیگا یہ سنکر ایک شخص مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس آیا اور سفیان سے کہنے لگا کہ اے ابو محمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اُس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنادیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سُنائیں۔

(۲۴۸) ابن ابی زر سے مروی ہے کہ جب حجاج کی آمد ہوتی تھی تو سفیان بن عیینہ باب بنی ہاشم پر ایک بلند مقام پر آکر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو دیکھتے رہیں۔ ایک دن وہاں آپ کے پاس طلبہ حدیث میں سے ایک شخص آ بیٹھا اور بولا کہ اے محمد کوئی حدیث سناؤ (اگرچہ یہ بے موقع سوال تھا کہ آپ کا وہاں بیٹھنا درس حدیث کے لئے نہ تھا مگر پھر بھی بتقاضائے اخلاق آپ نے اس کو بہت سی حدیثیں سنادیں (مگر وہ بھی ایک حریص شخص تھا) پھر اس نے کہا کہ اور سنایئے۔ آپ نے پھر اور احادیث سنائیں (جب آپ خاموش ہوئے) تو پھر اُس (بے ادب) نے کہا اور سنایئے تو آپ نے اور احادیث سنائیں اور اس کے بعد اس کو دھکا دیدیا (جس سے مقصد

یہ تھا کہ اب دور ہو جائے) مگر وہ وادی کی طرف جا پڑا (یہ ایک عیارانہ چال تھی) اور اس کے گرنے کا حال لوگوں میں ایک دوسرے کے ذریعہ سے پھیل گیا اور بہت سے حجاج وہاں اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا۔ جب یہ شور و شغب بہت بڑھ گیا تو سفیان ڈر گئے اور اتر کر اس شخص کے پاس آئے اور اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر کہنے لگے کہ کیا ہوا تیرے کس جگہ چوٹ لگی مگر وہ برابر اپنے پاؤں سے دیکھ مار رہا تھا اور منہ سے جھاگ نکال رہا تھا کہ سفیان ابن عیینہ نے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ سفیان نے اس سے کہا کمبخت (کیوں مجھے بدنام کر رہا ہے) کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو اس نے آہستہ سے کہا کہ میں نہیں اٹھوں گا جب تک آپ مجھے ایک سو احادیث زہری اور عمرو بن دینار کی نہ سنا دیں گے۔ جب آپ نے سنا دیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

(۲۴۹) محسن بن علی التنوخی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ سنہ بیالیس میں جب حج کے لئے گیا تو میں نے مسجد حرام میں بہت سا نقد مال اور کپڑے بکھرے ہوئے دیکھے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ خراسان میں ایک نیک مرد بڑا دولت مند ہے جس کو علی الزراد کہتے ہیں اس نے پچھلے سال اسی طرح بہت سا مال اور کپڑے ایک اپنے معتمد کے ساتھ بھیجے تھے اور اس کو یہ حکم دیا تھا کہ قریش کو عبرت دلائے جس کو ان میں سے حافظ قرآن پائے اس کو اتنا مال اور اتنے کپڑے دیدے تو یہ شخص جب پہلے سال یہاں آیا تھا تو پورے خاندان قریش میں اس کو کوئی حافظ قرآن نہ ملا بجز بنی ہاشم میں سے ایک شخص کے تو اس کو حصہ مقررہ دیدیا۔ (اور اس نے لوگوں کو سب بات یعنی قریش میں صرف ایک حافظ کا ملنا) بتائی اور باقی مال کو واپس لیجا کر مالک کو دیدیا۔ پھر جب یہ سال آیا پھر وہ مال اور کپڑے اس نے یہاں دوبارہ بھیجے تو قریش کی تمام شاخوں میں سے ایک خلق عظیم آموجود ہوئی جنہوں نے (پچھلے سال کے واقعہ سے عبرت حاصل کر کے) قرآن حفظ کر لیا تھا اور اس کی موجودگی میں ایک دوسرے سے حفظ میں مقابلہ بھی کر رہے تھے اور کپڑے اور دراہم حاصل کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ سب ختم ہو گئے اور ایسے لوگ باقی رہ گئے جن کو نہیں ملا اور وہ اس کے مطالبے کر رہے تھے۔ میں نے سنکر کہا کہ اس شخص نے قریش کے فضائل کو پھر ان کی طرف واپس لانے

کے لئے کیسی اچھی تدبیر کی جس کی بہتر جزا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔

(۲۵۰) ہم سے ابراہیم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں اپنی پھوپھی کے یہاں گیا۔ میں نے پھوپھی زاد بھائیوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن داؤد کے یہاں گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں خاصی دیر کر دی پھر اس کو برا کہتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو مکان پر دیکھا تو وہاں نہ ملے اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ اپنے باغیچہ میں گئے ہیں تو ہم وہاں پہنچے اور ان کو سلام کیا اور سوال کیا کہ ہم کو حدیث سنائیے انہوں نے کہا کہ میں اس وقت معذور ہوں اس کام میں لگا ہوا ہوں۔ یہ باغیچہ ہے جس سے میرا معاش وابستہ ہے اسکو پانی دینے کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کوئی پانی دینے والا موجود نہیں ہم نے کہا ہم رہٹ کو گھما کر اس کو پانی دیئے جاتے ہیں کہنے لگے کہ اگر نیت صحیح (یعنی محض لوجہ اللہ ہو) موجود ہو تو ایسا کر لو۔ پھر ہم نے رہٹ گھمانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے باغ کو سیراب کر دیا۔ پھر ہم نے اُن سے کہا کہ اب حدیث سنا دیجئے بولے میرے دل میں رکاوٹ ہے میں حدیث سنانے کے لئے تصحیح نیت نہیں پاتا اور میرے کام کے لئے تمہاری نیت صحیح تھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

(۲۵۱) علی بن محسن سے مروی ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ ہمیں بغداد کے بہت سے اکابر سے معلوم ہوا کہ وہاں پل کے دوسری طرف دو اندھے سائل پھرا کرتے ہیں ان میں سے ایک تو امیرالمومنین علیؓ کے نام کا واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور دوسرا حضرت معاویہؓ کے نام کا واسطہ دیکر مانگا کرتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ اپنی بھیک کے ٹکڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو ان ٹکڑوں کو برابر بانٹ لیتے ہیں اور اسی حیلہ سے لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔

(۲۵۲) عبدالواحد بن محمد الموصلی کہتے ہیں کہ ہم سے موصل کے ایک نوجوان نے بیان کیا کہ جب ناصرالدولہ نے ابوبکر بن رائق موصلی کو قتل کیا تو لوگوں نے اس کے گھر کو جو موصل میں تھا لوٹا میں بھی لوٹنے کیلئے گھر میں پہنچا۔ تو مجھے ایک تھیلی ہاتھ لگی جس میں ایک ہزار دینار سے زیادہ تھے میں نے اس کو اٹھا لیا مگر اس بات سے خائف تھا کہ اگر اسی طرح اسے لیکر نکلا اور میرے

پاس کسی فوجی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس کو مجھ سے چھین لیگا اب میں نے کمر میں پٹکا لگایا زندہ ہو گیا تو میں مطبخ میں پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے ایک بڑا دیگچہ اٹھا لیا جس میں سکباج تھا یعنی شوربا جو گوشت کیساتھ سرکہ شامل کر کے پکایا جاتا تھا، میں نے اس تھیلی کو اس میں ڈال دیا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر اٹھا لیا تو جو شخص بھی [illegible] سامنے آیا اس نے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ میں کمزور ہوں اور بھوک نے مجھے اس پر مجبور کیا کہ میں یہ دیگچہ لئے جا رہا ہوں یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ گیا۔

(۲۵۳) قاضی ابوالحسن بن عباس نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دوست کو بغداد کے ایک کشتیوں سے بنے ہوئے پل پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس دن تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے پل حرکت کر رہا تھا، اور وہ ایک رقعہ لکھ رہے تھے میں نے کہا کیا ہو گیا ایسی جگہ اور ایسے وقت میں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں ایک ایسے شخص کو دھوکہ دینا چاہتا ہوں جس میں رعشہ ہے اور میرے ہاتھ سے رعشہ والے ہاتھ کے سے حروف نہیں نکلتے تھے تو میں نے یہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا تا کہ ہوا سے جو موجیں اٹھکر کشتیوں کو ہلاتی ہیں اس سے میرے قلم سے بھی رعشہ والے ہاتھ سے لکھے ہوئے حروف نکلیں گے اور اس کے خط سے مشابہت ہو جائے گی۔

(۲۵۴) محسن نے کہا کہ مجھ سے ابوالطیب بن عبدالمومن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا، اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ وہاں پہنچکر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کیلئے ایک اسکیم بنائی ہے اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر، اور میں فلاں مسجد میں جا بیٹھا کروں گا، اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گذرنا، اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لئے دو تہائی رطل کشمش ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے اور دو تہائی رطل بادام تانبے لا کر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھ دینا تا کہ [illegible] پہچان سکے [illegible] یہ اینٹ فلاں [illegible] میں جو جامع مسجد کے قریب ہے رکھ دیا کرنا ان اشیاء [illegible] میرے پاس کبھی نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے اب اس نے [illegible] ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا اور اونی پاجامہ پہنا اور رومال سر پر

باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کردی بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اوران اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں اور مشہور ہوگیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں، تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہوگئے یہ مکار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلا میں جاکر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جاکر جسکو وہ پہچانتا تھا اور اس پر وہ کشمش بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا مل کر پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ یہ اسکو کھاکر توانائی حاصل کرلیتا تھا اور واپس آجاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصّہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا۔ اور اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہصاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں اور اس کی شان انکی نگاہوں میں کافی بلند ہوگئی، لوگ اس کی زیارت کیلئے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا لوگوں کا ایک ہجوم اسکے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالتِ شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشستگاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لئے چھونا شروع کردیا، اس جگہ کی مٹی لیجانے لگے۔ اس کے پاس بیماروں اور بچوں کو اٹھا کر لانے لگے۔ یہ ان پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا۔ جب اس عیار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اسکا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ بلند ہوچکا ہے اور اس بہروپ پر ایک سال گذر چکا تھا تو بیت الخلاء میں اپنی بیوی کیساتھ دوسری کانفرنس کی اور اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آکر مجھے لپٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں میرے بیٹے کو قتل کرکے بھاگ کر یہاں آگیا اور عبادت گذار بن گیا تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو

مجھے تمیٹ کر چھوڑ دیئے مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرانا چاہتی ہے لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں اُن کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کروں گا کہ بیشک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آگیا، اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے، کھینچکر سلطان کے سامنے لیجانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت (یعنی خونبہا) پیش کریں گے مگر تو قبول مت کرنا یہاں تک کہ (بڑھتے بڑھتے) دس دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یہ یقین کرے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر تو اُن کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لینا اور لیکر اسی دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤں گا اور تجھ سے مل جاؤں گا (یہ اسکیم طے ہو گئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آگیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی۔ اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اسکو سمجھایا گیا تھا۔ وہ سب کچھ عمل میں لائی تو ٹھہر والے کھڑے ہو گئے کہ وہ اسے قتل کر ڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کے دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اُس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تم نے کبھی کوئی لقمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لئے ایک دوسرے بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہو گیا کہ نہیں ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی بات نہیں سُنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جسکا یہ عورت ذکر کر رہی ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ میں بُری حالت میں گرفتار اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔ بیشک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آگیا اور اپنی عمر عبادت میں گذار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا رہا ہوں کہ پھر واپس جاکر اپنے کو اس عورت کے سپرد کر دوں تاکہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کر دے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے

کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دعا کرتا رہا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کر لے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کر دے یہاں تک کہ میری دعا قبول ہو گئی کہ یہ میرے پاس آگئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لئے قابو پالیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کر دے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہو گئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اسے قتل کر دے۔ اب سربرآوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہیئے کہ اس عورت کیساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کر لے جس کو ہم سب مل کر ادا کر دیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اس نے انکار کر دیا لوگوں نے کہا دو دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کیساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا کہ تم میرے سامنے مال جمع کر کے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان اسکے قبول کرنے کی طرف ہو گیا تو قبول کر لوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہونگی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کر کے اس سے کہا کہ یہ لے لے اس نے کہا نہیں جی میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کراؤں۔ اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کر دیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لیکر چلتی ہوئی اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا یہاں تک کہ اس نے اندازہ کر لیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے۔ پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔ یہانتک کہ ایک طویل مدت کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ تو روپیہ بٹورنے کے لئے محض ایک عیاری اور فریب تھا۔

(۲۵۵) منقول ہے کہ کوفہ میں ایک عورت تھی جس کے شوہر پر تنگی معاش واقع ہو گئی اس نے شوہر سے کہا اچھا ہوتا اگر تم گھر سے نکلتے اور شہروں میں سفر کر کے اللہ کا فضل تلاش

کرتے تو یہ شخص شام پہنچ گیا اور اس نے تین سو درہم کمائے اور ان سے ایک اچھی خوبصورت اونٹنی خریدی مگر وہ بدخو اور ہٹی نکلی جس نے اس کو پریشان کر دیا اور غصہ سے بھر دیا اور (ساتھ ہی) بیوی کی طرف بھی اسکا غصہ رجوع ہو گیا کہ اسی نے سفر پر مجبور کیا تھا نہ سفر کرتا نہ یہ مصیبت گلے پڑتی، تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ میں جسدن کوفہ میں جاؤں گا اس کو ایک درہم میں بیچ ڈالونگا پھر (جب غصہ دفع ہو گیا تو) نادم ہوا اور کوفہ پہنچ کر بیوی کو قصہ سنایا اس نے ایک بلی پکڑ کر اونٹنی کی گردن میں لٹکا دی اور کہا کہ اس کو بازار لیجا اور یہ آواز لگا کہ لے لو بلی تین سو درہم میں اور اونٹنی ایک درہم میں اور دونوں ایک ساتھ فروخت ہونگی" اس نے ایسا ہی کیا تو ایک اعرابی آکر ناقہ کو سب طرف سے دیکھتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا تو کیسی حسین ہے کیسی اچھی ہے اگر تیرے گلے میں بلا پڑی ہوئی نہ ہوتی

(۲۵۶) ہم کو ابودلامہ کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک مرتبہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو ایک قصیدہ سنایا، مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو، ابودلامہ نے کہا اے امیرالمومنین مجھے ایک کتا عطا فرما دیجئے مہدی کو غصہ آگیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے کتا دیدیجئے ابودلامہ نے کہا اے امیرالمومنین حاجت میری ہے یا آپ کی مہدی نے کہا تیری ہے ابودلامہ نے کہا بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتا عطا فرما دیا جائے مہدی نے حکم دیدیا کہ اسے کتا دیدیا جائے ابودلامہ نے پھر کہا اے امیرالمومنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑونگا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دیدیا جائے (جب گھوڑا بھی آگیا تو) تو پھر کہنے لگا اے امیرالمومنین اس کی خدمت کون کریگا تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا تو پھر کہنے لگا اے امیرالمومنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لیکر گھر آؤں گا تو اس کو کون پکائیگا۔ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیرالمومنین یہ سب کہاں رہینگے تو ایک مکان کی منظوری بھی دیدی گئی پھر بولا کہ اے امیرالمومنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آپڑا یہ سب کہاں سے کھائیں گے مہدی نے کہا کہ امیرالمومنین نے ایک ہزار جریب قطعہ ... عامر (آباد سرسبز) اور ایک ہزار جریب غامر عطا کیا۔ ابودلامہ نے کہا حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب

زمین جس میں کچھ نہ ہو ابودلامہ نے کہا تو میں امیرالمومنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیرالمومنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں مہدی نے پوچھا کہاں سے ابودلامہ نے کہا بیت المال سے مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دیدو ابودلامہ نے کہا اے امیرالمومنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا۔ تو وہ عامر بن جائے گی اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اُس کو عطیات سے) خوش کر دیا۔

(۲۵۷) ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اسکی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اسکو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

(۲۵۸) ضمرہ شوذب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ایک باندی تھی اُس نے اس سے (باندی سے) پوشیدہ طور پر ہمبستری کی پھر (جب خود غسل کرنا اور اس کنیز کو نہلانا چاہا) اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت مریم اس رات میں غسل کیا کرتی تھیں تو سب غسل کر لو تو (اس حیلہ سے) خود بھی غسل کر لیا اور بیوی اور کنیز نے بھی غسل کر لیا۔

(۲۵۹) جاحظ نے بیان کیا کہ ایک شخص داڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دیا کرتا تھا کہ ان سے کچھ اینٹھ لے اور جس کو جھاڑا کرتا تھا اس سے یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ خبردار آج کی رات تمہارے دل میں بندر کا خطرہ بھی نہ آنے پائے۔ اب وہ بیمار تمام رات درد میں گذارتا اور صبح کو اس کے پاس آتا تو یہ کہا کرتا تھا کہ غالباً تمہیں بندر کا دھیان آگیا ہو گا وہ کہتا کہ ہاں آیا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ اسی وجہ سے تو جھاڑ نے نفع نہیں دیا۔

(۲۶۰) منقول ہے کہ عقبہ ازدی کو ایک لڑکی کے پاس لیجایا گیا جس پر اس رات میں جن کا اثر تھا ہوا جس میں اس کے متعلقین نے ارادہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کو اس کے پاس بھیجدیں جب عقبہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے تو اس کے متعلقین سے کہا کہ آپ (سب علیحدہ ہو جائیں اور) مجھے تنہائی کا موقع دیں تو وہ ہٹ گئے انہوں نے اس سے کہا کہ جو دل کی بات ہو وہ مجھ

سے بالکل سچ سچ بیان کر دے اور تیری مشکل کو حل کر دینا میرے ذمہ ہوگا اُس نے کہا کہ جب
میں اپنے متعلقین کے یہاں تھی تو میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا
کہ شوہر کو میرے پاس بھیجیں اور حقیقت یہ ہے کہ میں کنواری نہیں ہوں۔ اب مجھے رسوائی کا سخت
خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو رسوائی سے بچالے۔ عقبہ نے کہا ہاں پھر اسکے متعلقین
(شوہر وغیرہ) سے ملے اور کہا کہ جن نے نکل جانے کو مان لیا ہے۔ اب تم پسند کر لو کہ اس کے بدن
کے کس عضو سے اسکو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس عضو سے اس جن کو باہر کیا جائے گا۔ وہ
لازمی طور پر بیکار ہو جائے گا۔ اگر آنکھوں سے نکلا تو یہ اندھی ہو جائیگی اور اگر کان سے نکلا تو
بہری ہو جائیگی اور اگر منہ سے نکلا تو گونگی ہو جائیگی اور ہاتھ سے نکلا تو لنجی ہو جائے گی۔ اور اگر
پاؤں سے نکلا تو لنگڑی ہو جائیگی۔ اور اگر فرج سے نکلا بکارت زائل ہو جائے گی۔ اسکے متعلقین
نے کہا اس سے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں کہ اس کی بکارت زائل ہو جائے تو آپ اس شیطان کو فرج
سے ہی زائل دیجئے۔ تو عقبہ نے (کچھ جھاڑ پھونک کا دکھاوا کر کے) کو یقین دلا دیا کہ اس نے
ایسا کر دیا۔ پھر عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔

(۲۶۱) ایک شخص نے احنف بن قیس کے تھپڑ مارا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے
کیوں مارا اُس نے کہا کہ مجھ سے اس پر ایک قرطے لی گئی ہے کہ میں سردار تمیم کے منہ پر تھپڑ
ماروں۔ احنف نے کہا تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ تجھے حارثہ بن قدامہ کے منہ پر مارنا چاہئیے تھا کیونکہ
سردار بنی تمیم وہ ہے۔ وہ شخص چلا گیا اور حارثہ کے منہ پر جا کر تھپڑ مار دیا۔ حارثہ نے اس کا ہاتھ
کاٹ دیا اور احنف نے یہی سوچا تھا۔

(۲۶۲) ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس
نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی دوا یا پانی میں دوا کو بھگو کر بنایا جاتا ہے) تجویز کر
رہا ہے اور کسی مریض کے لئے منضج (دوا کے نام سے) تجویز کر رہا ہے اس کی ... ان سے جو اس
کام کو بڑی آسانی سے نہ کرے وہ اپنی بیوی کے ... آیا۔ اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنا
دے اس نے کہا کہ اس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی
ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو ہلاک کرے گا تو لوگ تجھے سنگسار کر دیں گے میں نے کہا یہ اول ارادہ

ہے (آخر کار بڑا پگڑ باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا۔) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں کے لئے
دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کما لئے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آخر بیوی نے کہا
کہ میں روزانہ ایک گولی بنا لیتا ہوں (اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس
نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا (اس گفتگو سے) دوسرے دن ایسا ہوا کہ
ایک باندی کا گذر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی کہ
جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔
اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم
جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا
اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو
بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایسی دوا کہدی جو اس
کو موافق آگئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس [illegible] کو
پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا سلطان نے کہا
اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اس کے علاج سے صحت ہوئی یہ میرا
تجربہ ہے۔ اس کے خلاف میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے
اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کرو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز
کر کے اس سے کئے اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا
تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہارا تجربہ
ہی کرنا ہے تو اس طرح کرو) کیا تمہارے یہاں بڑا شفاخانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے
پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہیں۔
اس نے کہا بس میں ان کا علاج کئے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ
گھنٹہ بھر میں اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ کیا میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی
کی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر یہ شفاخانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب
یہاں بیٹھو میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف ناظر شفاخانہ تھا۔

س نے افسر سے کہا کہ جو کچھ عمل میں کرونگا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی لا دوں گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دونگا۔ اس نے کہا میں نہیں بولونگا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفا خانہ میں تیل موجود ہے اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ لے آ وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا۔ اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی ان میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہو سکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔ حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا۔ پھر شفا خانہ میں تو کیوں پڑا رہا جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا کہ بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں حکیم جی نے کہا۔ تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہو سکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ اس نے کہا اللہ اللہ اجی میں تو تندرست ہو چکا ہوں حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں وہ بھی نکلکر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہی حال سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے (ربنا داں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند)

(۲۶۳) ایک عورت کا ایک آشنا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کے روبرو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کرونگا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کا ایک دن مقرر ہو گیا۔ اور ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور پر چڑھ کر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اس نے کہا ایسا کر لے جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر

کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائیں یہ تو غیر عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے بڑا افسوس ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں پھر اُتر کر اس سے جھگڑتی رہی۔ اور وہ حلف بالطلاق کرتا رہا کہ وہ بالکل اکیلا تھا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کر تو بیٹھ میں اُوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔ جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آشنا کو بلا لیا۔ اس نے اس سے مُنہ کالا کرنا شروع کر دیا۔ شوہر نے اوپر سے جب نیچے یہ معاملہ دیکھا تو اس نے بیوی سے کہا۔ میں تیرے قربان اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کی تھی جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا۔ جیسا کہ تُو نے دیکھا تھا (اور اب میں بھی تجھے اسیطرح دیکھ رہا ہوں)

(۲۶۴) ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن فرزدق ایک خوش رنگ منقش چادر اوڑھے ہوئے ایک عورت کے پاس سے (جو اپنے مکان کے قریب کھڑی تھی) گذرا پھر اسکو دیکھنے لگا (کہ کیسی خوبصورت ہے) اس کی باندی نے کہا کہ یہ چادر کیسی اچھی ہے۔ فرزدق نے کہا اگر تیری مالکہ مجھے بوسہ لینے کی اجازت دیدے تو اسے یہ چادر دیدوں۔ باندی نے مالکہ سے کہا کہ اس اعرابی کو بوسہ دینے میں کیا نقصان پہنچے گا۔ جس کو یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں۔ اس عورت نے اجازت دیدی۔ تو فرزدق نے اس کا بوسہ لیا اور اس کو چادر دیدی۔ پھر اس کنیز سے پانی مانگا وہ ایک شیشہ کے گلاس میں پانی لائی جب اس لڑکی نے ہاتھ پر رکھا تو اس نے گلاس ہاتھ سے گرا دیا۔ وہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد فرزدق دروازے پر بیٹھے ہی رہے تا آنکہ صاحب مکان آگیا اس نے کہا اے ابو فراس کیا کوئی حاجت ہے؟ فرزدق نے کہا نہیں لیکن میں نے اس گھر سے تھوڑا پانی پینے کے لئے منگایا تھا جو کانچ کے گلاس میں لایا گیا وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اس گھر والوں نے اس کے بدلہ میں میری چادر پہ قبضہ کر لیا۔ اس شخص نے گھر میں جا کر بیوی کو سخت سُست کہا اور کہا کہ فرزدق کو اس کی چادر واپس کر دو۔

باب ۱۷: ایسے حیلوں کا ذکر جن کا انجام مقصود کے خلاف نکلا

(۲۶۵) ابراہیم سے منقول ہے کہ جب امیر معاویہؓ بوڑھے ہو گئے تو ان کو بے خوابی کی شکایت ہو گئی اور جب اُن کی آنکھ لگتی تھی تو ناقوسوں کی آوازیں جگا دیا کرتی تھیں۔ ایک دن

جب صبح کے وقت حضرت معاویہؓ کی مجلس میں لوگ جمع ہو گئے تو معاویہؓ نے کہا اے جماعت عرب تم میں کوئی ایسا (بہادر) ہے کہ میں اس کو جو حکم دوں وہ اس کی تعمیل کرے اور میں اس کو بقدر تین دیت مال پہلے دیدونگا اور بقدر دو دیت مال اس وقت دیا جائے گا جب واپس آجائیگا تو قبیلہ غسان کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور بولا کہ اے امیرالمؤمنین میں تیار ہوں۔ معاویہؓ نے کہا یہ کام ہے کہ تم میرا یہ خط بادشاہ روم کے پاس لیجاؤ۔ جب تم اس کے فرش پر پہنچ جاؤ تو اذان دیدو۔ اس نے پوچھا کہ پھر کیا کرنا ہے معاویہؓ نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ اتنی تھوڑی محنت کا آپ نے بڑا معاوضہ دیا۔ یہ شخص خط لیکر روانہ ہو گیا۔ جب قیصر روم کے فرش پر پہنچا تو اس نے اذان دیدی۔ امراء دربار اس حرکت سے حیران رہ گئے اور انہوں نے تلواریں سونت لیں تو فوراً بادشاہ روم دوڑ کر اس غسانی کے پاس آگیا اور اس کو اپنی آڑ میں لے لیا اور ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ کا واسطہ اور اپنے حقوق کا واسطہ دیکر قتل سے باز رکھا حتیٰ کہ وہ لوگ رک گئے پھر اس کو اپنے ساتھ تخت تک لے گیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا اور اس کو بائیں طرف بٹھایا۔ پھر کہا اے امراء دربار حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ بوڑھا ہو گیا ہے اور بڑھاپے میں بیخوابی کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اس کو ناقوس کی آواز سے تکلیف پہنچی تو اس نے یہ چاہا کہ یہ شخص اذان کی بناء پر یہاں تمہارے ہاتھوں سے قتل کر دیا جائے تو اس کو بہانہ بنا کر جو اس کے شہر میں ناقوس پھونکنے والے ہیں ان کو وہ قتل کر ڈالے اور خدا کی قسم اس کی امید کے خلاف ہم اس کو اس کے پاس (صحیح سلامت) واپس بھیجیں گے بادشاہ روم نے اس شخص کو جوڑا اور سواری دیکر واپس کر دیا۔ جب یہ شخص لوٹ کر معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہؓ نے اس سے کہا کیا تو میرے تک آگیا صحیح سلامت۔ اس نے کہا جی ہاں (صحیح سلامت آگیا) مگر آپ کی عنایات سے نہیں اور کہا جاتا ہے کہ (ہر زمانہ میں) مسلمانوں میں جیسا خلیفہ ہوتا رہا اس کے بالمقابل روم میں ویسا ہی بادشاہ ہوتا رہا ہے اگر یہاں محتاط ہوا تو وہاں بھی ویسا ہی محتاط اگر یہاں عاجز ہوا تو وہاں بھی عاجز چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو بادشاہ تھا۔ (وہ بھی عمرؓ کی طرح بڑا مدبر تھا) اسی نے ان میں دفاتر کا نظم قائم کیا اور دشمنوں سے حفاظت کے سامان کئے اور جو بادشاہ معاویہ کے زمانہ میں تھا وہ احتیاط و تدبر اور عمل میں معاویہ کے مشابہ تھا۔

(۲۶۶) ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر کے لئے روانہ ہوا

اُس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا
میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادِ راہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آچکی تھی۔ دفعۃً میری
نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا
اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گذارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول
کروں میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سوا مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس
نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جَو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم
پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی
اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔ جب رات کا ایک حصہ گذر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے
اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلاء کا راستہ معلوم کیا اُس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلاء بالاخانہ پر تھا
جب میں قضائے حاجت کے لئے اوپر گیا اور بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت
بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آگرا (کلیسا سے باہر) میدان
میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصہ پر لٹکایا ہوا تھا اور اس رات میں بہت برف گر رہا تھا۔
میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضا سالم تھے میں
برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازہ میں تھی دفعۃً ایک اتنا
بڑا پتھر آ کر پڑا کہ اگر وہ میرے سر پر آ لگتا تو اس کو پیس دیتا میں وہاں سے بھاگنا اور چلاتا ہوا نکلا تو
اُس نے مجھے گالیاں دیں تو میں سمجھا کہ یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے
لئے کی ہے جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتا رہا جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے اور میں نے اپنی
حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً
تیس رطل (اندازہ دس سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا
اتنا کہ تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو اس کو کندھے سے ڈال کر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو
گیا اور مجھے سردی نے دبایا تو پھر میں نے وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا (رات
بھر یہ عمل جاری رہا) طلوع آفتاب سے پہلے جب کہ میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس
کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعۃً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا۔ جہاں

میں گرا تھا جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا "اے میری قوم تم نے کیا کیا" اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لئے جا پہنچا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دیر کے دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھ گیا اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میری کمر میں ایک خنجر تھا جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس وقت جب کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھا ہی چاہتا ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اپنے خنجر سے زخمی کر کے پچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور بالا خانہ پر چڑھ کر آگ روشن کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی اور اپنے اوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنا اسباب کو کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لیکر اس میں سو گیا مجھے (رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ اب میں بیدار ہوا اور قلعہ میں گھوما یہاں تک میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کی تالیاں بھی ہاتھ لگ گئیں تھیں جب میں نے ایک ایک کمرے کو کھولکر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے سونا، چاندی اور بیش قیمت اشیا اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کپڑے اور ان کا اسباب اور سامان بہت ہی کچھ تھا کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ ہر شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گذرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لیجاؤں بہرحال یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ وقت جب گذرنے والے اس مقام سے گذرتے تھے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا کہ لوگ مجھے ہی راہب سمجھیں اور جب کچھ قریب ہوتے ان کی طرف پشت کر لیا کرتا اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا پھر چند روز کے بعد میں نے راہب کے کپڑے اتار دئے اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر لیا۔ اور ان کو [illegible] پر لاد کر ایک قریب کی بستی تک لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا [illegible] وہاں سے [illegible] چیزوں کو منتقل کر [illegible] گئے [illegible] اشیا کو منتقل کر لیا [illegible] [illegible] قیمت [illegible] اشیا چھوڑ [illegible] زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک

روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ کر لئے اور جسقدر بھی قدرت ہوسکی وہ سب اشیاء لاد لاد کر ایک بڑے قافلہ کیساتھ چل پڑا اور یہ زبردست اموال غنیمت لیکر اپنے وطن میں آگیا مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہوسکی (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ میں ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی کیا ہے" مترجم)

(۲۶۷) علی بن الحسین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے نیشاپور کے لشکر والوں کی ایک جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا جنمیں چند کاتب اور تاجر وغیرہ بھی ہیں کہ سن تین سو چالیس سے کچھ اوپر ہوا ہوگا ان کے ساتھ ایک نوجوان نصرانی کاتب تھا جو ابی الطیب القلانسی کا بیٹا تھا وہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے دیہات کی طرف گیا اس کو کردوں نے پکڑ کر ستانا شروع کر دیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ذات کو اُن سے خریدے (یعنی مطلوبہ رقم دے تو رہا کیا جا سکتا ہے) اس نے ایسا نہ کیا اور اپنے متعلقین کو لکھا کہ میرے پاس چار درہم (۴ ماشہ) افیون بھیجدو اور یاد رکھو کہ میں اس کو پیونگا اور پھر مجھے سکتہ لاحق ہو جائیگا اور یہ کرد لوگ مجھے مُردہ سمجھنے میں شک نہ کریں گے اور مجھے تمہارے پاس بھیجدیں گے جب تمہارے پاس میں پہنچا دیا جاؤں تو مجھے تم حمام میں داخل کر دینا اور میرے جسم کو خوب پیٹنا تاکہ بدن گرم ہو جائے اور ایارج کے ساتھ منہ میں مسواک کرنا تو میں ہوش میں آجاؤنگا اور وہ نوجوان ناتجربہ کار تھا اس نے کسی سے سُن رکھا تھا کہ جو زیادہ افیون کھا جائیگا اس کو سکتہ پڑے گا۔ پھر جب حمام میں داخل کیا جائے گا اور جسم پر چوٹیں لگائی جائیں گی اور ایارج سے مسواک کی جائیگی تو اچھا ہو جائیگا۔ اور اس کو مقدار خوراک کا علم نہیں تھا غرض وہ چار درہم افیون کھا گیا اور کردوں نے دیکھ کر یقین کر لیا کہ وہ مر گیا تو انہوں نے اس کو کسی چیز میں بند کر کے اس کے متعلقین کے پاس بھیج دیا جب یہ شخص انکے پاس پہنچا دیا گیا تو انہوں نے اس کو حمام میں داخل کر دیا اور اس کے جسم کو بہت پیٹا اور مسواک بھی کی مگر اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور حمام میں کئی

دونوں تک اس کو رکھا گیا۔ اطبا نے بھی اسکو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ مرچکا ہے انہوں نے پوچھا کہ اس نے کتنی افیون کھائی تھی ان کو چار درہم وزن بتایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ (حمام کی حرارت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے، اگر اس کو جہنم میں بھی جھونک دیا جائیگا تو یہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ یہ عمل اس شخص پر اثر ہو سکتا ہے جو چار دانق (⅔ درہم) یا ایک درہم تقریباً کھائے۔ یہ تو یقیناً مر چکا ہے۔ مگر اس کے اقربا کا اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے اس کو حمام میں رکھا یہاں تک کہ جسم میں بو اور تغیر پیدا ہونے لگا اس وقت اسے دفن کیا اور جو تدبیر اس نے کی تھی وہ الٹی پڑ گئی۔

(۲۶۸) محسن کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایک پرانی روایت ہے وہ یہ کہ بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری حجاج کی قید میں تھے وہاں ان کو ستایا جاتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جو شخص قید خانہ میں مر جاتا تھا۔ حجاج کے پاس اس کی رپورٹ جاتی تھی وہ اس کے نکالنے کا حکم دیدیا کرتا تھا اور یہ کہ ورثہ کو لاش سپرد کردی جائے۔ ایک مرتبہ بلال نے داروغہ جیل سے کہا میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں تم میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دو جب وہ حکم دیگا کہ لاش متعلقین کے سپرد کردی جائے تو میں کسی بعید مقام کو بھاگ جاؤنگا۔ حجاج کو میرا کچھ حال معلوم نہ ہو سکے گا۔ اور اگر چاہو تو تم بھی میرے ساتھ بھاگ نکلو تمہیں ہمیشہ کے لئے مالدار کر دینا میرے ذمہ ہے تو داروغہ نے مال لے لیا اور ان کا نام مردہ ظاہر کرکے پیش کر دیا۔ حجاج نے کہا کہ اس جیسے شخص کو اس کے اہل کے حوالہ کرنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں اس کو لاؤ۔ اب وہ بلال کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تیار ہو جاؤ انہوں نے کہا کیا خبر ہے تو اس نے حجاج کا حکم اور پوری بات بیان کر دی، اب اگر میں نے تمہاری لاش نہ دکھائی تو وہ مجھے قتل کر ڈالے گا وہ ضرور سمجھ جائیگا کہ میں نے حیلہ کیا تھا اب تمہیں گلا گھونٹ کر مارنا ضروری ہو گیا۔ بلال نے رو کر اس سے بہت کچھ کہا سنا کہ وہ ایسا نہ کرے مگر کوئی صورت نہ بنی تو انہوں نے وصیت کی اور نماز پڑھی پھر ان کو داروغہ جیل نے پکڑ کر گلا گھونٹ دیا پھر ان کو نکال کر حجاج کے سامنے لے گیا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ وہ مر چکے تو کہہ دیا کہ اس کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لے گئے۔ انہوں نے دس ہزار درہم میں اپنے لئے قتل خرید لیا تھا اور جو حیلہ کیا تھا وہ الٹا پڑ گیا۔

(۲۶۹) ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ منصور نے عبداللہ بن علی کو پوشیدہ طور پر آپ کو عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالہ کیا اور کہا اے عیسیٰ اس شخص نے مجھ سے نعمت (خلافت) کو زائل کرنا چاہا اور تم سے بھی جب کہ تم مہدی کے بعد میرے ولیعہد ہو اور خلافت تمہارے پاس بھی پہنچنے والی ہے، اس کو لیجاؤ۔ اس کی گردن مار دینا اور خبردار کمزوری اور ضعیف مت بن جانا۔ پھر لکھ کر دریافت بھی کیا جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے کیا کیا۔ تو عیسے نے جواب دیا جو حکم آپ نے دیا تھا اس کو نافذ کر دیا گیا۔ اب منصور کو عبداللہ بن علی کے قتل میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ عیسیٰ کو اس کا خفیہ نگار باخبر کر چکا تھا کہ منصور آپ کو اور عبداللہ کو دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے تم کو اس کے قتل کا حکم تو مخفی طور پر دیا ہے اور تم پر خون کا دعویٰ کھلم کھلا ہوگا اور تم کو اس میں پھنسا لیگا۔ عیسیٰ نے پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے اس نے رائے دی کہ عبداللہ کو اپنے مکان میں پوشیدہ رکھو جب منصور تم سے علانیہ طلب کرے پھر تم بھی علانیہ اس کو پیش کر دینا۔ اب منصور نے (یہ یقین کر لینے کے بعد کہ عیسیٰ عبداللہ کو قتل کر چکا ہے) ایک شخص کو خفیہ طور پر سمجھایا کہ وہ عبداللہ کے چچا کی اولاد کو عبداللہ بن علی کے لئے سوال کرنے پر آمادہ کرے اور ان کو یہ امید دلائے کہ وہ پورا کیا جائے گا (اور اس کو رہا کر کے تمہارے سپرد کر دیا جائیگا) چنانچہ (اس کے سمجھانے پر) ان لوگوں نے (آکر) منصور سے گفتگو کی اور یہ سوال اٹھایا۔ منصور نے کہا ہمارے پاس عیسیٰ ابن موسیٰ کو لاؤ۔ وہ آگئے۔ تو کہا اے عیسے میں نے عبداللہ بن علی کو تمہارے سپرد کیا تھا اور ان لوگوں نے اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی اس کو میرے پاس لاؤ۔ عیسیٰ نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ منصور نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد ان مدعیوں سے کہا کہ یہ تمہارے سامنے تمہارے رشتہ دار کے قتل کا اقرار کر چکا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے اس کو قتل کا حکم دیا تھا اور جھوٹ بولتا ہے تو انہوں نے کہا پھر آپ اس کو ہمارے سپرد کیجیے ہم اس کو وہیں رکھیں گے۔ منصور نے کہا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو وہ عیسیٰ کو میدان میں لے گئے اور بہت لوگ جمع ہو گئے پھر ایک شخص نے ان میں سے اپنی تلوار برہنہ کی عیسیٰ کی طرف بڑھا تاکہ اسکو مارے۔ اس سے عیسیٰ نے کہا کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں واللہ۔ عیسیٰ نے کہا مجھے امیر المؤمنین کے پاس

نکلے پھر اسی کو کہہ لیا کہ وہ لا ہماری گفتگو کے وقت عام لوگ جمع ہو گئے تھے انہوں نے شور غل اور ہا!
مذاق اڑانا شروع کر دیا اور جو مسخرا پن ہم نے اس کے ساتھ کرنا چاہا تھا وہ ہم پر ہی پلٹ پڑا۔ اب
ہمارا مقابلے عمل صرف یہی ہو رہا کہ ہم بھاگ اٹھیں۔ چنانچہ ہم کو بھاگنا ہی پڑا۔

(۲۷۱) حسین بن عثمان وغیرہ سے منقول ہے کہ عضد الدولہ نے شاہ روم کے یہاں برسم رسالت قاضی ابوبکر باقلانی کو بھیجا جب قاضی صاحب دار السلطنت میں پہنچ گئے تو بادشاہ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا اور قاضی صاحب کے علم کے مرتبہ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے ملاقات کی صورت پر غور کیا اور اس کو یہ اندازہ ہو گیا کہ حاضری کے وقت جیسا کہ عام طور پر رعیت کا دستور ہے کہ بادشاہ کے سامنے زمین کو چومتے ہیں قاضی ابوبکر اس کفر کو اختیار نہیں کریں گے تو اس نے دیگر یہ صورت نکالی کہ وہ جس تخت پر بیٹھے اس کو ایسی جگہ بچھایا جائے جہاں پر داخلہ ایک اتنے چھوٹے دروازے سے ہو کہ اس سے گذرنا بغیر رکوع یعنی زیادہ جھکنے کے ممکن نہ ہو تاکہ قاضی رکوع کی صورت میں اندر داخل ہوں اور اسی حالت کو زمین بوسی کے قائم مقام سمجھ لیا جائے جب قاضی صاحب وہاں پہنچے تو اس حیلہ کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنی پشت پھیر کر سر جھکایا اور دروازہ سے پیچھے کو سرکتے ہوئے داخل ہوئے کہ بادشاہ کی طرف پشت رہی پھر اپنا سر اٹھایا اور گھوم کر بادشاہ کی طرف پھر گئے تو بادشاہ کو ان کی دانشمندی کا علم ہوا اور ان سے مرعوب ہوا۔

(۲۷۲) مروی ہے کہ قبیلہ مزینہ نے ثابت کو جو (اسلام کے مشہور شاعر) حسان انصاری کا باپ تھا قید کر لیا اور فدیہ کے بارے میں کہا کہ ہم بکروں کے سوا اور کسی جنس کو تسلیم نہ کریں گے ثابت کی قوم بھی اس فدیے پر غصہ سے بھر گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم بکرے نہیں دیں گے۔ ثابت نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ مانگ رہے ہیں وہی ان کو دیدو۔ جب وہ بکرے لیکر آگئے تو ثابت نے کہا کہ ان کے بھائیوں کو ان کے حوالے کر دو اور مزینہ والوں سے کہا کہ اپنے بھائیوں کو پکڑ لو۔ اس وقت سے مزینہ کا نام مزینۃ التیس پڑ گیا (تیس بکرے کو کہتے ہیں) یہ لفظ ان کی چڑ اور مذاق بن گیا۔

ایک شاعر جس کا نام جبار تھا لمبی قطع داڑھی والا تھا اور ظریف شاعر کے چھوٹی داڑھی تھی یہ دونوں اکٹھے ابوالحسن بصری کے پاس سے گذرے۔ اس نے یہ شعر کہا۔

تضرط علی الکوسج والالحی ۔۔۔ وودھما ان غضبا سلحت

ترجمہ: ننگی داڑھی والے اور لمبی داڑھی والے کے منہ پر گوز مارتے ہیں۔ اور اگر یہ ناراض ہوں تو تھوڑا سا پاخانہ گرا دیتے ہیں" اور ارادہ کیا کہ مضمون کی تکمیل کے لئے آگے بھی کچھ کہے کہ مظفر یہ بول پڑا کہ تیرا کیا حال ہوگا کہ تو حسن بن ابی علی کو جو قادر باللہ کا حاجب ہے اور علی بن علی کے بعد حسن بن احمد کو بھی جو قادر کا مصاحب ہے ایسے برے کلمات سے یاد کرتا ہے اور علی بن علی الحی یعنی لمبی داڑھی والا تھا اور حسن کوسج یعنی ننگی داڑھی والا تھا۔ پھر تو یہ شاعر گھبرا گیا اور اس کو یہ ڈر ہوا کہ یہ ابیات ان تک پہنچا دیں گے تو اس نے مہیار دیلمی کو یہ قطعہ لکھ کر اپنی خوشامد کر رہا ہے۔

ابا الحسن اصفح ان مثلی من جنی ۔۔۔ ومثلک من اعفی من العدل واوعفا

ترجمہ: اے ابوالحسن معاف کیجئے کیونکہ مجھ جیسے چھوٹے لوگ قصور کرتے ہیں اور تم جیسوں کی شان یہ ہے کہ وہ دشمن سے بھی عفو و درگذر کرتے ہیں۔

فان نوخت بی ھفوۃ قلت جفوۃ ۔۔۔ وحملت سمعی من عتابک ما عرف

ترجمہ: گو مجھ سے بلا کسی بے ہودہ بات میرے منہ سے نکل گئی تو اس سے اعراض کر لیا جائے اور میرے کان نے آپ کے عتاب کا اتنا بوجھ اٹھایا کہ جسے پہاڑ ہی دیا۔

(۲۷۳) مجھ سے ابوبکر خطاط نے بیان کیا کہ ایک فقیہ شخص تھا جس کا خط بہت بھدا تھا۔ دوسرے فقہا ان پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمہارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہو سکتا وہ ان کے اس خدشہ سے شرمایا کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں اس کو ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی۔ اس کا خط اس کے خط سے بھی بدتر تھا۔ تو اس نے کتاب والے کو اس کی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا اور اس کتاب کو لے کر آیا تاکہ ان پر اپنی حجت قائم کرے جب وہ اس کو پڑھیں۔ جب یہ ان کے پاس آیا تو پھر انہوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا اس نے کہا تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ بھدا کوئی خط نہیں ہو سکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے اور میں نے اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے تاکہ تمہارے طعنوں سے چھٹکارا ملے اور وہ کتاب ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے اس کے صفحات الٹنے شروع کر دیے۔ جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان کی حسرت

کا نام لکھا ہوا تھا انہوں نے اس کتاب کو کبھی جوانی میں لکھا تھا۔ انکو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔

(۲۷۴) ابوبکر نے بیان کیا کہ بصرہ میں ایک گانے والی تھی جس کی قیمت پانچ دینار تھی اور خوبصورتی اور گانے میں بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اس میں یہ عیب تھا کہ وہ دیہاتی تھی قاف کو کاف سے بدل دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ بصرے کے امراء میں سے ایک کے یہاں بلائی گئی اور گانا شروع کیا وما لی لا ابکی واندب ناقتی (اور میں کیوں نہ روؤں اور اپنی ناقہ پر نوحہ کیوں نہ کروں) اس نے اندب ناقتی کہا (ناکتی بنکت۔ نکت۔ سے ہے جس کے لحاظ سے یہ معنے ہوں گے کہ اپنے گرا دینے والے اور نقصان پہنچانے والے پر کیوں نوحہ نہ کروں) امیر نے کہا ہم نے پانچ دینار ٹھیک وزن کے تجھے دیئے لیکن تو اب بھی ہم پر نوحہ کر رہی ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ تو ہمارے پاس ٹھہرے۔ پھر اسکو واپس کر دیا اور وہ مغنیہ شرمندہ ہوئی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۸: ایسے لوگوں کا حال جو کوئی حیلہ کر کے آفت سے بچ گئے۔

(۲۷۵) ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کارنامے پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا اس کے متعلق آپکو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا۔

اسقنی شربۃً الذ علیھا واسق باللّٰہ مثلہ ابن ھشام

ترجمہ: مجھے ایسی شراب پلادے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا (چونکہ لفظ شربۃً سے متبادر معنے شراب کے ہی ہوتے ہیں، اس لئے شکایت کرنے والے نے آپ سے اس کی شکایت کی، اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بنا پر کی گئی ہے تو اُس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملا لیا (حضرت عمر نے اس کو طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا۔ اسقنی شربۃً۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ اے امیر المؤمنین (اس کے بعد یہ ہے)

عسلاً بارداً ابماء سحابٍ انی لا احبُ شرب المدام

ترجمہ: یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی میں ملایا گیا ہو۔ کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں آپ نے سن کر فرمایا کیا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو۔ اس نے کہا خدا کی قسم فرمایا کہ اپنے کام پر چلے جاؤ۔

(۲۷۶) عبیدؔ راویۃ الاعشیٰ سے مروی ہے کہ نعمان بن منذر سرزمین حیرہ میں آیا اور حیرہ ایک زمین

ع ہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

(۲۷۸) محمد بن قتیبہ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث بیان کی ہے جو بنی اسرائیل اور توریت میں ان کی تحریف اور تغیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے بیان میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تحریف اور تبدیل کر کے جب وہ نسخہ تیار کر لیا جس کو اللہ عزوجل کا کلام کہنا شروع کیا تھا تو اس عالم نے ایک ورق لیا جس پر خدا کا اصل کلام لکھا ہوا تھا اور اس کو ایک سینگ میں رکھ کر اپنے گلے میں لٹکا لیا پھر اس پر کپڑے پہن لئے (جب یہ گھڑی ہوئی کتاب لیکر) لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تو اس پر ایمان رکھتا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں ان کی مراد یہ تھی کہ اس کتاب پر جو سینگ میں رکھی ہوئی ہے جب اس کی موت آ گئی تو لوگوں نے اس کی قبر کو کھولا تھا تو وہ سینگ و ورق پا کر اس وقت کہنے لگے کہ یہ اس پر ایمان لانا مراد لیا کرتا تھا۔

(۲۷۹) اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان کے سامنے ایک ایسا شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا جنہوں نے عبدالملک سے بغاوت کی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ اس شخص نے کہا اے امیرالمؤمنین آپ کی طرف سے مجھے یہ جزا ملنی چاہئے اس نے کہا واللہ یہ فلاں شخص کے۔ محض آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ اس بنا پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں جب سے اب تک جس کسی کا بھی ساتھ دیا وہ مغلوب ہوا اور دشمن کے مقابلہ سے بھاگا اور جو دعویٰ میں کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پر منکشف بھی ہو گئی۔ میں آپ کے حق میں ان ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا تھا جو آپ کے ساتھ تھے عبدالملک ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۸۰) شبیب بن شبہ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابوالعباس سفاح کے پاس پہنچا جو اس وقت تنہا تھا کہنے لگا کہ اے امیرالمؤمنین جب سے اللہ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں تو طالب تھا کہ مجھے ایسی تنہائی کا وقت مل جائے آج کی مجلس ہے اگر امیرالمؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دیدیں جب تک میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کر لیں۔ سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دیدیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور و خوض کرتا رہا ہوں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو اور لطف اندوز ہونے میں اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیش نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کو دنیا کی دو تول

نے صرف ایک عورت کو مالک بنا دیا اور اسی پر اکتفا کیا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار، اگر وہ غائب اور مفقود ہو تو آپ بھی غائب، اور تنگدل اگر وہ منہ پھلائے تو آپ بھی منہ پھلائیں۔ اور اے امیرالمؤمنین آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے دنیا کی لڑکیوں کو اور ان کے مختلف حالات کی خصوصیات کو اور ان تمام لذت کے طریقوں کو جو ان سے شہوت کے لئے انتخاب کئے جاتے ہیں۔ اے امیرالمؤمنین ان میں بعض طویل قد والی گوری عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے محبوب کو نصیحت کرنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ کچھ بہت سفید رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگھار کو بہت پسند کرتی ہیں اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے اندر وہ بات ہوتی ہے بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سرین والی ہوتی ہیں اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں تو بہت شیریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں اور اگر آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف اور ان کے زیبائش و لطافت کے لئے ان کی کیا ضروریات ہیں (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے) اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابوالعباس کو ان کی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب خاموش ہو گیا تو ابوالعباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سنا تھا۔ وہ سب باتیں پھر بیان کر میرا سننے کو دل چاہتا ہے تو خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع و دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابوالعباس بیٹھا سوچتا رہا۔ جب اس کے پاس ام سلمہ آئیں اور ابوالعباس نے حلف کئے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا اور اس کو پورا کر دیا۔ جب ام سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس کہا کہ اے امیرالمؤمنین میں آپ سے کچھ دیکھتی ہوں۔ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہو گئی یا کوئی بری خبر آئی ہے جس سے آپ فکر میں پڑ گئے ہیں۔ ابوالعباس نے کہا نہیں۔ جب وہ برابر پوچھتی رہی تو ابوالعباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی۔ ام سلمہ نے کہا پھر آپ نے اس حرامزادے کو کیا جواب دیا ابوالعباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم گالیاں دیتی ہو۔ وہ وہاں سے نکلی (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں ابوالعباس کے محل سے بہت خوش نکلا تھا اس گفتگو سے جو مجھے ان کی خاطر پر امیرالمؤمنین سے ہوئی تھی اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا تو میں دروازہ پر تھا کہ میں

(اپنے گھوڑے پر) بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے اب تو انعام کا مجھے یقین ہو گیا میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لئے ہوئے میری طرف بڑھا میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی (اس نے تعاقب کیا) اور مجھ سے مل گیا۔ اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پر پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدا دیا پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعۃً کچھ لوگوں نے مجھے آگھیرا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو میرے دل میں تصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے میں نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں نے کسی شیخ کا خون پٹنے کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا میں امیر المومنین کے محل کی طرف جانے کے لئے سوار ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ایسے حال میں امیر المومنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہا تھے اور نشست گاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ باریک پردہ سے محدود ہو رہا تھا اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسا ہٹ بھی محسوس کی۔ ابوالعباس نے کہا اے تم نے امیر المومنین کے سامنے جو صفات (عورتوں کی) بیان کی تھیں۔ ان کو پھر بیان کرو میں نے کہا بہت اچھا اے امیر المومنین میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے لفظ "ضرتین" (دو سوتن) "ضرر" (نقصان) سے بنایا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہونگی مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے گا اور مکدر رہیگا۔ ابوالعباس نے کہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی میں نے کہا ہاں آئی تھی اے امیر المومنین اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہیں) ابوالعباس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت (کے فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو یا اس کا اس وقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر المومنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لئے چار (شر) کا مجموعہ ہیں اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی ابوالعباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔ میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابوالعباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہاں واللہ اے امیر المومنین کنواری باندیاں تو مرد ہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں کوئی خصی نہیں ہوتا اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں، خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے

ہنسنے کی آواز محسوس کی۔ پھر میں نے کہا ہاں واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستان)
قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اس کے ہوتے ہوئے) آپ دوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر
ڈال رہے ہیں خالد کہتے ہیں کہ اس پر پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا اے چچا خدا کی قسم تو نے
سچ کہا تو نے اس سے یہی گفتگو کی تھی مگر اس نے تیری بات کو بدل دیا اور ان ہونی باتیں تیری
طرف سے کہہ دیں۔ ابوالعباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا تجھے (ایک بات بھی
سچ نہ بولا، بس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔ پھر میرے پاس ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک
گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

(۲۸۱) ایوب بن عبایہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے
بیان کیا کہ جب اس کے پاس مال کا جس قدر حصہ آتا تھا وہ آگیا اور اس کے پاس صرف ایک بیوی
ام محجن تھی اور وہ سیاہ رنگ تھی تو دل میں گورے رنگ کی عورت کا اشتیاق ہوا تو ایک ایسی عورت
سے نکاح کیا جو شریف الطبع گورے رنگ کی تھی اس پر ام محجن غضب ناک ہو گئی اور شوہر کے
بارہ میں اس پر غیرت غالب آگئی تو شوہر نے اس سے کہا اے ام محجن بخدا اب میں اس درجہ میں نہیں
ہوں کہ تم کو میرے بارے میں غیرت پیدا ہو کیونکہ میں خاصا بوڑھا ہو چکا ہوں، اور نہ تم پر غیرت
کی جا سکتی ہے کیونکہ تم بھی خاصی بڑھیا ہو چکی ہو اور تم سے زیادہ کسی کا مجھ پر حق ہے تمہیں اس
امر کا خیال دل سے ہٹا دینا چاہئے اور اس بنا پر مجھ سے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے وہ خوش ہو گئی
اور اس کا دل ٹھہر گیا۔ پھر چند روز کے بعد اس سے کہا کہ کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ میں اس نئی
بیوی کو بھی تمہارے ساتھ ہی رکھوں کیونکہ مل کر بیٹھنا زیادہ اچھا ہے اور انتظام امور میں خوبی
کا باعث ہوتا ہے۔ اور عیب جو لوگوں کو اس سے طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا ام محجن نے کہا
مناسب ہے ایسا کر لیجئے اور اس نے اس کو ایک دینار دیا اور یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری
بڑائی اس پر قائم رہے اور وہ نہ محسوس کرے کہ تم تنگدل ہو کہ اس لئے تم اس کے لئے کوئی
خاص چیز اس دینار سے خرید کر دینا جب وہ کل تمہارے پاس آئے۔ پھر وہ نئی بیوی کے پاس
آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل تمہیں ام محجن کے ساتھ رکھوں اور وہ بار دینے
خدمت کرے [illegible] یہ بات گراں ہوئی ہے کہ ام محجن تم سے بڑی ہوئی ثابت ہو تو یہ دینار

لو اور اس سے اس کے لئے کوئی ہدیہ لیجانا جب تم بستی کو وہاں جاؤ۔ تاکہ تمہاری طرف سے اس کو یہ خیال نہ ہوسکے کہ تم تنگدل ہو اور اُم محجن سے اس دینار دینے کا کوئی ذکر نہ کرنا۔ پھر اپنے ایک خیر خواہ دوست سے ملا اور اس سے کہا کہ کل سے میں اپنی نئی بیوی کو ام محجن کے پاس ہی رکھتا چاہتا ہوں تو تم کل صبح میرے پاس آکر سلام علیک کرنا میں تمہیں ناشتہ کے لئے بٹھاؤنگا۔ جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو تم مجھ سے سوال کرنا کہ تم کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے میں اس سوال پر کچھ چونکوں گا اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب سے انکار کروں گا تو تم مجھے قسم دیدینا۔ جب اگلا دن ہوا تو نئی بیوی آکر ام محجن سے ملی اور وہ دوست بھی آنکلے تو اس نے اس کو بٹھا لیا۔ جب دونوں ناشتہ سے فارغ ہو چکے تو وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا اے ابو محجن میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے ابو محجن نے کہا سبحٰن اللہ مجھ سے آپ ایسی بات ایسے وقت پوچھ رہے ہیں کہ وہ دونوں سن بھی رہی ہیں۔ ایسی بات کبھی کسی نے نہیں پوچھی۔ اُس نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ یہ ضرور مجھے بتانا ہوگی نہ تم کو معذور کہونگا اور نہ کوئی دوسری بات قبول کرونگا بجز اس کے۔ ابو محجن نے کہا جب تم اس حد پر آگئے تو سن لو کہ مجھے دونوں میں سے دینار والی سے زیادہ محبت ہے واللہ میں اتنی بات سے آگے اور کچھ نہ کہوں گا۔ دینار تو دونوں میں سے ہر ایک کو دیا گیا تھا جو خوش ہو کر ہنس رہی تھی اور ہر ایک کا یہ گمان تھا کہ اس نے اس قول سے مجھے ہی مراد لیا ہے۔

(۲۸۲) مجھ سے قاضی ابوالحسین بن عتبہ نے بیان کیا کہ میرے چچا کی بیٹی صاحب ثروت تھی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا میں نے نکاح کے لئے اس لئے ترجیح نہیں دی تھی کہ وہ خوبصورت ہوگی بلکہ مجھے صرف اس کے مال سے امداد حاصل کرنا تھی اور ایک نکاح میں نے پوشیدہ طور پر کر رکھا تھا جب وہ اسکو تاڑ گئی تو وہ مجھے چھوڑ گئی اور نگاہ پھیر لی اور مجھ کو اس نے اس پر تنگ کرنا شروع کر دیا کہ میں اپنی دوسری بیوی کو طلاق دیدوں پھر وہ میرے یہاں واپس آسکتی ہے۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کچھ لمبا کھینچ گیا اور میں نے ایک ایسی خوبصورت لڑکی سے نکاح کیا تھا جو میری طبیعت کے بالکل موافق تھی میرے ساتھ نباہ کرنے والی تھی ابھی وہ میرے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ گذارنے پائی تھی کہ اس کے خلاف میرے چچا کی بیٹی نے کوشش شروع کر دی اور اس نے مجھ کو

محبت اور تنگی میں مبتلا کر ڈالا میرے لئے یہ آسان بات نہ تھی کہ میں اس لڑکی سے مفارقت اختیار کر
لوں اب میں نے ایک تدبیر کی، میں نے اس (چھوٹی بیوی) سے کہا کہ "پڑوسنوں سے اعلیٰ درجہ کا
ایک ایک کپڑا مستعار لیکر اپنا پورا جوڑا کر لو اور اس کو عنبر کی دھونی دو اور میرے چچا کی بیٹی کے
پاس پہنچو اور اس کے سامنے بیٹھکر رونا شروع کر دو اور اس کو خوب دعائیں دو اور اس کے سامنے
بہت گڑگڑاؤ یہاں تک کہ وہ پگھل جائے، پھر جب وہ تم سے تمہارا حال پوچھے تو تم یہ کہنا کہ میرے
چچا کے بیٹے نے مجھ سے نکاح کیا اور ہر وقت میرے سر پر ایک سوکن لاکر بٹھاتا رہتا ہے اور میرا
روپیہ ان پر خرچ کرتا رہتا ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ قاضی صاحب سے میری امداد کی خاطر
کردیں اور میرا انصاف ان سے کرا دیں تو میں اس کے خلاف قاضی صاحب کے یہاں دعویٰ کرنا چاہتی
ہوں تو وہ ضرور تجھے میرے پاس لیکر آئے گی، چنانچہ یہ سب کچھ کیا جب وہ اس کے پاس جاکر
مسلسل روتی رہی تو اس کو اس پر رحم آگیا اور اس نے کہا خود تو بھی تیرے شوہر جیسا بدترین
بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے اور اٹھ کر میرے پاس پہنچی جب کہ میں اپنی خاص نشست گاہ
میں تھا اور غصہ میں بھری ہوئی اور اس لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی کہنے لگی اس
بدنصیب کا حال بھی میرے ہی جیسا ہے اس کی بات سن اور اس کا انصاف کر میں نے کہا دونوں
اندر آجاؤ تو دونوں داخل ہو گئیں، میں نے لڑکی سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے تو اس نے وہی طے شدہ
داستان بیان کر دی میں نے اس سے کہا کیا تیرے چچا کے بیٹے نے تجھ سے اقرار کیا ہے کہ اس نے
تیرے اوپر دوسری بیوی کرلی اس نے کہا نہیں واللہ اور وہ کیسے اقرار کر سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا
ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی میں نے کہا کیا تو نے خود اس عورت کو دیکھا ہے اور تو
اس کے مکان اور اس کی صورت سے واقف ہے اس نے کہا نہیں واللہ میں نے کہا اے عورت
خدا سے ڈر اور جو کچھ ایسی باتیں تیرے خاوند کی پہنچیں ان کو قبول نہ کیا کر کیونکہ بدبخت ہوتے ہیں
اور عورتوں کو خراب کرنے کے خواہش مند بکثرت ہیں وہ حیلہ بازی اور دو مردوں کو تعبیر بنانا بہت پھیلا
چکا ہے، دیکھ یہ میری بیوی ہے اس سے کسی نے کہہ دیا کہ میں نے اس پر ایک دوسری بیوی کر لی ہے
حالانکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس دروازہ سے باہر میری کوئی بیوی ہو تو اس پر بہ شرط تین طلاق تو
سنتے ہی میرے چچا کی بیٹی اٹھی اور اس نے میرے سر کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہو گیا

کہ قاضی صاحب تمہارے اوپر تہمت لگائی گئی تھی (اس ترکیب سے) میری دو دوسری بیوی طلاق سے بچ گئی کیونکہ دونوں میرے سامنے موجود تھیں۔

(۲۸۳) اصمعی سے مروی ہے کہ ایک شخص کو جو کسی قصور پر سزا دیئے جانے کے قابل تھا منصور کے سامنے پیش کیا گیا اس نے کہا اے امیرالمؤمنین انتقام (یعنی بدلا لینا) "عدل" ہے اور خطاؤں سے درگذر کرنا "فضل" ہے (یعنی یہ اونچے درجہ کی صفت ہے) اور ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں کہ امیرالمؤمنین دونوں میں سے بلند درجہ کی بات کو چھوڑ کر اپنی ذات کے لئے پست مقام کی صفت کو ترجیح دیں منصور نے اس کو معاف کر دیا۔

(۲۸۴) ابوالحسن مدائنی سے مروی ہے کہ احمد بن سمیط نے پانسو آدمیوں کو قید کرکے مختار کے سامنے پیش کیا اس نے ان میں سے دوسو چالیس کو قتل کیا اور بعض کو قید کیا اور بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا۔ قیدیوں میں سراقہ بن مرداس البارقی بھی تھا پھر اس کے قتل کا حکم دیا سراقہ نے کہا نہیں واللہ تو مجھے قتل مت کر جبتک میں خود تیرے ساتھ مل کر اپنے گھر کی اینٹ اینٹ نہ ڈھا دوں مختار نے کہا تجھے کیسے معلوم ہو گیا اس نے کہا اخبار حادثہ سے جو پیشگوئی کرنے والی کتابوں میں درج ہیں تو مختار نے عبداللہ بن کامل اور ابی عمرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہمارے اسرار کو کون تحقیق کریگا اور حکم دیا کہ اس سے تخلیہ میں گفتگو کریں تنہائی میں سراقہ نے کہا کہ تم کو اس قوم نے قید کیا ہے جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ انہوں نے کہا وہ یہی لوگ (ہمارے ساتھی) ہیں جو ندائے ہوئے ہیں سراقہ نے کہا نہیں واللہ ہمیں ایسی قوم نے قید کیا تھا جن کے سروں پر سرخ عمامے تھے وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور آسمان اور زمین کے درمیان اڑ رہے تھے مختار نے کہا یہ اللہ کے فرشتے تھے اے سراقہ یہ واقعہ لوگوں کو بتادے (سراقہ کہتا ہے کہ) پھر میں نے منارہ پر چڑھ کر لوگوں کو یہ قصہ سنایا اور ان سے قسم کھاکر بیان کیا اس کے بعد میں رہا کر دیا گیا۔

(۲۸۵) ابن عیاش کہتے ہیں کہ جنگ حرہ کے دن عباس بن سہل بن سعد الساعدی کے لئے مسلم بن عقبہ سے امن کی درخواست کی گئی تو مسلم نے ان کو امن دینے سے انکار کیا۔ عباس نے کہا اللہ امیر کو سلامت رکھے واللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی تمنا آپ نے اپنے دل میں [illegible] ہے وہ [illegible] قیمتی چادر [illegible] رہا کر دیئے گئے۔

نشستگاہ میں بیٹھنے تھے پھر بڑی تھال اپنے ساتھ اور حاضرین کے سامنے رکھتے تھے مسلم نے کہا
تو نے سچ کہا اسی طرح ہوتا تھا تجھ کو امن دیا جاتا ہے پھر کسی نے عباس سے پوچھا کہ کیا درحقیقت
مسلم کا باپ ایسا ہی تھا جیسا تم نے بیان کیا تھا عباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تو حرہ پر
اس کو ایسی بری حالت میں دیکھا ہے کہ جب وہ موجود ہوتا تھا تو صرف اسی کی نسبت یہ اندیشہ ہوا
کرتا تھا کہ ہمارے گھوڑوں کی رکاب یا اور کوئی سامان نہ چرا لیجائے اور کسی کی نسبت نہیں یا (یعنی اس
کی سب سے بدتر حالت تھی)

(۲۹۶) اصمعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا جب میں پہنچا تو میں نے ایک
لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا تو کہا یہ موا سہ
ہے امیر المومنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المومنین کو دعائیں دیں رشید نے کہا ہاں ان کے
سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر
مجھے قتل کرڈالے گا اور اگر میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بنا پر نہ چھوڑیگا تو میں نے اپنا آستین
کو اس لڑکی کے سر پر رکھا اور پھر اس آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اس
وقت خطا کر جاتا تو مجھ سے قتل ہو جاتا حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

(۲۹۷) ابن الجہول سے مروی ہے کہ ابو حذیفہ واصل بن عطا ایک قافلہ کے ساتھ سفر کے
ارادہ سے نکلے اس اثنا میں ان کا راستہ خارجیوں کی ایک لشکر نے روک لیا۔ واصل نے اہل قافلہ سے
کہا کہ ان سے کوئی بات نہ کرے اور ان سے گفتگو کے لئے صرف مجھے ہی چھوڑ دو۔ چنانچہ واصل ان کے
پاس پہنچے۔ جب ان سے قریب ہوئے تو خوارج نے حملہ کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تم نے کیسے اس
(حملہ) کو حلال سمجھ لیا حالانکہ تم کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے
کہا کہ ہم مشرکین کی قوم ہیں کہ ہم تمہارے پاس مستجیرین کر کلام اللہ سننے آئے ہیں۔ یہ سنکر
وہ حملہ کرنے سے فوراً رک گئے اور ایک شخص نے ان میں سے اہل قافلہ کے سامنے قرآن
شروع کردی جب قرأت سے وہ رکا تو واصل نے کہا ہم نے کلام اللہ سن لیا اب ہم کو ہمارے
ٹھکانے پر پہنچاؤ تاکہ ہم اس پر غور کریں اور اس پر کہ دین میں کیسے داخل ہوں (اس کے لئے غور
اور تدبر ضروری ہے) تو اس لشکر نے کہا یہ واجب ہے چلو (وان احد من المشرکین استجارک

فاجرة حتى يسمع كلامر. لله ثم ابلغه مامنه) تم ہم چلدیئے اور واللہ خوارج ہمارے ساتھ ہماری حفاظت کے لئے کئی کوس تک آئے یہانتک کہ ہم شہر کے قریب پہنچ گئے جہاں اُن کا غلبہ نہ تھا۔ پھر واپس ہو گئے۔

(۲۸۸) ابو اسحق جہمی کہتا ہے کہ جب حجاج (ملک میں) پھرتا تھا تو اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہماری نسبت کیا خیال ہے تو دونوں نے بھیس بدل لیا اور نکل گئے۔ ان کا گذر ابولہب کے غلام مطلب پر ہوا انہوں نے اس سے کہا اے شخص کچھ حجاج کا حال جانتا ہے اس نے کہا حجاج پر خدا کی لعنت انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کب نکلے گا اُس نے جواب دیا خدا اُس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے مجھے کیا خبر۔ حجاج نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے اُس نے کہا نہیں۔ حجاج نے کہا میں حجاج بن یوسف ہوں۔ مطلب نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں اُس نے کہا میں مطلب ہوں۔ ابولہب کا غلام۔ سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں آج ان میں کا پہلا دن ہے۔ تو اسکو چھوڑ دیا اور گذر گیا۔

(۲۸۹) ابوالحسن بن ہلال الصابی سے یہ حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جُدا ہو گیا وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہارا کیا حال ہے۔ اُس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اُس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے اُس نے کہا نہیں۔ بولا کہ میں ہی حجاج ہوں تو اس نے دیکھا کہ اُس کا خون خشک ہونے لگا۔ پھر اُس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کیساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے حجاج نے انکار کیا۔ بولا کہ میں ابو ثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بابلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا حجاج یہ حرکات دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

(۲۹۰) سنا گیا ہے کہ حجاج ایک دن اپنے لشکر سے الگ ہو گیا اور ایک اعرابی سے ملا اور کہا کہ اے معزز عرب حجاج کیسا ہے اس نے کہا ظالم ہے غاصب ہے۔ حجاج نے کہا پھر تم

عبدالملک (خلیفہ) کے پاس اُس کی شکایت کیوں نہیں لیگئے۔ اُس نے جواب دیا کہ خدا اس پر لعنت کیے وُہ اس سے بھی بڑا ظالم اور غاصب ہے۔ اتنے میں اس کا لشکر آپہنچا تو حجاج نے حکم دیا کہ اس بدوی کو بھی سوار کرلو۔ انہوں نے کرلیا اس نے ان لشکریوں سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا حجاج یہ سنکر بدوی نے حجاج کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور آواز دی کہ اے حجاج۔ اُس نے کہا کیا ہے بدوی نے کہا دیکھنا وہ جو ہمارے تمہارے درمیان ایک راز کی بات ہوئی تھی وہ کسی سے کہہ نہ دیجئے۔ اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۱) حجاج ایک اعرابی سے جنگل میں ملا اُس نے اپنے بارے میں اور اپنے عاملوں اور کارندوں کے بارے میں سوال کیا اُس نے ہر بات کا ناگوار جواب دیا اس سے حجاج نے کہا خدا مجھے قتل کردے گر میں تجھے قتل نہ کروں (اعرابی اب سمجھا کہ یہ خود حجاج ہی ہے) کہنے لگا پھر اسرار یعنی دوستی کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنیکا حق کہاں گیا۔ حجاج نے کہا وہ حق موقوف ہے تیرے لئے۔ تو نے کیسے اچھے طریقہ پر خلاصی کی راہ نکالی اور اُس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۲) ابوالحسین بن المبارک لوگوں کے سامنے شہر کی مسجد جامع میں تقریر کیا کرتے تھے اور علوم متعارفہ میں سے الا ماشاء اللہ بہتر طور پر کچھ حاصل نہ کیا تھا محض طبعی باتیں مذہب صوفیہ پر کیا کرتے تھے۔ ان کو ایک رقعہ لکھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس صورت میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے تو انہوں نے اس کو کھولا اور غور سے پڑھا جب اس کو دیکھا کہ فرائض کا سوال ہے تو اس کو ہاتھ سے پھینکدیا اور کہا میں اس قوم کے مذہب پر کلام کرتا ہوں کہ جب وہ مرتے ہیں تو ان کی ملک میں کچھ نہیں ہوتا۔ حاضرین کو ان کی تیزی عقل سے حیرت ہوئی (کہ کس خوبصورتی سے اپنی بے علمی کو چھپایا)

(۲۹۳) بیان کیا گیا کہ مزید ایک والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنی ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہو سکا اور اس پر میں نے قابو پالیا۔ یہ سنکر والی غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے میں تجھ پر ضرور حد زنا جاری کروں گا۔ جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو سنجیدہ ہے (اور یہ ضرور حد زنا جاری کرے گا)

تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے اب تک میں کامیاب نہ ہو سکا والی نے پوچھا کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں اس نے کہا ہاں تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

(۲۹۴) ابوالفضل الربعی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ایک دن مامون الرشید نے جب کہ وہ غضبناک تھا ابودلف سے کہا تو وہی ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے یہ کہا ہے۔

انما الدنیا ابودلفٍ عند مغزاہ و محتضرہ

فاذا ولّی ابودلف ولّت الدنیا علی اثرہ

(ترجمہ) ابودلف دنیا ہی ہے خواہ سفر کرے یا اقامت کرے تو جب ابودلف پیٹھ پھیر کر چلا جائے تو دنیا ہی اس کے نشان قدم پر چلی جاتی ہے۔

ابودلف نے کہا اے امیرالمؤمنین یہ جھوٹی شہادت اور ایک دھوکے باز کا قول ہے جو چاپلوس گداگر ہے اور صرف پیسہ کا طالب اور اس سے زیادہ سچا میرا بھتیجا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

دعینی اجوب الارض فی طلب الغنیٰ فلا الکرخ الدنیا ولا الناس قاسمٌ

مجھے چھوڑ دے کہ میں تلاش کے لئے زمین کو چھان ماروں کیونکہ دنیا کوئی تالاب (میں بھرا ہوا پانی) نہیں اور مخلوق تقسیم کرنیوالی نہیں، یہ سنکر مامون ہنس پڑا اور اسکا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(۲۹۵) منقول ہے کہ عزہ اور بثینہ ایک جگہ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں کہ سامنے سے کثیر آتا ہوا دکھائی دیا۔ (جو عزہ کا عاشق تھا) تو بثینہ نے عزہ سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھ پر عیاں کر دوں کہ کثیر تیری محبت میں سچا نہیں ہے۔ عزہ نے کہا ضرور! بثینہ نے کہا پھر تو خیمہ میں چلی جا۔ وہ چلی گئی۔ اتنے میں کثیر قریب آگیا اور بثینہ کے سامنے ٹھہر کر اسے سلام علیک کی۔ بثینہ نے اس سے کہا کہ عزہ نے تجھ میں اتنی طاقت باقی نہیں چھوڑی کہ کوئی اور تجھ سے لطف اندوز ہو سکے کثیر نے کہا واللہ اگر عزہ میری باندی ہوتی تو میں اس کو تجھے ہبہ کر دیتا بثینہ نے کہا اگر تو سچا ہے تو اس مضمون کو شعر میں کہدے اس نے کہنا شروع کیا :۔

رمتنی علی عمدٍ بثینۃ بعد ما تولّی شبابی وارجحن شبابھ

ترجمہ: مجھ پر تیر چلایا قصداً بثینہ نے بعد اس کے کہ میرا شباب رخصت ہو گیا اور میں اس

صلی اللہ علیہ وسلم مزاحؑ کرتے تھے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں کرتے تھے میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل جنت میں سے کرے آپ نے فرمایا کہ جنت میں بڑھیاں نہ داخل ہونگی پھر باہر سے آواز آگئی تو آپ باہر گئے جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ وہ رو رہی ہے آپ نے پوچھا کہ اسے کیا ہوا تو آپ سے موجودین نے کہا کہ آپ نے اس سے فرمایا کہ جنت میں بڑھیاں نہ جائینگی اس سے رو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوان کنواریں اور خوبصورت بنا کر داخل کریگا۔ اس پر وہ خوش ہوگئی۔

(۲۹۹) حرث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے آپ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ابو طالب کے بارے میں کیا امید ہے آپ نے فرمایا میں اپنے خدا سے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔

(۳۰۰) قرشی سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تیرا شوہر کون ہے؟ اس نے اس کا نام بتایا آپ نے فرمایا وہی جسکی آنکھوں میں سفیدی ہے جب وہ واپس ہوئی لگی اپنے شوہر کی آنکھوں پر غور کرنے شوہر نے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ تیرا شوہر فلاں ہے میں نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ تو شوہر نے کہا کہ کیا میری آنکھوں میں سفیدی سیاہی سے زیادہ نہیں ہے۔

(۳۰۱) انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے جانور کی درخواست کی۔ فرمایا ہاں ہم تجھ کو اونٹنی کے بچے پر بٹھائیں گے اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

(۳۰۲) محمد بن اسحٰق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ بدر کے لئے کوچ کیا تو آپ بدر کے قریب تھے اور آپ ایک صحابی کو ساتھ لیکر اونٹ پر سوار ہوکر قریش کے

ؑ مزاح کے معنی میں [illegible]
[illegible]
[illegible]

تجسس کے لئے کسی طرف (چل پڑے اور) ایک بوڑھے کو دیکھ کر ٹھہر گئے، اس سے آپ نے قریش کے بابت سوال کیا اور یہ بھی کہ محمد اور ان کے اصحاب کے بارے میں تجھے کیا معلوم ہے۔ بوڑھے نے کہا تب اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک تم دونوں مجھے یہ نہ بتا دو کہ تم کون ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو ہمیں بتاوے گا تو ہم بھی بتا دیں گے بوڑھے نے کہا دونوں باتوں کا ادلا بدلا ہو گا پھر بوڑھے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد اور ان کے اصحاب فلاں دن مدینہ سے نکلے ہیں، اگر یہ خبر جو مجھے پہنچی ہے سچ ہے تو ان کو آج فلاں فلاں مقام پر ہونا چاہیئے۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تھے اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ قریش فلاں دن فلاں وقت نکلے۔ اگر یہ خبر سچی ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ تو وہ آج فلاں فلاں مقام پر ہیں۔ ٹھیک وہی جگہ بتائی جہاں قریش پہنچے تھے اس نے خبر سے فارغ ہو کر کہا اب بتاؤ تم کون ہو تو آپ نے فرمایا کہ ہم عراق کے پانی سے آئے ہیں۔ احمد بن [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات استعمال کرلئے جس سے اس کو یہ توہم ہو گیا کہ یہ لوگ عراقی ہیں (عراق میں چونکہ پانی کی کثرت تھی تو محاورہ عرب مطلقاً پانی کہہ کر عراق مراد لیا کرتے تھے، تو گویا لفظ عراق پانی کا مرادف بن گیا تھا) ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے نطفہ مراد لیا کہ وہ نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۳۰۳) ابو [illegible] سے مروی ہے کہ [illegible] ابو بکر رضی اللہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ [illegible]

فرعون نے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کے لئے سفارش کی جو میرے دین پر تھا، پھر ان دونوں کو قتل کر دیا۔ بعض نے کہا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔
فوقٰہ اللہ سیّئات ما مکروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب ۝

(۳۱۵) اسحاق بن ہانی کہتے ہیں کہ ہم ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کے مکان پر بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ مروزی اور مہنّیٰ بن یحییٰ شامی بھی تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کیا مروزی یہاں ہے اور مروزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کو یہاں کی موجودگی کا علم ہو تو مہنّیٰ بن یحییٰ نے اپنی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں اور (اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا مروزی یہاں نہیں ہے اور مروزی کا یہاں کیا کام ہے اس پر امام احمد ہنس پڑے اور ان پر ان سے کچھ گرفت نہیں کی۔

(۳۱۶) ابو بکر مروزی سے مروی ہے مہنّیٰ بن یحییٰ شامی ابو عبد اللہ امام احمد کے پاس کچھ احادیث لئے ہوئے آکر کہنے لگے اے ابو عبد اللہ میرے ساتھ یہ احادیث ہیں اور آپ نے یہاں آنے کا ارادہ کر لیا ہے آپ یہ مجھے پڑھا دیجئے امام احمد نے پوچھا کب جاؤ گے کہنے لگے کہ ابھی جا رہا ہوں تو امام احمد نے اسی وقت حدیثیں بیان کر دیں اور یہ چلے گئے جب دوسرا دن ہوا تو یہ امام احمد کے پاس آئے امام احمد نے ان سے کہا کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ابھی (جا رہا ہوں) یہ جواب دینے لگے کہ میں نے آپ سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں ابھی بغداد سے جا رہا ہوں میں نے جو کہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے کوچہ سے ابھی چلا جاؤں گا۔

(۳۱۷) قاضی غریان کے سامنے ایک نوجوان کو لایا گیا جو نشہ میں تھا قاضی صاحب نے اس سے کہا تو کون ہے تو اس نے یہ شعر کہا۔

انا ابن الذی لا ینزل الدھر قدرہٗ

وان نزلت یوماً فسوف تعودُ

ترجمہ: میں اس کا بیٹا ہوں کہ زمانہ جس کی قدر نہیں گرا سکتا اور اگر کسی دن گر جائے تو پھر واپس آ جائے گی۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھی سے کہا تم اس سے پوچھو تو اس نے کہا وہ صاحب باقلا کا بیٹا ہے اور ایک روایت میں دوسرا شعر بھی مذکور ہے۔

ہوں ماذکر صحیح" (اگر ما موصولہ ہو اور متبادر بھی یہی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ جو ذکر کیا گیا صحیح ہے مگر اُس نے فوراً اپنی غلطی کی تاویل کر دی کہ) ما سے مقصود صحت کی نفی ہے (یعنی یہ ما نافیہ ہے)

باب ۲۰ ایسے لوگوں کا ذکر جو مُسکت جواب سے دشمن پر غالب آگئے

(۳۲۰) خبیب بن یسار سے مروی ہے کہ میں اور ایک میرا ہم قوم اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ ایک جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ہماری قوم تو میدان جنگ میں ہو اور ہم ان کے ساتھ نہ ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تم دونوں اسلام لا چکے ہو ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو مشرکین کے مقابلہ پر مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ پھر ہم نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ کے ہمراہ شریک جہاد ہوئے اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور وہ میرے ایک ضرب مار چکا تھا پھر (ایسا اتفاق ہُوا کہ) اسی (مقتول) کی بیٹی سے میں نے نکاح کر لیا۔ وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ تُو نے ایسے شخص کو نابود کیا جو تجھے یہ بدھی پہنا گیا (بدھی سے اشارہ اس ضرب کے نشان کی طرف ہے) میں یہ جواب دیا کرتا تھا کہ تُو نے اس شخص کو نابود کر دیا جس نے تیرے باپ کو دوزخ بھیجنے میں جلدی کی۔

(۳۲۱) منقول ہے کہ حویطب بن عبد العزّیٰ کی عمر ایک سو بیس سال تک پہنچ گئی تھی۔ اُن کی عمر کے ساٹھ برس جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ برس اسلام میں۔ پھر جب کہ مروان بن الحکم مدینہ کا والی (حاکم) بن گیا تو حویطب اس کے پاس گئے اس سے مروان نے کہا تمہاری کیا نیت ہے۔ تو حویطب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ مروان نے اس سے کہا بڑے میاں تمہارا اسلام پیچھے جا رہا یہاں تک کہ تم سے کم عمر نوجوان سبقت لے گئے۔ حویطب نے کہا خدا کی قسم بہت مرتبہ میں نے اسلام قبول کرنے کا پختہ ارادہ کیا مگر ہر مرتبہ تمہارے باپ (حکم) نے دیر کرا دی اور مجھے منع کرتا اور یہ کہتا رہا کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو نئے دین کے لئے چھوڑ رہا ہے تو مروان چپ رہ گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس پر شرمندہ ہُوا۔

(۳۲۲) محمد بن زکریا نے بیان کیا کہ میں ایک بار میں موجود تھا جہاں عبید اللہ بن محمد بن عائشہ تیمی اور جعفر بن القاسم ہاشمی موجود تھے۔ عبید اللہ سے جعفر ہاشمی نے کہا قرآن میں ایک آیت خصوصاً بنی ہاشم کے لئے نازل ہوئی۔ عبید اللہ نے کہا وہ کونسی آیت ہے جعفر نے کہا اللہ

تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ ابن عائشہ یعنی عبداللہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش تھی اور قریش ہونے میں ہم تمہارے شریک ہیں جعفر نے کہا نہیں بلکہ یہ آیت ہمارے لئے خاص ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ اچھا تو اس کو اور وَکَذَّبَ بِہٖ قَوْمُکَ وَھُوَ الْحَقُّ کو بھی اس کے ساتھ لیتے جاؤ۔ اب جعفر خاموش ہو گیا اور اس کو جواب نہ بن پڑا۔

(۳۲۴) مروی ہے کہ معاویہ نے عبداللہ بن عامر سے کہا مجھے تم سے ایک ضرورت ہے کیا تم اسے پورا کر دو گے؟ عبداللہ نے کہا ہاں اور مجھے بھی تم سے ایک حاجت ہے تم اسے پورا کر دو گے انہوں نے بھی اقرار کر لیا۔ عبداللہ نے کہا آپ اپنی حاجت بیان کیجئے۔ معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے سب مکان اور جائداد جو طائف میں ہے سب ہبہ کر دو۔ عبداللہ نے کہا "دے دی" معاویہ نے کہا اب تم اپنی حاجت کہو عبداللہ نے کہا "وہ سب مجھے واپس کر دو" انکو بھی کہنا پڑا کہ اچھا واپس کی۔

(۳۲۵) یمن کی ایک قوم نے ہشام بن عبدالملک کے سامنے اپنی بڑائیاں ماریں۔ ہشام نے خالد بن صفوان سے کہا کہ ان کو جواب دو۔ خالد نے کہا یہ لوگ تو بالکل ظاہر ہیں چادروں کے بُننے والے جولاہے (یمن کی چادر مشہور تھی) اور چمڑے کو دباغت دینے والے (چمار) اور بندر نچانے والے جن کی بادشاہ ایک عورت تھی اور اس قوم کا حال (سلیمانؑ کو) ایک جانور ہُدہُد نے بتایا اور ان کو چوہوں نے غرق کر دیا۔

(۳۲۶) غیلان نے عبدالرحمٰن سے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے؟ عبدالرحمٰن نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر مجبور ہے کہ لوگوں کی نافرمانی برداشت کرے۔ تو اس جواب سے گویا یہ یعنی عبدالرحمٰن نے غیلان کے منہ میں پتھر ٹھونک دیئے۔

(۳۲۷) ایک بڑا مجرم مامون کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ مامون نے اس سے کہا واللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین مجھ پر نرمی کیجئے۔ نرمی بھی آدھی معافی ہے۔ مامون نے کہا کیونکر میں نے حلف کیا ہے کہ تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کے لئے یہ اچھا ہے کہ آپ اللہ کے سامنے قسم توڑنے والے کی حیثیت سے پیش ہوں۔ ...

سے کہ آپ ایک قاتل کی حیثیت سے پیش کیے جائیں۔ مامون نے اس کو معاف کر دیا۔

(۲۲۸) منصور نے ذکر کیا کہ یحیٰی بن اکثم کو جب بصرے کا قاضی بنایا گیا تو اس کی اکیس سال کی عمر تھی لوگوں نے اس کو حقیر اور کم درجہ سمجھ کر امتحان کے طور پر اس سے سوال کیا کہ قاضی صاحب کی کیا عمر ہے۔ یحیٰی نے جواب دیا کہ اتنی ہی عمر ہے جتنی عتاب بن اُسید کی تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو والی مکہ بنایا تھا۔

(۲۲۹) نظام راز کو پوشیدہ نہیں رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ یونس تمار نے اس سے ایک راز پوشیدہ طور پر کہا نظام نے اس کو کھول دیا اس پر یونس نے اس کو ملامت کی تو نظام نے لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ تو نے کبھی راز کو کسی کے سامنے کھولا ہے ایک مرتبہ یا دو یا تین یا چار مرتبہ پھر اب اس کا گناہ کس پر ہے۔ تو وہ اس پر راضی نہ ہوا کہ گناہ کی ذمہ داری میں شریک ہو حتیٰ کہ نظام نے اس کا پورا بار اس صاحب بسر پر ہی ڈال دیا (کہ راز کھولنے کی ابتدا نظام سے کہہ کر خود اسی نے کی)

(۲۳۰) مبرد کے شاگرد جب جمع ہو کر حاضری کی اجازت مانگا کرتے تھے تو اجازت لے کر آنیوالا (مبرد کی طرف سے) آکر کہا کرتا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ ابو العباس زجاج موجود ہے تو آنے کی اجازت ہے ورنہ واپس ہو جاؤ ایک مرتبہ وہ سب آئے اور زجاج ان میں نہیں تھا۔ اُن سے وہی کہہ دیا تو سب واپس ہو گئے مگر اُن میں کا ایک شخص جس کا نام عثمان تھا کھڑا رہا اور اس نے اجازت لانیوالے سے کہا کہ ابو العباس (مبرد) سے عرض کر دو کہ تمام قوم منصرف ہو گئی (یعنی واپس ہو گئی) سوائے عثمان کے کہ وہ غیر منصرف ہے (یعنی واپس نہیں ہو گا) وہ شخص مبرد کی طرف سے یہ جواب لایا کہ جب عثمان نکرہ ہو گا (یعنی عمومیت رکھتا ہو گا) تو منصرف ہو گا (اور اس کو واپس جانا ہو گا) اور ہم تجھ کو معرفہ (یعنی اہل خصوصیت) نہ بنائیں گے لہٰذا خیریت سے واپس جاؤ۔

(۲۳۱) ایک حجازی شخص نے ایک آدمی سے کہا۔ ہمارے پاس سے علم نکل چکا ہے۔ اس نے کہا ہاں مگر وہ اب تک تمہاری طرف واپس بھی نہیں آیا۔

(۲۳۲) ایک جوان نے ایک دن شعبی کے سامنے کلام کیا شعبی نے کہا ہم نے یہ نہیں سُنا جوان نے کہا کیا آپ نے تمام علم سُن لیا ہے۔ شعبی نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ نے آدھا علم سُنا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ جوان نے کہا تو اس کو اس حصہ میں شمار کر لیجیے جو آپ نے اب تک

نہیں سُنا شعبی لاجواب ہو گئے۔

(۲۳۳) عبداللہ بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہارون اعور پہلے یہودی تھا پھر اسلام لے آیا اور اس کا اسلام مخلصانہ تھا اس نے قرآن خوب حفظ کر لیا تھا اور مسائل نحو حفظ کئے۔ ایک مرتبہ اس سے ایک شخص نے ایک مسئلہ میں مناظرہ کیا تو ہارون اس پر غالب آگیا اس مغلوب شخص کو اور کچھ نہ سوجھا تو یہ کہنے لگا پہلے تو یہودی تھا پھر اسلام لایا۔ ہارون نے اس سے کہا کہ پھر کیا میں نے بُرا کیا پھر بھی ہارون ہی غالب رہا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(۲۳۴) مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ابراہیم بن طہمان کا بیت المال سے وظیفہ جاری تھا ان سے خلیفہ کی مجلس میں ایک مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا میں نہیں جانتا لوگوں نے اُن سے کہا تم بیت المال سے ہر مہینہ اتنا اور اتنا لیتے ہو اور ایک مسئلہ بخوبی نہیں بتا سکتے۔ انہوں نے جواب دیا میں ان ہی جوابات پر وظیفہ لیتا ہوں جو بخوبی بتایا کرتا ہوں اور اگر میں ان مسائل پر بھی لیا کرتا جو بخوبی نہیں بتا سکتا تو بیت المال ہی ختم ہو جاتا مگر وہ مسائل جو میں نہیں بتا سکتا ختم نہ ہوتے۔ خلیفہ نے اُن کے جواب کو پسند کیا اُن کو انعام اور خلعت فاخرہ دیا اور اُن کا مشاہرہ بھی بڑھا دیا۔

(۲۳۵) ابوالعباس مبرد نے بیان کیا کہ ایک شخص کچھ لوگوں کا مہمان بن گیا ان کو بار محسوس ہوا تو شوہر نے بیوی سے کہا کہ اس سے کس طرح معلوم کیا جائے کہ یہ کب تک ٹھہرے گا۔ عورت نے کہا آپس میں کوئی جھگڑے کی بات بناؤ یہاں تک کہ ہم اس سے فیصلہ کرانے کے لئے پہنچیں۔ وہ دونوں ایک ایسی داستان بنا کر اس کے پاس گئے عورت نے مہمان سے کہا اس اللہ کے واسطے سے جو کل آپ کے کھانے میں برکت دے گا بتائیے کہ ہم میں کون ظالم ہے" مہمان نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جو تمہارے یہاں میرے کھانے میں ایک مہینہ تک برکت دے گا میں نہیں بتاتا"۔

(۲۳۶) ابن خلف سے مروی ہے کہ ہارون الرشید ایک دن سیر کے لئے نکلا اور اپنے لشکر سے جدا ہو گئے اور فضل بن الربیع اس کے پیچھے تھا انہوں نے راستہ میں ایک بڈھے کو دیکھا جو گدھے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لگام تھی جو ایسی گندی تھی گویا مینگنیوں سے بھری ہوئی ہے اس کی صورت پر نظر کی تو اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا ہارون نے اس کو چھیڑنے کے لئے فضل کو آنکھ ماری فضل نے اس سے کہا بڈھے کہاں جا رہا ہے اس نے کہا اپنے باغ میں

فضل نے کہا کیا تجھے ضرورت ہے کہ میں تجھے ایک ایسی دوا بتاؤں کہ اگر اپنی آنکھوں پر تو نے اُس کا استعمال کیا تو یہ رطوبت بہنا بند ہو جائے گی اُس نے کہا مجھے تو اس کی بہت ضرورت ہے فضل نے کہا ہوا کی لکڑیاں اور پانی کا غبار اور کماۃ کے پتے (یہ ایک ایسی بوٹی ہوتی ہے جس پر پتہ ہوتا ہی نہیں) ان سب کو اخروٹ کے چھلکے (کا کھرل بنا کر اس) میں خوب پیس اور اس سرمہ کو آنکھوں پر لگا تو جو شکایت ہے وہ جاتی رہے گی۔ بڈھا یہ سنکر اپنے گدھے کے پالان پر کچھ جُھکا اور اُس نے ایک بہت لمبا گوز مارا پھر بولا یہ تیرے نسخہ تجویز کرنے کی اُجرت ہے اُسے لے لے پھر اگر اس سے ہم کو فائدہ پہنچا تو ہم اور دیں گے (فضل کو جواب نہ بن پڑا) اور ہارون رشید اتنا ہنسا کہ قریب تھا ہنستے ہنستے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔

(۳۳۷) جاحظ کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی نے قاضی شریک سے کہا جبکہ موسیٰ بن عیسیٰ بھی اس کے پاس موجود تھا کہ اگر آپ کے سامنے عیسیٰ کوئی شہادت دے تو کیا آپ اس کو قبول کر سکتے ہیں؟ مہدی نے یہ سوچا تھا کہ دونوں میں اختلاف پیدا کرادے۔ قاضی شریک نے کہا جس سے آپ سوال کر رہے ہیں وہ عیسیٰ سے نہیں پوچھیگا وہ امیر المؤمنین سے ہی دریافت کریگا۔ اگر امیر المؤمنین نے اس کا عدل ظاہر کیا تو اس کی شہادت قبول کرلے گا اس سوال کو قاضی نے اُسی پر لوٹا دیا۔

(۳۳۸) ابو بکر بن محمد نے ذکر کیا کہ میرا ایک بھائی بہت اچھے اشعار کہتا تھا ایک شخص نے جو آپس کا تھا اور اچھے اشعار کی وجہ سے اس سے حسد کرتا تھا اس سے کہا کہ میں نہیں سمجھتا اس کے کیا معنے کہ ایک عجمی اچھے اشعار کہے! بجز اس کے کہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی ماں پر کوئی عربی چڑھ گیا تھا (یہ اس کے نطفہ کا اثر ہے) اس نے اس شخص سے کہا کہ اسی طرح تیرے قیاس کے مطابق یہ لازم آتا ہے کہ جو عربی شخص اچھے اشعار نہ کہہ سکتا ہو اس کی ماں پر کوئی عجمی چڑھ بیٹھا ہوگا (اسلئے وہ اچھے اشعار نہیں کہہ سکتا)

(۳۳۹) ایک شخص دوسرے پر غضبناک ہو گیا اُس نے پوچھا کہ کس وجہ سے غصہ آگیا ہے اُس نے کہا ایک ثقہ شخص نے تمہاری گفتگو مجھ سے نقل کی ہے اس شخص نے کہا اگر وہ ثقہ ہوتا تو چغلخوری نہ کرتا۔

(۳۴۰) ابو الحسن سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے یحییٰ ابن اکثم سے کہا کہ یہ کون

ہے جس نے تعریض کے طور پر یہ شعر کہا ہے (قاضی یحییٰ ابن اکثم لواطت سے متہم تھا)

قاضٍ یری الحد فی الزناء ولا ۔۔۔ یری علی من یلوط من باس

ترجمہ۔ (قاضی زنا کے لئے تو حدِ زنا تجویز کرتا ہے پر اغلام بازی کرنے والے کے لئے کوئی سزا مناسب نہیں سمجھتا۔) یحییٰ بن اکثم نے کہا کیا امیر المومنین نہیں جانتے کہ یہ کس نے کہا۔ مامون نے کہا نہیں یحییٰ نے کہا، یہ شعر احمد ابن ابی نعیم بدکار کا ہے جس کے یہ شعر بھی ہیں۔

حاکمنا یرتشی وقاضینا ۔۔۔ یلوط والراس شر ما راس

ترجمہ۔ ہمارا حاکم رشوت لیتا ہے اور ہمارا قاضی اغلام بازی کرتا ہے اور سب کا سردار شریر بھی بڑا سر والا ہے

لا احسب الجور ینقضی وعلی ۔۔۔ الامۃ وال من آل عباس

مجھے امید نہیں کہ ظلم کا سلسلہ ختم ہو جائیگا جبکہ اُمت کا والی عباس کی اولاد میں سے ہے۔

یہ سُن کر مامون چپ رہ گیا اور شرمندہ ہو کر خاموش ہوا پھر کہنے لگا مناسب ہے کہ احمد بن ابی نعیم کو سندھ جلاوطن کر دیا جائے۔

(۱۴۳) یعقوب الشحام کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالہذیل نے بیان کیا کہ ایک یہودی بصرے میں آیا اور اُس نے تمام متکلمین کو بند کر دیا میں نے اپنے چچا سے کہا میں اس یہودی سے مناظرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں چچا نے کہا بیٹا! وہ متکلمین بصرہ کی ایک جماعت کو ہرا چکا ہے میں نے کہا مجھے ضرور جانا ہے تو چچا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم اس یہودی کے پاس پہنچ گئے تو میں نے اسکو اس حال میں پایا کہ وُہ اُن لوگوں سے جو اس سے بحث کرتے ہیں اپنے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کراتا ہے پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم اس نبی کے دین پر ہیں جس کی نبوت پر تم (مسلمانوں) نے بھی اتفاق کیا اور تم نبوت محمدی سے اتفاق نہیں کرتے) تو ہم اس دین کو کیوں مانیں جس کا نبی متفق علیہ نہیں ہے اور اس کا اقرار کیوں کریں۔ اب میں اس کے سامنے پہنچ گیا میں نے کہا میں تجھ سے سوال کروں یا تو مجھ سے سوال کرے گا۔ اُس نے کہا بیٹا کیا تو دیکھتا نہیں کہ میں نے تیرے مشائخ کو تو گفتگو میں بند کر رکھا ہے میں نے کہا ان باتوں کو چھوڑ اور ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کرو۔ اُس نے کہا کہ میں سوال کرتا ہوں کہ کیا موسیٰ اللہ کے انبیا میں سے ایک ایسے نبی نہیں ہیں جن کی نبوت صحیح ہے اور ان کی دلیل

نبوت ثابت ہے تو اس کا اقرار کرتا ہے یا انکار اگر انکار کرتا ہے تو تو اپنے صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کریگا۔ میں نے اُس سے کہا کہ جو سوال تو موسیٰ کے بارے میں مجھ سے کر رہا ہے میرے نزدیک اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میں اقرار کرتا ہوں اس موسیٰ کی نبوت کا جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے کی خبر دی اور ہم کو حکم دیا اُن کے اتباع کا اور بشارت دی اُن کی نبوت کی اگر تو اس موسیٰ کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہا ہے تو میں اسکی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور اگر تو جس موسیٰ کے بارے میں سوال کر رہا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتا اور اُس نے ان کے اتباع کا ہم کو حکم نہیں دیا اور نہ اُس نے ان کی آمد کی بشارت دی تو میں اس کو نہیں پہچانتا اور نہ میں اس کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور وہ میرے نزدیک دو صورتیں ہیں اگر وہی توریت مراد ہے جو اس موسیٰ پر نازل ہوئی جس نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا تو یہ توریت حق ہے اگر وہ توریت مراد ہے جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے تو جھوٹی ہے اور میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا پھر اُس نے کہا کہ میں تجھ سے علیحدگی میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں جو صرف میرے اور تیرے درمیان ہوگی میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی نیک بات ہو۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے آہستہ آہستہ مجھے گالیاں دینا شروع کر دیا کہ تیری ماں ایسی اور ایسی ہے اور جس نے تجھے تعلیم دی اس کی ماں ایسی ہے وہ گالیوں میں بجائے کنایہ کے عریاں الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ دراصل وہ کوشش کر رہا تھا کہ میں اس پر حملہ کر بیٹھوں پھر اس کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا (اس لئے میں جارہا ہوں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا) پھر میں نے حاضرین مجلس سے خطاب کیا اور میں نے کہا اللہ تم کو عزت دے کیا میں نے اس کو جواب نہیں دیا سب نے کہا بیشک پھر میں نے کہا کہ اُس نے جب مجھ سے سرگوشی کی تو مجھے ایسی گالیاں دیں جن سے حد واجب ہوتی ہے اور میرے استاد کو بھی ایسی ہی گالیاں دیں اور اُس نے یہ خیال کیا تھا کہ میں (یہ مغلظات سن کر) اس پر حملہ کر دوں گا پھر اس کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اب تم پہچان چکے ہو کہ اس کا کیا حشر ہونا ہے پھر تو عوام کے ہاتھوں سے اس پر جوتے برسنا شروع ہو گئے اور وہ بصرہ سے بھاگتا ہوا نکلا اور وہاں لوگوں کے ذمہ اس کا بہت سا قرض تھا اس کو بھی چھوڑ گیا کیونکہ اس طرح لاجواب ہونے

کے بعد جو چیز اس کو پیش آئی وہ خطرناک ہے۔

(۳۴۲) ایک مرتبہ حمّاز متوکل باللہ کے یہاں پہنچا متوکل نے کہا ہم تجھ سے صفائی طلب کرنا چاہتے ہیں (استبرا کے معنے فقہ کی اصطلاح میں یہ ہیں کہ ایک یا دو حیضوں کو دیکھ کر رحم کی صفائی کا اطمینان کر لینا کہ حمل تو نہیں ہے) حماز نے جواب دیا کہ ایک حیض سے یا دو حیض سے۔ تو سب حاضرین ہنسنے لگے۔ پھر اس کو فتح (ابن خاقان) نے کہا کہ میں نے امیرالمؤمنین سے تیرے بارے میں طے کر لیا ہے وہ تجھے بندروں کے جزیرہ کا حاکم بنانے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اس نے فتح سے کہا کیا آپ امیرالمؤمنین کی اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں خدا آپ کو نیک ہدایت دے۔ فتح تو مفتوح ہو گئے اور چپ رہ گئے۔ پھر متوکل نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ وہ اس کو لایا اور گر پڑا اور خوشی سے مر گیا یعنی شادی مرگ واقع ہو گئی

(۳۴۳) عتبی نے بیان کیا کہ ولید بن زید ہشام بن عبدالملک کے یہاں آیا اور ولید کے سر پر ایک منقش عمامہ تھا۔ درت و سنار تھی اس سے ہشام نے کہا کہ یہ عمامہ کتنے میں خریدا ولید نے کہا ایک ہزار درہم میں۔ ہشام نے کہا ایک عمامہ پر ایک ہزار درہم بہت ہیں ولید نے کہا۔ اے امیرالمؤمنین یہ رقم میں نے اپنے ایک ایسے عضو کے لئے خرچ کی ہے جو تمام جسم میں شریف تر ہے اور آپ نے ایک باندی لونڈی خریدی ہے دس ہزار درہم میں خسیس تر عضو کے لیے۔

(۳۴۴) معن بن زائدہ دینداری کی کمی میں مشہور تھا۔ اس نے ابن عیاش کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور یہ لکھا کہ میں یہ ایک ہزار دینار تمہارے پاس تم سے دین خریدنے کے لئے بھیجتا ہوں یہ مال قبضہ میں کرو اور دین کے سپردگی کی تحریر لکھکر بھیجدو انہوں نے لکھا میں نے دینار پر قبضہ کر لیا اور اس پر اپنے دین کو بیع کر دیا بجز توحید کے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمکو اس کی قدر نہیں۔

(۳۴۵) یوقت بن المزرع نے بیان کیا کہ میرے والد و حماز جیتے ہوئے جا رہے تھے شام کے وقت، اور میں ان دونوں کے پیچھے تھا۔ ہمارا گذر ایک امام پر ہوا جو منتظر کھڑا تھا کہ کوئی ادھر سے گذرے تو اس کو ساتھ لیکر جماعت سے نماز پڑھ لے۔ جب اس نے ہم کو دیکھا تو فوراً ہی نماز کے لئے تکبیر پڑھنا شروع کر دی تو اس سے حماز نے کہا کہ چھوڑ یہ کیا کرنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع کیا ہے (تلقی جلب سے مراد ہے اس قافلہ تجارت سے ملنا جو اموال تجارت دوسرے شہروں سے لاتے تھے۔ صحیحین میں ہے کہ جب تاجروں کا قافلہ مدینہ سے باہر پڑاؤ کرتا تھا تو لوگ وہیں جا کر مول تول شروع کر دیتے تھے یہ بات عوام کیلئے موجب تکلیف ہوتی تھی اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ کوئی ان سے سودا کرنے کیلئے باہر جا کر نہ ملے جماز نے آپ کو قافلہ والوں کے مشابہ ظاہر کرکے امام کی تکبیر کو تلقی سے تعبیر کیا اور اس نہی کو یہاں چسپاں کر دیا)۔

(۳۴۶) ابن الاعرابی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی ایک سڑک سے گذر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے کندھے پر ایک گھڑا رکھے ہوئے قید خانہ سے نکلا تھا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا

واکرم نفسی انّنی ان اھنتہا　　　وحقک لم تکرم علی احد بعدی

ترجمہ۔ اور میں اپنے نفس کی عزت کرتا ہوں کیونکہ اگر میں خود ہی اسکی توہین کرنے لگوں تو قسم ہے تیرے حق کی کہ نہیں قابلِ عزت ہو گا تو (اے میرے نفس) کسی پر میری توہین کے بعد۔ میں نے کہا تو نفس کی تکریم ایسے (ذلیل) کام کیساتھ کر رہا ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں، اور میں بے پرواہ ہو گیا ہوں تجھ جیسے کمینوں سے کہ جب میں اُن سے سوال کروں تو وہ یہ جواب دے دیں "اللہ تیری مدد کرے"۔ (اور بس) میں نے (اپنے دل سے) کہا تو دیکھ رہا ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا تو میں تیزی سے آگے نکل گیا تو اُس نے مجھے پکارا اے اصمعی! جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا

لنقل الصخر من قلل الجبال　　　احب الیّ من منن الرجال

ترجمہ۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے پتھر کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا مجھے پسند ہے لوگوں کے احسانات کا بوجھ اُٹھانے سے۔

یقول الناس کسب فیہ عارٌ　　　وکل العار فی ذل السؤال

ترجمہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ مزدوری کرنے میں عار ہے حالانکہ تمام تر عار تو سوال کی ذلت میں ہے۔

(۳۴۷) ابوالطیب بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں بغداد میں چلا جا رہا تھا اور ایک مخنث بھی جا رہا تھا جس کا بدن خوبصورت تھا اُس کو ایک عورت نے دیکھا تو کہنے لگی کیا اچھا ہو کہ اس کی چربی میرے جسم پر آ جائے۔ یہ سُنکر مخنث نے اس سے کہا مع سب گنہگاری کے سامان

کے تو عورت اس کو سخت سست کہنے لگی تو اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو اچھی چیز کو تو لے جائے اور ردی چیز کو چھوڑ دے۔

(۳۴۸) ایک شخص حمام میں داخل ہوا اس نے ایک مخنث کو دیکھا کہ اسکے سامنے خطمی رکھی ہوئی ہے اس شخص نے کہا کہ اس میں سے تھوڑی سی مجھے دے دے مخنث نے انکار کر دیا اُسنے کہا ایک قفیر (ایک پیمانہ کا نام) آتی ہے ایک درہم میں (یعنی ایک بے حقیقت چیز ہے۔) مخنث نے کہا چار قفیر آتی ایک درہم میں۔ اس بھاؤ سے حساب لگا اپنی مصیبت کا جو تجھے ایک بے حقیقت چیز کی وجہ سے پیش آئی۔

(۳۴۹) جاحظ نے بیان کیا بصرہ میں ایک مخنث کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا اُن میں سے ایک شخص نے اس کو چھیڑنے کے ارادہ سے کہا: میری بہن! کیسے رات گذری؟ مخنث نے کہا واللہ تیری بہن کی رات اس طرح گذری کہ اس کی.... پھٹی پڑی ہے لوگوں کے بہت رات گئے تک..... کرنے سے وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور لوگوں نے دونوں کا مذاق اڑایا۔

(۳۵۰) طراد بن محمد نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان سے مناظرہ کیا میرا خیال ہے کہ یہ کہا تھا کہ یہ مناظرہ مرتضیٰ باللہ کی مجلس میں ہوا تھا یہودی نے کہا میں اس قوم کے بارے کیا رائے قائم کروں جن کو خدا نے مدبرین (پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے) کہا وہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف اشارہ کر رہا تھا جو یوم حنین میں پیش آیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۰) مسلمان نے صرف الزامی جواب کے طور پر کہا" پھر جب کہ موسیٰ ان سے بھی زیادہ پیٹھ پھیرنے والے ہیں (تو اب ٹھیک رائے قائم ہو سکے گی) یہودی نے کہا یہ کیسے مسلمان نے کہا یہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولی مدبرا ولم یعقب (موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا) اور ان اصحاب کے بارے میں لم یعقبوا نہیں فرمایا گیا۔ یہودی بند ہو گیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر بنفس نفیس تلوار لیکر آگے بڑھ جانا بالاتفاق ثابت ہے، ور پوری حیات طیبہ میں کوئی ایک موقع بھی ایسا

نہیں آیا کہ آپ اعداء اللہ سے خوف زدہ ہوئے ہوں، راہ فرار اختیار کرنا تو دور کی بات ہے وہ صرف ایک الزامی جواب تھا جیسا کہ اشارہ کیا جاچکا ہے۔ مترجم

(۳۵۱) نصر بن سیار نے بیان کیا کہ میں نے ایک اعرابی سے کہا کیا تجھے کبھی تخمہ (بدہضمی سے اسہال) ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ تیرے اور تیرے باپ کے طعام سے کبھی نہیں ہوا کہا جاتا ہے کہ اس جواب سے نصر بہت دنوں تک غصہ میں جلتا رہا۔

(۳۵۲) ایک یہودی نے حضرت علی بن ابی طالب کو طعن دیا تم نے اپنے نبی کو دفن بھی نہیں کیا تھا (کہ امارت پر جھگڑنے لگے) یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے امیر ہو گا اور تم نے کہا ہم میں سے ہو گا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ ابھی دریا کے پانی سے تمہارے پاؤں سوکھنے بھی نہ پائے تھے کہ تم نے (بت پرستوں کو بت کی پوجا کرتے ہوئے دیکھ کر موسیٰ سے) کہنا شروع کر دیا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسا ہی معبود بنا دے۔ جیسا ان کا معبود ہے۔

(۳۵۳) ایک شخص جس کا نام یزید تھا بہت بدصورت تھا اس کی بیوی حاملہ ہو گئی۔ اس نے شوہر سے کہا تجھ پر پھٹکار اگر ہونے والا بچہ تیرے مشابہ ہو۔ اس نے بیوی سے کہا اگر وہ میرے مشابہ نہ ہو تو تجھ پر پھٹکار۔

(۳۵۴) ایک عجمی شخص نے ایک کانے کو دیکھ کر کہا دجال کے ظاہر ہونے کا زمانہ آگیا ہے اس کانے نے (جو عربی تھا) کہا کہ وہ عجم کے شہروں سے ظاہر ہو گا عرب سے نہیں۔

(۳۵۵) ابوبکر بن نافع کا گذر کرخ کی طرف سے ہوا وہاں اس زمانہ میں رافضیوں کا غلبہ تھا ایک نے ان کو پکارا اے ہمارے سردار ابوبکر انہوں نے جواب دیا اے عائشہ حاضر ہوا، اس نے کہا گویا میرا نام عائشہ ہے۔ ابوبکر نے کہا تو کیا ان سے میں تنہا ہی قتل ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم سب کی گردن ایک ساتھ ہی کاٹی جائے۔

(۳۵۶) ایک شخص لڑائی میں اپنے دشمن پر غالب آگیا۔ پھر اس نے دشمن سے کہا کہ اب بتا میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں اس نے کہا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شانِ حلم ہی کو دیکھ کر تو مجھ پر آپ کو غالب کیا ہے۔

(۳۵۷) ابوالاسود سے پوچھا گیا کیا معاویہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے انہوں نے کہا ہاں مگر اس طرف سے (یعنی منجانب کفار قریش)

(۳۵۸) صوفی ابوالحسن ابن تیمیم زمانہ میں رہتے تھے اور شگفتہ مزاج ہنس مکھ شخص تھے اور ایک شخص میں کچھ ربودگی تھی جو ابوعبداللہ اکیا کے نام سے مشہور تھا اس سے چھیڑ چھاڑ رکھا کرتے تھے یہ ابن المتیم کہتے ہیں کہ میں ان سے ایک دن ملا تو ان سے سلام علیک کی اور ان کو چار لرکہا کہ میرے سامنے گواہ رہے اور بہت سے لوگ ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے کیا نے کہا کیا گواہی دوں میں نے کہا یہ گواہی دے ان اللہ الہ واحدٌ لا الٰہ الا ھو یعنی یہ کہ اللہ ایک معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کو زندہ کریگا اس نے جواب دیا اے ابوالحسن میں تجھے بشارت دیتا ہوں اب تجھ سے جزیہ ساقط ہو گیا اور جیسے اور مسلمان ہمارے بھائی ہیں اب ایسا ہی تو بھی ہو گیا۔ تو سب لوگ ہنس پڑے اور وہ مذاق مجھ ہی پر پلٹ پڑا۔

(۳۵۹) میرے ایک دوست نے مجھ سے ایک شخص کا حال بیان کیا کہ وہ جمعہ کی رات میں شراب پیا کرتا تھا اس کو عوام میں سے ایک شخص نے روکا اور اس سے کہا کہ یہ بڑی عظمت والی رات ہے اس میں عبادت کے بجائے تو اس حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ اسی جیسی رات میں قلم اٹھا لیا جاتا ہے اس عامی شخص نے کہا لیکن قلم کے بجائے ایسے سخت گناہ کو دوات کے سوفت سے لکھا جاتا ہے (تاکہ زیادہ سے زیادہ ہو) اس پر اس شخص پر نصیحت کا بڑا اثر ہوا پھر اس کے بعد اس نے شراب کی طرف رخ نہیں کیا۔

(۳۶۰) ایک بدشکل عورت ایک کریدہ المنظر عطار کے سامنے کھڑی ہو گئی جب عطار نے اس کو دیکھا تو کہا وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (اور جب جنگلی جانور اکٹھے کئے جائیں گے) یہ سن کر عورت نے کہا وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ (اور ہمارے لئے تو مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا)

(۳۶۱) ایک شخص نے ایک لڑکے سے مزدوری کی بات کی تاکہ اس سے خدمت لے

اس سے پوچھا کہ تیری اُجرت کیا ہے اس نے کہا اتنی خوراک جس سے پیٹ بھر جائے۔
یہ سنکر اس سے کہا کچھ رعایت کر دے لڑکے نے کہا میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لونگا۔

(۲۶۲) امیر المؤمنین کے سامنے صالحین کی ایک جماعت نے ترکوں سے نقصان پہنچنے کی شکایت کی۔ امیر نے کہا تم لوگوں کا اعتقاد تو یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی قضا سے ہوتا ہے تو میں اللہ کی قضا کو کیسے رد کر سکوں گا ان میں سے ایک نے کہا حسب تنہا (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ہی یہ فرمایا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (ترجمہ: اور اگر اللہ کا قانون یہ نہ ہوتا کہ وہ بعض لوگوں کو بعض سے دفع کرتا رہتا ہے تو زمین فساد سے بھر جاتی) تو امیر المؤمنین لاجواب ہو گیا۔

باب ۱۲: ایسے عام لوگوں کا ذکر جو اپنی ذکاوت سے بڑے لوگوں پر غالب آگئے

(۲۶۳) عبد الملک بن عمیر سے مروی ہے کہ زیاد نے خارجیوں میں کے ایک شخص کو پکڑ لیا پھر وہ اس قید سے فرار ہو گیا تو اس نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کو لا ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی اس نے کہا اگر میں آپ کے پاس امیر المؤمنین کا مکتوب لے آؤں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپ کے پاس اللہ عزیز و رحیم کا مکتوب لایا ہوں اور اس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰىۙ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰۤىۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ (ترجمہ: کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا) زیاد نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ ایسا شخص ہے جو قوی دلیل پیش کر رہا ہے۔

(۲۶۴) یموت بن المزرع نے ذکر کیا کہ ہم سے جاحظ نے بیان کیا کہ مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں ہو سکا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے۔ مرد کا معاملہ اس طرح ہوا کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ٹھگنا تھا بڑے پیٹ والا ڈاڑھی کھوڑی کی

والا لمبی داڑھی لنگی باندھے ہوئے اور اس کے ہاتھ پر ایک کنگھا تھا جس کے ذریعہ سے مانگ سے پانی نچوڑ رہا تھا اور اس پر کنگھی کرتا جا رہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا (پوری دلچسپی کا سامان ہے) بونا آدمی بہت لمبی داڑھی ۔ تو میں نے اس کو تیر سمجھتے ہوئے کہا اے شیخ میں نے تیرے بارے میں ایک شعر کہا ہے اس نے اپنا ہاتھ کنگھا کرنے سے روکتے ہوئے کہا کہو میں نے کہا : کأنک صعوة فی اصل حش

اصاب الحش طش بعد رش

ترجمہ : گویا تو ایک ایسا ممولا ہے جو گھاس کی جڑ میں بیٹھا ہو (اور) گھاس پر بارش کے بعد ہلکی ہلکی بوندیں گر رہی ہیں ۔

اس نے کہا اب جو کچھ تو نے کہا اس کا جواب بھی سن لے میں نے کہا ارشاد تو اس نے کہا

کأنک کندر فی ذنب کبش یدلدل هکذا والکبش یمشی

ترجمہ : گویا تو ایک ایسا کندر ہے جو مینڈھے کی دم میں بندھا ہوا ہو (اور) جب وہ مینڈھا چل رہا ہو تو وہ اس طرح دائیں بائیں ہل رہا ہو ۔

عورت کا قصہ یہ ہے کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا تو میں دو عورتوں کے پاس سے نکلا اور میں ایک گدھی پر سوار تھا ۔ گدھی نے گوز مارا ۔ تو ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا ارے بڈھے کی گدھی گوز مار رہی ہے مجھے اس کی بات پر غصہ آگیا میں نے سامنے ہو کر کہا اِنَّهٗ ما حملتنی انثیٰ قط الا ضرطت یعنی جس مادہ پر بھی میرا بوجھ پڑا اس نے گوز مارے ۔ تب اس نے اپنا ہاتھ دوسری کے کندھے پر مار کر کہا اس کی ماں نو مہینے تک گوز ہی مارتی رہی ہو گی اور سخت مشکل میں رہی ہو گی ۔

(۳۶۰) فارس کے ایک بادشاہ کی سواری کے سامنے ایک کانا آگیا بادشاہ نے اس کو قید کر لیا جب واپسی ہو گئی تو اس کو رہا کر دیا گیا اور اس سے بادشاہ نے کہا تیرے سامنے آجانے سے ہم کو برا شگون محسوس ہوا تھا اس نے کہا کہ (اگر شگون میں کچھ صداقت ہے تو) تو آپ مجھ سے زیادہ منحوس (ٹھہرتے) ہیں کیونکہ آپ اپنے محل سے باہر آئے اور میں آپ کے سامنے آیا تو آپ کو کسی شر کا سامنا نہیں ہوا بلکہ خیر ہی رہی اور میں اپنے گھر سے نکلا

تو آپ میرے سامنے آئے تو آپ نے مجھے قید ڈال دیا (اور آپ کا دیکھنا میرے لئے شرین کیا) اس کے بعد بادشاہ تنگوں کو کسی شمار میں نہیں سمجھتا تھا۔

(۳۶۶) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ (تفریحاً) ولید بن عبدالملک نے بدیح سے کہا آؤ تمناؤں میں مقابلہ کریں (ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنا بیان کرے) اس میں واللہ میں تجھ پر غالب رہوں گا۔ بدیع نے کہا آپ مجھ پر ہرگز غالب نہ آسکیں گے۔ ولید نے کہا میں غالب ہو کر رہوں گا اس نے کہا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا تو جس تمنا کا اظہار کرے گا میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا تو اپنی تمنا کو سامنے لا۔ بدیح نے کہا بہت اچھا تو میری تمنا یہ ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر اللہ ہزاروں لعنت بھیجے۔ ولید نے کہا کمبخت تیرا بُرا ہو بس تو ہی غالب رہا۔

(۳۶۷) سعید بن العاص کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بیمار ہو گیا اور اس کی کوئی خدمت کرنے والا اور خبر گیری کرنیوالا موجود نہ تھا اس نے سعید کو بلا کر کہا کہ میرا کوئی وارث آپ کے سوا نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مرجاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ سعید نے اس کے پاس سے باہر نکل کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مولیٰ کے ساتھ برا معاملہ کیا اور اس کی خبر گیری میں بہت کوتاہی کی۔ اب اس کی خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا اور اس کے جنازے کیساتھ موجود بھی رہے جب فارغ ہو کر گھر لوٹ کر آئے تو سارا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا (کیونکہ یہ تو مرنیوالے نے اپنی خدمت کرنے کی ترکیب کی تھی) اور جس سے کفن خریدا تھا وہ کفن کی قیمت مانگنے آیا تو اس سے (جھنجھلاہٹ میں) کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی قبر کھود کر اس کا کفن کھینچ لاؤں۔

(۳۶۸) حجاج کے سامنے ایک شخص قتل کے لئے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لقمہ تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لقمہ کو نہیں کھاؤں گا جبتک تجھ کو قتل نہ کردوں اس نے کہا "یا اس سے بہتر صورت اختیار کر لیجئے یعنی یہ کہ یہ لقمہ مجھے کھلا دیجئے اور قتل نہ کیجئے آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور مجھ پر احسان بھی ہو جائے گا تو بولا کہ میرے نزدیک آ جب وہ

قریب آگیا) تو اس کو وہ لقمہ کھلا دیا۔ اور چھوڑ دیا۔

(۳۶۹) اور حجاج کے سامنے ایک خارجی کو لایا گیا تو اس نے اُس کی گردن مارنے کا حکم دیا اس نے درخواست کی کہ ایک دن کی مہلت دیدی جائے حجاج نے پوچھا کہ تو نے اس سے کیا فائدہ سوچا ہے اُس نے کہا کہ باوجود اس بات کے کہ امر مقدر کا اجرا ابھی ہو چکا ہے پھر بھی میں امیر سے عفو کی اُمید رکھتا ہوں یہ سُنکر اس کی گفتگو کو بہت اچھا سمجھ کر اس کو چھوڑ دیا۔

(۳۷۰) ہم کو عمرو بن العاصؓ کے متعلق معلوم ہُوا کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کا وظیفہ جو کچھ ان کو دیا جاتا تھا بند کر دیا تو ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہُوا اور اس نے کہا کہ اے امیر آپ ایک پتھروں کا لشکر بنا لیجئے جو نہ کھائے اور نہ پیے اس سے عمرو نے کہا دُور ہو کُتے! اس نے کہا کہ میں آپ ہی کے لشکر کا ایک شخص ہُوں تو اگر میں کُتا ہوں تو آپ کُتوں کے امیر اور کُتوں کے افسر ہیں۔

(۳۷۱) متوکل نے ایک دن اپنے مصاحبین سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مُسلمان عثمان سے کیوں برافروختہ ہو گئے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا چند چیزیں ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر (ممبر شریف پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے پھر عمر (جب خلیفہ ہوئے تو) ابوبکر کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے لیکن عثمان (جب خلیفہ ہوئے تو) ممبر کی چوٹی پر چڑھ گئے عبادہ نے کہا اے امیر المؤمنین آپ پر عثمان کے احسان سے بڑا کسی کا احسان نہیں متوکل نے کہا وہ کس طرح عبادہ نے کہا اس طرح کہ وہ ممبر کے اوپر چڑھ گئے اگر وہ بھی کرتے کہ ہم سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوتے) اور ہر بعد میں ہونے والا خلیفہ پہلے سے ایک سیڑھی نیچے اترتا رہتا تو پھر آپ کو جلولا کے کنوئیں میں اتر کر ہم کو خطبہ دینا پڑتا اس سے متوکل اور سب حاضرین ہنسنے لگے (جلولا ایک مقام کا نام ہے جہاں ایک گہرا کنواں مشہور تھا)۔

(۳۷۲) ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا او بدکردار! غلام نے جواب دیا مولی القوم منهم یعنی کسی قوم کا غلام اسی قوم کا فرد سمجھا جائے گا (مطلب یہ کہ جیسا

میں ویسے ہی آپ)

(۳۷۳) ربیع نے بیان کیا کہ میں منصور کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ ایک خارجی پیش کیا گیا جو منصور کی فوجوں کو شکست دے چکا تھا۔ اس کو سامنے کھڑا کیا گیا تاکہ اس کی گردن مار دی جائے۔ منصور نے اس سے کہا او حرام کار عورت کے بیٹے تجھ جیسا (کمینہ) لشکروں کو ہزیمت دے رہا تھا منصور سے خارجی نے کہا تجھ پر افسوس ہے خدا تیرا بُرا کرے کل میرے اور تیرے درمیان قتل اور سیف کا مقابلہ تھا اور آج (تو) تہمت لگانے (اس کی ماں کو حرام کار کہا تھا یہ اس کی طرف اشارہ ہے) اور گالیاں دینے کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے اور اب تو کیسے مطمئن ہو چکا ہے۔ کہ میں تیری گالیوں کو تجھ پر نہ لوٹا سکوں کا جب کہ میں اپنی زندگی سے مایوس بھی ہو چکا ہوں تو تجھ کو گالیوں کی حد پر کبھی نہ آنا چاہئے اس کی گفتگو سے منصور شرمندہ ہو گیا اور اسکو چھوڑ دیا۔

(۳۷۴) صاحب بن عباد کا مقولہ ہے کہ مجھے کوئی شرمندہ نہیں کر سکا بجز تین آدمیوں کے۔ ایک ان میں سے ابو الحسین بھدبی ہے وہ میرے چند ہم نشینوں کیساتھ (شریک طعام) تھا میں نے اس کو زیادہ کشمش کھاتے ہوئے دیکھ کر کہا یہ زیادہ مت کھاؤ کیونکہ یہ معدہ کو خراب کر دیتی ہے اس نے کہا وہ شخص میرے لئے تعجب خیز ہے جو اپنے دسترخوان پر لوگوں کا علاج کر رہا ہے (اور پرہیز کرا رہا ہے) دوسرے شخص کا یہ قصہ ہے کہ میں ایک مرتبہ شاہی محل سے آ رہا تھا اور خاص معاملہ پیش آ جانے کی وجہ سے بہت مکدر تھا اس وقت اس نے مجھ سے مل کر پوچھا کہ کس طرف سے آ رہے ہو میں نے کہا خدا کی لعنت کی طرف سے اس نے کہا اللہ آپ کی اس جدید حالت کو بدل دے اس شخص نے بدتمیزی کے مقابلہ پر احسن جواب دیا اور ایک لڑکا جو اچھی شوخ طبیعت رکھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کیا اچھا ہوتا کہ تو میرے تحت ہوتا اس نے فوراً کہا دوسرے تین آدمیوں کے ساتھ اس نے میرا جنازہ اٹھنے کا وقت مراد لیا۔ اس نے مجھے شرمندہ کر دیا۔

(۳۷۵) ایک شخص نے کہا کہ گذشتہ رات میں بہت پی گیا تھا۔ اس لئے بار بار اُٹھ کر پانی بہانے (یعنی پیشاب) کی ضرورت ہوتی رہی میں گویا ایک بیل بن رہا تھا اس پر اس سے ایک عام شخص نے کہا اے ہمارے آقا اپنے نفس کی توہین کیوں کرتے ہو۔

باب۲۱: متوسط اور عام طبقہ کے اہلِ ذکاوت کے اقوال و افعال

(۳۷۶) یحییٰ مروزی سے منقول ہے کہ میں ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو انہوں نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر اس سے فارسی میں گفتگو کی میں نے کہا اے امیرالمومنین اگر آپ اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہیں تو یہ خیال رکھیں کہ میں فارسی سمجھتا ہوں، میرے اس اظہار کی ہارون نے بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔

(۳۷۷) ابو عمر نابینا اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کی عیادت کیلئے گئے۔ باندی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اوپر چڑھا کر لے گئی۔ جب انہوں نے اترنا چاہا تو اس نے پھر آ کر ان کا ہاتھ پکڑا تاکہ نیچے لے چلے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے آقا کے پاس واپس لے چل۔ وہ لیکر آئی تو انہوں نے بیان کیا تمہاری کنیز جب میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر لائی تھی اس وقت کنواری تھی پھر اس وقت جب کہ اس نے میرا ہاتھ پکڑا تو کنواری نہیں رہی اس شخص نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہو گیا کہ اس شخص کے بیٹے نے اس کو لٹایا تھا۔

(۳۷۸) مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مالک بن انس نے ذکر کیا کہ ایک منہ پھٹ آدمی نے ایک شخص کے پیچھے نماز شروع کی جب امام نے قرأت شروع کی تو اس کا زبان لکل گیا۔ وہ نہیں سمجھ سکا کہ کیا کہے اب اس نے کہنا شروع کیا اعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم اور اسی کو بار بار کہنا شروع کیا اس منہ پھٹ نے پیچھے کھڑے ہوئے کہا شیطان کا اس میں کوئی گناہ نہیں تیرا اپنا ہی قصور ہے کہ تو قرأت پر قادر نہیں۔

(۳۷۹) محمد بن عبدالرحمن نے ذکر کیا کہ ایک گوئیے نے ایک مرتبہ اپنے گھر اپنے بھائی کو بلایا پھر اس کو عصر تک بٹھائے رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اب اس پر بھوک کا غلبہ ہوا شدت میں جنون کی حد تک پہنچ گیا۔ اب صاحب خانہ نے عود سنبھالا اور اس سے کہا تمہیں میری جان کی قسم کونسی لے تمہیں پسند ہے جو میں سناؤں اس نے کہا مجھے تو بس ہنڈیا بھننے کی آواز پسند ہے۔

(۳۸۰) جماز نے ذکر کیا کہ میں نے سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا جس کی آنکھ دکھتی تھی کہ تم کس چیز سے اپنی آنکھوں کا علاج کر رہے ہو۔ اس نے کہا قرآن سے اور والدہ

کی دعا رہے اس نے کہا ان دونوں کے ساتھ تھوڑا انزروت بھی شامل کرلو۔

(۳۸۱) ابو الحسن سے مروی ہے کہ حامد بن العباس اکثر کہا کرتے تھے کہ بسا اوقات مصیبت کے وقت چھوٹے آدمی سے اسقدر نفع پہنچ جاتا ہے جو بڑے سے نہیں پہنچتا اس کا ایک مثال یہ ہے کہ اسمٰعیل بن بلبل نے جب مجھ کو قید کیا تو میری نگرانی اپنے دربان کے ہاتھ میں دے دی جو اس کی خدمت کرتا تھا وہ ایک مرد آزاد تھا میں نے بھی اس کے ساتھ نیک برتاؤ اور بھلائی کی ہے۔ وہ دربان اسمٰعیل کی مجلس خاص میں چلا جاتا تھا اور اس پر کوئی روک نہیں تھی کیونکہ وہ دیرینہ خادم تھا۔ وہ ایک رات میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ وزیر نے ابن الفرات کو لکھا ہے کہ حامد سے سرکاری مالیہ کا بقیہ آپ کے سوا اور کسی سے وصول نہ ہو سکے گا اور اس سے مطالبہ میں جد و جہد ضروری ہے اور کل وزیر تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کریگا اور تم پر سختی کرے گا۔ مجھے اس کا بڑا فکر ہو گیا میں نے اس سے کہا کہ کیا تیرے خیال میں کوئی تدبیر ہو سکتی ہے اس نے کہا کہ جن لوگوں سے تمہارے معاملات رہتے ہیں ان میں سے جس کے بخل سے اچھی طرح تمہیں واقفیت بھی ہو اس کے نام تم ایک رقعہ لکھو اور اس سے اپنے بال بچوں کے خرچ کے لئے ایک ہزار درہم بطور قرض طلب کرو اور اس رقعہ میں یہ بھی لکھ دو کہ وہ اس کی پشت پر جواب تحریر کر دے تاکہ وہی تمہارے پاس واپس آجائے اور اس کو تم پیش کر سکو وہ اپنے بخل کی وجہ سے اس پر کوئی عذر لکھ کر واپس کر دیگا تو اس رقعہ کو تم محفوظ رکھنا جب وزیر تم سے مطالبہ کرے تو تم اس رقعہ کو پیش کرتے ہوئے کہنا کہ میرا حال اس درجہ پر پہنچ گیا ہے جب تم اس کو فوراً ہی بلا تاخیر پیش کر دو گے تو امید ہے کہ تمہارے لئے مفید ہوگا۔ تو میں نے اس کی رائے پر عمل کیا اور وہ پرچہ لے کر گیا اور جواب لے آیا جیسا ہم نے خیال کیا تھا جب اگلا دن آیا تو وزیر نے مجھے قید خانہ سے نکال کر مطالبہ کیا تو میں نے وہی رقعہ پیش کر دیا اس نے اس کو پڑھا اور نرم ہو گیا اور نرمی ہوا اور یہ سبب ہو گیا میرے لئے آسانی اور مصیبت کے دفعیہ کا۔

(۳۸۲) عیسیٰ بن محمد طوماری کہتے ہیں کہ ابو عمر محمد بن یوسف القاضی نے بیان کیا کہ میرے والد مرض شہوہ میں مبتلا تھے وہ ایک رات جاگے اور مجھے اور میری بہن کو بلایا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا یہ کہتا ہے کہ لا کھا اور لا پی تجھے جب ہو جائے گا ہم اس

کا مطلب نہیں سمجھ سکے اور محلہ باب شام میں ایک شخص رہتے تھے جو ابو علی خیاط کے نام سے مشہور تھے وہ خوابوں کی تعبیر خوب دیتے تھے ہم ان کے پاس گئے اور خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس کی تعبیر نہیں سمجھا لیکن میں ہر شب نصف قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہوں تو اب تم مجھے موقع دو کہ میں اپنے معمول سے فارغ ہو جاؤں اور اس پر غور کروں۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ جب میں اس آیت پر پہنچا لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ تو میری نظر اس پر پہنچی کہ یہ اس میں مکرر آرہا ہے تم ان کو زیتون کا تیل پلاؤ بھی اور کھلاؤ بھی ہم نے ایسا ہی کیا یہی اس بیماری سے عافیت کا سبب بن گیا۔

(۳۸۳) اصمعی نے بیان کیا کہ میں نے طاعون کے زمانہ میں ایک شخص کو قصر "اوس" پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو مُردوں کی شمار ایک برتن میں (فی مردہ ایک دانہ یا کنکر ڈال کر) کرتا رہتا تھا۔ پہلے دن کے اموات کی شمار ایک لاکھ بیس تھی۔ اور دوسرے دن کی شمار ایک لاکھ پچاس ہوئی تھی تیسرے دن [illegible] کچھ لوگ [illegible] ایک میت کو لیکر ادھر سے گذرے اور یہ حسب معمول شمار کر رہا تھا جب وہ واپس آئے تو برتن کے پاس اب اس کے سوا دوسرے کو بیٹھا دیکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ کہاں گیا۔ تو ان کو جواب ملا کہ وہ بھی برتن میں چلا گیا۔

(۳۸۴) جعفر بن [illegible] کہتے ہیں کہ میں چل پڑا ایک سائل کے پاس سے گزرا جو یہ کہہ رہا تھا مسکیناً ضریراً (ترجمہ ایک مسکین اندھے پر) میں نے اس کو ایک ٹکڑا دیا اور کہا اے شخص تو نے نصب کیوں دیا (یعنی مسکین اور ضریر پر) اس نے کہا کہ میں آپ کے قربان ارحموا مقدر ہے (یعنی [illegible] اندھے پر رحم کرو)۔

(۳۸۵) ابو عثمان الخالدی کا بیان ہے کہ میں نے سیف الدولہ ابو الحسن ابن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ تیار کیا اور میں نے ایسی جماعت کے سامنے اس کو پیش کیا جن کے ایسے امور میں دخل کا مجھے اندازہ تھا کہ ایک مخنث آگیا اور میں اس کو پڑھ رہا تھا جب میں اپنے اس شعر پر پہنچا

وانکرت شیبۃً فی راسی واحدۃً   فعاد یبغضہا ما کان یرضیہا

ترجمہ۔ اور اس (محبوبہ) نے سر میں ایک بال کی سفیدی کو برا سمجھا اب وہی سیاہ بال جو اس کو پسند آتا تھا اس کو ناخوش کرنے لگا تو اس نے کہا یہ غلط ہے میں نے کہا کیا غلطی ہے تو کہنے

امیر کے حق میں تم فی الراس داحدۃ کہتے ہو، تقطیع میں یہ مستقل حیثیت سے پڑھا جائیگا، وانت ت شیبۃ تے سے الگ ہو کر پھر "داحدۃ" میں مدح کے بجائے ذم کا پہلو نکلتا ہے) یہ کیوں نہیں کہتے طالعۃً یا لامحۃ مجھے اس کی فطانت اور تیزیٔ طبع سے حیرت ہوگئی۔

(۳۸۶) سعید بن یحییٰ اموی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے نوجوان تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ توان میں سے ایک نوجوان نے جو ابو بکر و طلحہ کی اولاد میں سے تھا تیر چلایا جو ٹھیک نشانہ پر بیٹھا تو اس نے (فخریہ) کہا کہ میں ابن القرنبین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مصاحب خاص کا بیٹا) ہوں۔ پھر دوسرے نے تیر چلایا جو حضرت عثمان کی اولاد میں سے تھا وہ بھی نشانہ پر لگا تو اس نے (فخریہ) کہا میں شہید کا بیٹا ہوں پھر ایک شخص نے جو آزاد کردہ غلاموں میں تھا تیر چلایا تو وہ بھی نشانہ پر ٹھیک لگا تو اس نے کہا میں اس کا بیٹا ہوں جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے تو اس نے کہا آدم۔

(۳۸۷) مبرد نے بیان کیا کہ ابی ہذیل کے شاگردوں میں سے ایک بصرے کا رہنے والا بغداد آیا اس نے بیان کیا کہ میں دو مخنثوں سے ملا میں نے ان سے کہا کہ میں قیام کے لئے کوئی جگہ چاہتا ہوں اور یہ شخص بہت بدصورت تھا ان میں سے ایک نے کہا واللہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا بصرے سے یہ سن کر دوسرے مخنث کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ اے بہن دنیا کی ہر چیز ہی بدل گئی یہاں تک کہ یہ بات بھی کہ پہلے یمن سے بندر آیا کرتے تھے اب یہ ہو گیا کہ بصرے سے آنے لگے۔

(۳۸۸) ہم کو ابو الحارث کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک کنیز پر فریفتہ تھا اور اس کے تصور میں بیتاب اس نے اپنی بے چینی کی شکایت محمد بن منصور سے کی۔ انہوں نے حارث کیلئے اس کنیز کو خرید کر حارث کے پاس بھیج دیا اب یہ پیش آیا کہ حارث کے پاس جو چیز تھی اس نے کچھ کام نہ دیا (یہ اشارہ عضو مخصوص کی طرف ہے) وہ صبح کو محمد ابن منصور سے ملا اس نے دریافت کیا کہ آج کی رات کیسی رہی۔ حارث نے کہا بدترین رات تھی جو چیز میرے پاس تھی وہ قریش کے (خاندان) بنی امیہ جیسی ہو گئی (یعنی ضدی۔ دوسرے کی بات نہ ماننے والا۔ ان کی طرح اس نے بھی کسی صورت سے میری خواہش کا ساتھ نہ دیا) محمد بن منصور نے کہا یہ کیسے ہوا حارث نے کہا یہ

ایسا ہوگیا جیسا اخطلؔ عہ نے کہا ہے۔

شُمْسُ العَدَاوَةِ حَتّی تُسْتَقَادَ لَهُم — وَأَعْظَمُ النَّاسِ أَحْلَامًا إِذَا قَدَرُوا

ترجمہ بڑے مرتبہ کے لوگ عداوت کے آفتاب ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کی اطاعت کرلی جائے۔ اور سب سے زیادہ صاحب عظمت لوگ بردبار ہوجاتے ہیں جب دشمن پر قابو یافتہ ہوجاتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ بعد قابو یافتہ ہونے کے میرا غصہ بھی ایسا ہی حلیم بن گیا تھا) یہ سنکر محمد بن منصور ہنستا رہا اور فضل اور جعفر کے پاس پہنچا ان کو سنایا اور اس بات پر تمام دن یہ سب صاحبان ہنستے رہے۔

(۳۸۹) ہشام کے اصحاب نے اسلم بن احنف سے مشاہرہ مقررہ نہ ملنے کی شکایت کی تو اسلم ہشام کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر کوئی پکارنے والا "اے مفلس" کہکر پکارے گا تو آپ کے اصحاب میں کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا جو یہ سمجھ کر کہ مجھے ہی پکار رہا ہے اس کی طرف متوجہ نہ ہوجائے ہشام یہ سن کر ہنس پڑا اور حکم دیا کہ سب کی تنخواہیں ادا کردی جائیں۔

(۳۹۰) ایک ہاشمی نے کچھ لوگوں کیساتھ بداخلاقی کا معاملہ کیا۔ انہوں نے اس کے باپ سے شکایت کی جب باپ نے اس کی تادیب کا ارادہ کیا اس نے چپکے سے کہا کہ واقعی میں نے برا کیا تھا اور میرے پاس عقل نہیں تھی اب اس صورت میں کہ آپ کے پاس عقل موجود ہے آپ میرے ساتھ برا برتاؤ نہ کریں۔ تو اس کو معاف کردیا۔

(۳۹۱) سلیمان بن عبدالملک کے پاس عراق سے ایک وفد آیا ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا اے امیر المومنین ہم آپ کی خدمت میں نہ عطیات کی رغبت سے آئے اور نہ کسی تعزیرات کے خوف سے سلیمان نے کہا پھر کیوں آئے ہو۔ اس نے کہا ہم شکر گذاری کا وفد ہے ہمارے آنے کا سبب رغبت اس لئے نہیں ہے کہ آپ کے عطیات ہم کو گھر بیٹھے ہی مل جاتے ہیں اور خوف اس لئے نہیں کہ ہم آپ کے عدل کی وجہ سے امن میں ہیں اور ہمارے لئے زندگی محبوب بن گئی اور مرنا بھی آسان ہوگیا زندگی کو محبوب تو آپ نے اس لئے بنادیا ہے کہ آپ کا عدل

عہ اخطل نے یہ شعر عبدالملک بن مروان کی مدح میں کہا ہے [illegible]

مشہور ہو چکا ہے اور موت میں آسانی آپ نے اس طرح کر دی کہ ہم کو اپنے پسماندہ بچوں وغیرہ کا آپ کی پرورش عام کے ذنوذ کی بنا پر فکر نہیں رہا سلیمان نے خوش ہو کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اچھے عطیات دیئے۔

(۳۹۲) ابوالحسن مدائنی نے بیان کیا کہ ایک عالم نے ذکر کیا کہ بصرے میں ایک ہمارے دوست تھے جو ظریف الطبع اور ادیب تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہم کو اپنے مکان پر مدعو کریں گے۔ جب وہ ہماری طرف سے گزرتے تھے تو ہم ان سے کہا کرتے متیٰ ھٰذا الوعد اِن کُنتم صٰدِقِین ط (وہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو) وہ خاموش ہو رہتے تھے یہاں تک کہ جس سامان کی فراہمی کا انہوں نے ارادہ کیا تھا وہ فراہم کر لیا تو وہ پھر ہماری طرف سے گزرے اور ہم نے ان کے سامنے پھر اسی قول کا اعادہ کیا تو انہوں نے کہا انطلقوا الیٰ ما کُنتم بِہٖ تکذ بون ط (جس چیز کو تم جھٹلاتے رہتے تھے اس کی طرف چلو)۔

(۳۹۳) ہلال بن محسن نے بیان کہ ابوالعجب نامی ایک شخص تھا کہ شعبدہ بازی میں اس جیسا کوئی دیکھنے میں نہیں آیا وہ ایک دن خلیفہ مقتدر باللہ کے قصر میں پہنچا اس نے خلیفہ کے خواص میں سے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ اس لئے رو رہا تھا کہ اس کی بلبل مر گئی تھی خادم نے ابوالعجب کو دیکھکر کہا کہ استاد! میری بلبل زندہ کرنا ہوگی۔ ابوالعجب نے کہا جو تم چاہتے ہو ہو جائیگا۔ تو اس نے مری ہوئی بلبل لیکر اسکا سر کاٹ کر اپنی آستین میں ڈال لیا اور اپنا سر گریبان میں داخل کر کے بیٹھ گیا تھوڑی سی دیر کے بعد اس نے زندہ بلبل نکال کر دے دی تو تمام قصر حیرت زدہ ہو گیا اور سب حاضرین متعجب ہو گئے۔ پھر اس کو علی بن عیسیٰ نے بلایا اور کہا واللہ اگر تو مجھے سچائی کیساتھ اس معاملہ کی حقیقت نہ بتائے گا تو میں تیری گردن مار دونگا اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ میں نے خادم کو بلبل پر روتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو مجھے یہ امید ہو گئی کہ میں اس سے کچھ وصول کر سکوں گا اس لئے میں فوراً بازار پہنچا اور میں نے ایک بلبل خرید کر اس کو اپنی آستین میں چھپا لیا اور لوٹ کر خادم کی طرف آیا۔ پھر جو کچھ بات ہوئی وہ ہوئی اور میں نے مردہ بلبل لے کر اس کے سر کو اپنی آستین میں ڈال لیا اور پھر اسی طرح پر کوئی نہ دیکھ سکا اس کو منہ میں رکھ لیا تھا اور زندہ بلبل کو باہر نکال لیا تو کسی کو اس میں شک نہیں ہوا کہ یہ وہی بلبل ہے اور یہ ہے اس مردہ ہوئی کا راز

(۳۹۴) ایک مجرم کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہارون نے کہا وہ شخص تو جانتا ہے جس نے ایسا اور ایسا کیا اس نے کہا میں وہی ہوں اے امیر المومنین جس نے اپنی جان پر ظلم اور حضور کے عفو پر بھروسہ کیا ہارون نے اس کو معاف کر دیا۔

(۳۹۵) ایک ادیب نے اپنے دوست سے کہا واللہ آپ تو دنیا کا ایک باغ ہیں یہ سنکر دوسرے شخص نے کہا اور آپ وہ نہر ہیں جس سے اس باغ کو پانی ملتا ہے۔

(۳۹۶) اہل کوفہ مامون الرشید کے پاس اپنے عامل کے ظلم کی شکایت لیکر آئے مامون نے کہا میرے خیال میں تو اس سے زیادہ عادل کوئی نہیں۔ اس قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین پھر تو آپ کیلئے یہ ضروری ہو گیا کہ آپ تمام شہروں کو اس کے عدل میں حصہ دار بنادیں تاکہ حضور کی التفات وکرم کی نظر تمام رعایا پر مساوی ہو جائے لیکن ہم کو ان کے عدل سے تین سال سے زیادہ تک نہ نوازا جائے۔ یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کو بدل دینے کا حکم دے دیا۔

(۳۹۷) ایک ظریف شخص نے کچھ لوگوں کی دعوت کی ان کے ساتھ ایک طفیلی بھی آ گئے اس شخص نے معاملہ بھانپ لیا اور مدعوین کو یہ جتانے کیلئے کہ وہ پہچان گیا ہے اس طرح خطاب کیا کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ میں کس کا شکریہ ادا کروں آپ صاحبان کا کہ میں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے آئے یا ان صاحب کا جنہوں نے بغیر بلائے ہی آنے کی تکلیف برداشت کی۔

(۳۹۸) یموت بن المزرع نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک دن سہل بن صدقہ نے کہا کہ اللہ تیرے نام کو تیرے منہ پر مارے یعنی موت کو میں نے فوراً جواب دیا تجھے تیرے باپ کے نام کا محتاج بنادے (یعنی صدقہ کا، ہمارے آپس میں ہنسی مذاق ہوا کرتا تھا۔

(۳۹۹) ایک دانشمند کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو راستہ میں کھڑا ہوا تھا اس نے پوچھا کہ کیوں کھڑے ہو اس شخص نے جواب دیا کہ ایک انسان کا انتظار ہے۔ دانشمند نے کہا پھر تو تمہارا قیام بہت لمبا ہوگا۔

(۴۰۰) ایک غیر مہذب بدزبان شخص ایک حجام کی طرف آیا اور اس سے کہا او حرامزادے آ کر میری مونچھیں ٹھیک کر دے۔ حجام نے کہا اگر لوگوں سے آپ کا ایسا ہی خطاب رہا تو بہت

تھوڑے ہی ہوں گے جن سے تم راحت پا سکو گے۔

(۴۰۱) ایک درزی ایک ترک کے یہاں پہنچا تاکہ اس کیلئے قبا کاٹے وہاں پہنچکر اس نے کاٹنا شروع کر دیا اور ترک دیکھ رہا تھا۔ اس کی وجہ سے درزی کو کچھ کپڑا چرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو درزی نے زور سے ایک گوز مارا اس کو سن کر ترک ہنستے ہنستے لوٹ گیا اس دوران میں درزی کو جتنا کپڑا اڑانا تھا اڑا لیا۔ پھر ترک نے سیدھا بیٹھ کر کہا کہ درزی ایک دفعہ پھر۔ تو درزی نے کہا اب جائز نہیں، قبا تنگ ہو جائے گی۔

(۴۰۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا یہ بکری کتنے میں خریدی ہے اس نے جواب دیا میں نے چھ میں خریدی اور یہ سات سے (یعنی سات درہم قیمت والی بکری سے) بہتر ہے اور مجھے اس کے آٹھ مل رہے تھے تو اگر تمہیں ضرورت ہو نو میں خریدنے کی تو دس گن دو۔

(۴۰۳) ایک اندھے نے ایک عورت سے نکاح کیا عورت نے کہا کاش، تو میرا حسن اور میرا گورا رنگ دیکھ سکتا تو تعجب کرتا اندھے نے کہا اگر تو ایسی ہی ہوتی جیسا کہ تو کہہ رہی ہے تو تجھے سوانکھے میرے لئے کیوں چھوڑ دیتے۔

(۴۰۴) ایک سائل نے ایک مالدار سے کہا کہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیجئے۔ اس نے کہا مجھے تو کوئی وعدہ یاد نہیں۔ سائل نے کہا آپ سچ کہتے ہیں آپ کو اس لئے یاد نہیں رہا کہ آپ جیسے جن لوگوں سے وعدے کرتے ہیں ان کی تعداد کثیر ہے اور میں اس لئے نہیں بھول سکتا کہ میں آپ جیسے جن لوگوں سے سوال کرتا ہوں، ان کی قلیل تعداد ہے۔ اس نے کہا ٹھیک کہتے ہو اور اسکی ضرورت پوری کر دی۔

(۴۰۵) ایک شخص ایک گھر میں اجرت پر کام کر رہا تھا اور چھت کی کڑیاں بہت جھکی ہوئی تھیں جب مالک مکان آیا اور اس نے اجرت کا مطالبہ کیا تو مالک نے کہا کہ ان کڑیوں کو ٹھیک کر دو یہ جھکی ہوئی ہیں تو اس کاریگر نے جواب دیا کہ اس میں آپ کیلئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں (یہ جو یہ) ہیں جھکی ہوئی اس لئے ہیں کہ رکوع کی طرح جھک کر) یہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ مالک مکان نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ ان پر جذبہ اخلاص غالب ہو جائے تو یہ سجدہ میں جا پڑیں۔

(۴۰۶) چند احباب مزید کے پاس آ کھڑے ہوتے جب کہ وہ ہنڈیا پکا رہا تھا۔ ان میں ایک

نے ہنڈیا میں سے گوشت کی بوٹی نکال کر کھائی اور کہا اے مزید ہنڈیا سرکہ چاہتی ہے۔ پھر دوسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا مسالے مانگتی ہے۔ تیسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا کو نمک کی ضرورت ہے اب پکانے والے نے یعنی مزید نے ایک بوٹی نکالی اور کہا کہ ہنڈیا کو گوشت کی ضرورت ہے۔ اس پر باہم خوب ہنسے اور واپس ہو گئے۔

(۴۰۷) ایک شخص نے ایک اعرابی سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا فرات بن البحرین الفیاض (دو دریاؤں کے درمیان بہنے والی نہر فرات) پھر اس نے پوچھا کہ آپ کی کنیت کیا ہے اس نے کہا ابوالغیث اس نے کہا پھر تو ضرورت ہے کہ تجھ میں کشتی چھوڑی جائے ورنہ ہم سب غرق ہو جائیں گے۔

(۴۰۸) سعید بن مسلم نے اپنے باغ میں بعض دوستوں سے کہا کہ یہ باغ کیسا اچھا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ اس باغ سے بھی اچھے ہیں کیونکہ یہ باغ تو سال میں ایک بار پھل دیتا ہے اور آپ روزانہ پھل دیتے ہیں۔

(۴۰۹) ایک شخص ایک بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ کیوں کھڑا ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ بٹھا دیا جاؤں۔ تو اس کو عہدہ عطا کر دیا۔

(۴۱۰) ایک مخنث عریان بن الہیثم کے سامنے پیش کیا گیا جب کہ وہ کوفہ کا امیر تھا۔ اس نے کہا اے خدا امیر کو عزت بخشے یہ تو مجھ پر ایسی ہی تہمت[1] لگائی گئی جیسی امیر پر لگائی جاتی ہے یہ سن کر ہیثم سیدھا ہو بیٹھا اور بولا کہ میرے بارے میں کیا کہا گیا مخنث نے کہا آپ کو لوگ عریان کہتے ہیں حالانکہ آپ پاس بیٹھے ہیں۔ یہ سن کر ہیثم ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۴۱۱) ایک شخص نے ایک چڑیا پر تیر چلایا تو تیر نے خطا کی۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا بہت اچھا۔ اس کو غصہ آگیا اس نے کہا تم میرا مذاق اڑاتے ہو کہنے والے نے کہا نہیں لیکن آپ نے چڑیا کے ساتھ اچھا کیا کہ اس کی جان بچ گئی۔

(۴۱۲) جعفر بن یحییٰ برمکی نے اپنے ایک ہم نشین سے کہا بخدا مجھے بڑی خواہش ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھوں جو صحیح معنے میں انسان قابل نعمت ہو اس نے کہا وہ آپ کو کھلم کھلا میں دکھلا سکتا ہوں جعفر نے کہا لاؤ اس نے ایک آئینہ اٹھا کر اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔

(۴۱۳) ایک قصہ سنانیوالے نے کہا جب بندہ ایسی حالت میں مر جاتا ہے کہ وہ نشہ میں

---

[1] بہتان ۱۲

میں ہو تو جب تک دفن رہیگا نشہ ہی میں رہیگا اور جب زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اس وقت بھی نشہ ہی میں ہوگا اس حلقے کے ایک طرف سے ایک شخص بولا واللہ یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شراب ہے جس کا ایک جام بیس درم کا ہوگا۔

(۴۱۴) ایک اصفہانی نے ابو سفان کو دیکھا کہ وہ کسی کے ساتھ سرگوشی کر رہے تھے اس نے کہا تم دونوں کس کے بارے میں جھوٹی باتیں کر رہے ہو ابو سفان نے کہا تیری تعریف کے بارے میں۔

(۴۱۵) خراسان کے سفر میں ایک ظریف آدمی ہارون الرشید کیساتھ تھا جب عقبہ یاسدراہ سے باہر آگئے تو اس نے رشید سے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو سلامتی کیساتھ دنیا سے نکال دیا (عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں اور دنیا کو بھی بطور تمثیل گھاٹی کہا گیا ہے جس کا راستہ دشوار گذار ہوتا ہے اس شخص نے لفظ دنیا کو ظرافۃً گھاٹی کے معنے میں بولا)۔

(۴۱۶) ایک قصائی وبلی گائے کا گوشت بیچتا ہوا ناشی بغدادی کے سامنے سے گزرا اور وہ قصائی یہ آواز لگا رہا تھا کہاں ہے وہ شخص جو (بازار میں) یہ قسم کھا کر آیا ہو کہ وہ نقصان نہیں اٹھائیگا۔ ناشی نے سن کر کہا اور تو اسکی قسم تڑوائے گا۔

(۴۱۷) ایک مخنث نے توبہ کر لی تھی اس سے دوسرے مخنث نے ملکر پوچھا کہ کہاں سے کھا رہا ہے اس نے کہا کہ کچھ پچھلی کمائی بچی ہوئی ہے اسی سے کھا رہا ہوں اس نے کہا سور کے تازے گوشت سے باسی مزیدار ہوتا ہے۔

(۴۱۸) عبادہ مخنث نے ایک مادہ چوپائے کے سوراخ کو دیکھ کر اس کی دم کھینچکر کہا یہ بڑی شرم سے (گردن جھکائے) چل رہی ہے۔

(۴۱۹) ایک شخص نے دوسرے کو ایک بیل کا گوشت چار دن تک کھلایا اس شخص نے اس سے کہا کہ اس بیل کی موت کی عمر اس کی زندگی کی عمر سے زیادہ لمبی ہے۔

(۴۲۰) چند لوگ ایک دعوت کے سلسلہ میں جمع ہوئے ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا کہ جماعت میں اسکا محبوب بھی موجود تھا جب لوگوں نے سونا چاہا یہ محب بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے چراغ بجھا دیا اور اپنے ہاتھ میں تکیہ اٹھا لیا تاکہ سب دیکھ لیں کہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو گیا ہے اب اس نے دوسروں کو غافل دیکھ کر محبوب کے پاس جانا چاہا جب اس جگہ تک پہنچ گیا تو ایک لڑکی ایک

شمع لئے ہوئے نکل آئی آپ نے (یہ حرکت کی کہ وہیں کھڑے ہوئے) تکیہ دیوار سے لگاکر اس پر سر لگاکر سہارا لے لیا اور خراٹے لگانا شروع کر دیئے لڑکی نے دیکھ کر کہا کیا ہو گیا کھڑا ہوا سو رہا ہے اور خراٹے بھی لے رہا ہے آپ نے اس سے کہا تجھے اس سے کیا بحث جس طرح بھی ہمارا دل چاہا سو گئے۔

(۲۱۴) ایک ذہین شخص نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔ اس دوران میں کسی نے اس کا جوتا چرا کر ایک یہودی کے کنیسہ میں رکھ دیا جو مسجد کے قریب تھا اس شخص نے اپنا جوتا ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کو کنیسہ میں رکھا ہوا پایا تو کہنے لگا تیرا برا ہو میں اسلام لایا تو تو یہودی بن گیا۔

(۲۲۴) بعض اذکیا کا قول ہے جب میں کسی شخص کو دیکھتا ہوں کہ بعد نماز صبح اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (اور جو نعمت اللہ کے پاس ہے وہ سب سے اچھی اور پائدار ہے) تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس کے پڑوس میں کسی کے یہاں دعوت ولیمہ تھی جس میں اسے نہیں بلایا گیا اور جب میں کچھ ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو قاضی کے اجلاس سے یہ کہتے ہوئے آرہے ہوں وَمَا شَہِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (اور ہم نے صرف وہی شہادت دی تھی جس کا ہمیں علم تھا) تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی۔ اور جب کسی ایسے شخص سے جس نے نکاح کیا ہو اس کا حال پوچھا جائے تو اگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم نے یہ کام صرف نیکی کیلئے کیا ہے تو سمجھ لیتا ہوں کہ اس کی بیوی بدصورت ہے۔

(۲۳۴) ہم کو ایک قصہ سنایا گیا کہ ایک شخص ایک آدمی کے پاس مہمان ٹھہرا اور گھر میں نیچے کے حصہ میں سویا، جب رات کو صاحب خانہ کی آنکھ کھلی تو اس نے مہمان کے ہنسنے کی آواز بالا خانہ سے سنی۔ تو اس نے اس مہمان کو پکارا۔ اس نے جواب دیا کہ بالا خانہ میں ہوں میزبان نے کہا کہ تم تو نیچے لیٹے تھے اوپر کیسے چلے گئے۔ مہمان نے کہا لڑھکتا ہوا آگیا۔ میزبان نے کہا سب لوگ اوپر سے نیچے کو لڑھکتے ہیں مگر تم کیسے لڑھکے۔ اس نے کہا اسی پر میں ہنس رہا تھا۔

(۲۴۴) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں تیرے تھپڑ ماردوں تو تجھے مدینہ پہنچادوں (یعنی مدینہ جاکر گرے) اس نے کہا تو بہت اچھا ہو اگر آپ پھر ایک اور ماردیں شاید اللہ تعالیٰ اس طرح نبی ﷺ کے ہاتھوں سے حج کی نعمت عطا فرمادے۔

(۴۲۵) ایک لڑکے نے ایک یہودی سے کہا چچا! ٹھہر میرا ایک تھپڑ کھاتا جا۔ اس نے کہا مجھے تو جلدی ہے یہ تھپڑ میرے بھائی کے مار دے (یعنی اپنے باپ کے منہ پر مار دے)۔

(۴۲۶) ایک شخص نے ایک گویّے سے کہا کہ تو ثقیل اول کو پہچانتا ہے اور ثقیل ثانی کو (یہ باجے کے پردوں کے نام ہیں مطلب یہ تھا کہ تو اناڑی ہے) گویّے نے کہا میں ان دونوں کو کیسے نہیں پہچانتا حالانکہ تجھے بھی پہچانتا ہوں اور تیرے باپ کو بھی۔ (ثقیل کے معنے بوجھل کے ہیں، پہلا بوجھل اسکے باپ کو اور دوسرا اس کو قرار دیا)۔

(۴۲۷) ابوالفضل ہمدانی نے ایک لمبے آدمی کو جو چادر اوڑھے ہوئے تھا دیکھ کر کہا سردی کی رات آگئی۔

(۴۲۸) ایک شخص سے بستی میں ایک فقیر کی ملاقات ہوئی۔ اس نے فقیر سے پوچھا کہ کیا کوئی نئی ہو فقیر نے کہا وہی جو موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے کیا تھا اس کی مراد استطعما اھلھا سے تھی (یعنی موسیٰ اور خضر جب بستی میں پہنچے تو بستی والوں سے کھانا مانگا)۔

(۴۲۹) ایک بازار والے سے بازار (کی [illegible]) کا حال پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ جنت کے بازار کی مانند ہے (یعنی وہاں کچھ خرید و فروخت نہیں ہے)۔

(۴۳۰) ایک شخص نے ایک آدمی کو جو عوام میں سے تھا گالی دی اس نے کہا اَیْشَ قُلْتَ لَکَ (ترجمہ تیرے لئے وہی جو تو نے کہا) اس نے جواب میں یہ ایہام پیدا کر دیا کہ تو نے جو کچھ کہا میں نے تیرے لئے منظور کر لیا پھر گالی دینے کا کیا موقع اور در حقیقت وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ تو نے کہا وہ (گالی) تیرے لئے ہے اور یہ بڑی ذہانت کا جواب ہے۔

(۴۳۱) ایک شخص کی باندی جبکہ اس پر موت کی کیفیت طاری تھی اس کے پاس کوئی پینے کی چیز لے کر آئی جس کو اس نے پینا نہ چاہا۔ اس نے کہا اے میرے آقا دونوں آنکھیں بند کر کے لے لیجئے۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا ابھی دونوں آنکھیں بند ہو جائیں گی، یہ میرے لئے خوشخبری ہے کہ ابھی مر جاؤں گا۔

(۴۳۲) ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے پاس کس منہ سے آیا حالانکہ تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔ اس نے کہا کہ اسی منہ سے آیا ہوں جس سے اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے جاؤں گا۔

باب ۴۳: اذکیاء کے بچتے ہوئے کلمات بولنے کے واقعات

(۴۳۷) ہم کو حضرت عباسؓ بن عبدالملک کے بارے میں یہ روایت پہنچی کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

(۴۳۸) ہم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت پہنچی کہ انہوں نے ایک اہل مدینہ سے سوال کیا کہ میری عمر زیادہ ہے یا تمہاری؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شب کا علم نہیں جس میں آپ کی والدہ مبارکہ نے آپ کے والد مطہر کے پاس رات گزاری۔ اور یہ بچاؤ لطیف ہے کہ اس شخص نے امک الطیبۃ یعنی آپ کی والدہ مطہرہ نہیں کہا کہ عورتوں کے لئے مطہرہ یا طیبہ بالعموم حیض سے پاک وصاف ہونے کے باب میں استعمال ہوتا ہے اور اس میں حضرت عثمان کیسا تھ ایک نوع بے ادبی تھی کہ ان کے لئے حیض وطہر پر مشتمل کنایات استعمال کئے جائیں)

(۴۳۹) ابن عرارہ مؤدب نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن عمر الضبی نے ذکر کیا جو کہ خلیفہ معتز باللہ کے بیٹے کا اتالیق تھا کہ اس نے جب اس بچے کو سورہ والنازعات حفظ کرانا شروع کی اور اس کو یہ سمجھا دیا، کہ اگر تم سے تمہارے والد امیر المومنین یہ سوال کریں کہ فی ای شئ انت (اب تم کس چیز (یعنی کس سورت) میں ہو تو تم یہ جواب دینا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے اور یہ کہنا کہ :۔ انا فی النازعات (کیونکہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں نزاع کرنے والی عورتوں میں ہوں، محمد بن عمر نے بیان کیا کہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے باپ نے اس سے سوال کیا فی ای شئ انت تو بچے نے وہی جواب دیا کہ اس سورت میں جو عبس سے ملی ہوئی ہے تو معتز نے پوچھا کہ یہ تجھے کس نے سکھایا اس نے کہا میرے مؤدب یعنی اتالیق نے تو معتز نے خوش ہو کر اس کو دس ہزار درہم انعام عطا کیا۔

(۴۴۰) عبدالواحد بن نصر نے بیان کیا کہ مجھے قابل وثوق شخص نے یہ واقعہ سنایا کہ وہ

ؒ بعض روایات یں س طرح ہے کہ مسئول ابو بکر تھے اور سائل رسول اللہ علیہ وسلم۔ در بعض روایات میں یہ ہے کہ سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مسئول سعید بن یربوع جواب سب کا وہی ہے ۱۲ مترجم تاریخ الخلفا

شام کے راستے میں سفر کر رہا تھا اور اس پر ایک پیوندوں لگا جبہ تھا اور تقریباً بیس آدمیوں کی جماعت ہم سفر تھی اور سب ایسی ہی (فقیرانہ) وضع میں تھے دوران راہ میں ایک بوڑھا شخص ہمارے ساتھ ہولیا جس کی ہیئت بہت اچھی تھی وہ ایک تنومند مادہ خر پر سوار تھا اور اس کیساتھ دو خچر تھے جن پر اسکا زادراہ اور قیمتی کپڑے اور بیش قیمت مال تھا۔ ہم نے اس سے کہا اے شخص تم کو جنگلی ڈاکوؤں کے ہم پر آپڑنے کا کچھ بھی فکر نہیں ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں جو چھین لیا جائے۔ تمہارے لیئے اتنی دولت لے کر ہمارے ساتھ چلنا مناسب نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور چل پڑا اور ہماری بات کو نہ مانا اور جب وہ سواری سے اتر کر کھانے کیلیئے بیٹھتا تو ہم میں سے اکثر کو ساتھ بلا کر کھلاتا اور پلاتا اور جب کوئی ہم میں سے تکان سے نڈھال ہو جاتا تو اس کو اپنے ایک خچر پر سوار کر لیتا۔ اس کے اس طرز عمل سے (تمام جماعت اس کی خدمت اور عزت کرتی تھی اور اس کی رائے پر عمل پیرا تھی۔ یہاں تک کہ ہم خطرناک مقام پر پہنچ گئے تو ہم پر حملہ کے لئے تقریباً بیس سوار جنگلی ڈاکوؤں کے نکل آئے تو ہم کو ان سے گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور ہم نے ان کو روکنے کا ارادہ کیا تو شیخ نے ہم کو منع کر دیا۔ تو ہم نے یہ ارادہ ترک کر دیا وہ شیخ سواری سے اتر کر بیٹھ گئے اور اپنے سامنے دسترخوان بچھا کر کھانا شروع کر دیا اور وہ جماعت ہمارے قریب آگئی۔ جب انہوں نے کھانے کو دیکھا تو شیخ نے ان کو بھی بلا لیا اور وہ بھی بیٹھ کر کھانے لگے پھر شیخ نے اپنا اسباب کھول کر اس میں سے بہت سا حلوا نکال کر ان سب اعراب کے سامنے رکھ دیا جب انہوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو ان کے ہاتھ جکڑے گئے یعنی حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ٹانگیں سن ہو گئیں اور وہ ہل بھی نہ سکتے تھے تو شیخ نے ہم سے کہا کہ یہ حلوہ بے حس کرنیوالا تھا جو میں نے ایسے ہی موقع کے لئے تیار کر چھوڑا تھا اور اس کا اثر ان پر قائم ہو چکا ہے۔ اور حیلہ مکمل ہو گیا ہے اور اس کا اثر جلد زائل ہونیوالا نہیں۔ اگر تم چاہو تو ان کے تھپڑ مار کر دیکھ لو یہ تم کو نقصان پہنچانے پر قادر ہی نہیں رہے اور اب ہم اطمینان سے روانہ ہو سکتے ہیں۔ تو ان لوگوں نے مار کر دیکھ لیا۔ تو وہ لوگ روکنے پر حقیقت قادر نہیں تھے۔ ہم کو شیخ کے کہنے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم نے ان کے ہتھیاروں کو لے لیا اور ان کے جانوروں پر سوار ہو گئے اور ایک جماعت کی صورت میں اس مقام کے گرد و پیش کی سیر کی اور ان ڈاکوؤں کے تیر

ہمارے کندھوں پر تھے اوران کے ہتھیار ہمارے بدن پہ لگے ہوئے تھے ہم جس قوم پر سے بھی گزرے وہ ہم کوان ہی اعراب میں سے سمجھتے تھے اور ہم سے امن کیلئے ملتجی ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔

(۴۴۱) ہم سے ابو محمد بن عبداللہ بن علی المقری نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک جگہ مال دفن کیا اور اس پر ڈھکن رکھکر بہت مٹی دے دی۔ پھر اس پر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیس دینار رکھے اوران پر بہت سی مٹی ڈال کر جما دی اور چلا گیا جب اس کو سونے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس مقام کو کھودا تو وہ مل گئے تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کا یہ مال بچ گیا اور ایسا اس نے اسی اندیشہ کی بنا پر کیا تھا کہ شاید کوئی دفن کرتے وقت دیکھتا ہو۔ اور ایسا ہی واقع ہو گیا تو جب دیکھنے والا آیا اور جگہ کھودنے کے بعد اسی کو بیس دینار مل گئے تو ان کو لے لیا اور اس کو یہ تصور بھی نہ ہو سکا کہ بڑی مقدار تو نیچے اور بھی موجود ہے۔

(۴۴۲) بعض مشائخ نے ہم کو یہ واقعہ سنایا کہ ایک یہودی تھا جس کے ساتھ مال تھا اس کو حمام میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئی اور یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو ساتھ لئے پھرا تو کمر بند ہو جائے تو وہ حمام کے خزانہ (آب) میں پہنچا اور اس نے زمین کھود کر وہ رقم اس میں دبا دی پھر حمام میں داخل ہو گیا۔ پھر جب نکل کر اس جگہ کو کھودا تو کچھ بھی نہ ملا۔ اب وہ خاموش ہو رہا اور اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کیا حتیٰ کہ اپنی بیوی، بیٹے اور کسی خاص دوست سے بھی نہ کہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے ایک شخص نے مل کر کہا کہئے کیسا مزاج ہے تمہارا دل کس خیال میں لگا رہتا ہے۔ اب وہ اس کو لپٹ گیا کہ میرا مال واپس کر۔ اس سے لوگوں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس نے لیا۔ اس نے کہا جب میں نے اس کو دفن کیا تھا تو مجھے کسی مخلوق نے بھی نہیں دیکھا تھا اور پھر گم ہونے کی اطلاع بھی میں نے کسی مخلوق کو نہیں دی تو اگر یہ شخص وہ مال نہ نکالتا تو یہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

(۴۴۳) ایک شخص نے بیان کیا کہ میں رات کو ایک ضرورت کے لئے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک اندھا اپنے کندھے پر گھڑا اور ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے جا رہا ہے وہ اسطرح چلتا ہوا نہر پر پہنچا اور گھڑا میں پانی بھر کر واپس لوٹا میں نے کہا اے شخص تو اندھا ہے اور دن رات تیرے

لئے یکساں ہیں (پھر یہ چراغ لئے ہوئے کیوں پھرتا ہے اس نے کہا اے بیو۔ اس کو میں تجھ جیسے دل کے اندھوں کی وجہ سے لئے ہوئے ہوں جس سے ان کیلئے راستہ روشن رہے اور اندھیرے میں مجھ سے ٹکرا کر میری گھڑیا نہ پھوڑ دیں

(۴۴۸) ابوالحسن اصفہانی سے منقول ہے کہ ابراہیم موصلی (مشہور استاد موسیقی) ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے سامنے ایسی خوبصورت کنیز بیٹھی ہوئی تھی گویا کہ وہ خوشبودار درخت) بان کی ایک شاخ ہے۔ اس سے ہارون نے گانے کی فرمائش کی۔ اس نے گانا شروع کیا

توهمه قلبی فاصبح خده ۔۔۔ وفیه مکان الوهم من نظری اثر

ترجمہ، میرے دل نے اسکا دھیان کیا تو صبح کو اس کے رخسار پر میری قوت وہم کی نگاہ کا اثر نمایاں تھا۔

ومر بوهمی خاطر فجرحته ۔۔۔ ولم ار جسما قط یجرحه الفکر

ترجمہ، اور میرے وہم میں داخل ہوتا ہوا جب وہ گزرا تو میں نے اس کو ایک تیر کا زخم لگایا اور میں نے (اس کے سوا اور) کوئی ایسا جسم نہیں دیکھا جس کو (کسی کی قوت) فکر نے مجروح کیا ہو۔

ابراہیم کہتا ہے کہ واللہ اس نے میری عقل سلب کر دی یہاں تک کہ قریب تھا کہ میں دیوانہ ہو جاؤں۔ میں نے کہا اے امیرالمومنین یہ کون ہے۔ ہارون نے کہا یہ وہ ہے بقول ایک شاعر کے

لها قلبی الغداة وقلبها لی ۔۔۔ فنحن کذاک فی جسدین روح

ترجمہ، آج وہ میرے دل کی مالکہ ہے اور میں اس کے دل کا مالک ہوں۔ ہم اس طرح دو جسم ایک روح ہیں۔

پھر مجھ سے فرمائش کی کہ اے ابراہیم اب تم گاؤ میں نے گانا شروع کیا۔

تشرب قلبی حبها ومشی به ۔۔۔ تمشی حمیا الکاس فی جسم شارب

ترجمہ، میرا دل اس کی محبت سے اس طرح لبریز ہو گیا اور اس کو لے کر چلا جس طرح تیز شراب (کا سرور) پینے والے کے جسم میں دوڑتا ہے۔

ودب هواها فی عظامی فشفها ۔۔۔ کما دب فی الملسوع سم العقارب

اور اس کی محبت میری ہڈیوں میں ایسی سرایت کر گئی کہ ان کو لاغر کر دیا جیسا کہ نیش زدہ شخص میں بچھوؤں کا زہر دوڑتا چلا جاتا ہے۔

ابراہیم نے بیان کیا کہ ہارون الرشید میرے خیالات کو میرے کنایات سے بھانپ گیا اور اور یہ میری بڑی غلطی تھی۔ ہارون نے مجھے واپس ہو جانے کا حکم دیا اور ایک مہینے تک مجھے نہیں بلایا پھر میرے پاس ایک خادم آدھمکا اور اس کے پاس ایک رقعہ تھا جس میں یہ ابیات لکھے ہوئے تھے۔

قد تخوّفت ان اموت من الوجد ولم يدرِ مَنْ هَوِيتُ بحالي

(ترجمہ) مجھے ڈر ہے کہ محبت سے میری جان نکل جائیگی اور میں جس سے پیار کرتی ہوں اس کو میرے حال کی خبر بھی نہ ہو گی۔

يا كتابي اقرأ السّلام على من لا اسمّي وقل له يا كتابي

اے میرے خط تو میرا سلام اس کو پہنچا دے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتی اور اے میرے خط اس سے یہ کہدے۔

انّ كفّا اليك قد كتبتني في شقاء مواصل وعذاب

کہ بیشک وہ ہتھیلی جس نے مجھکو تیری طرف لکھ کر بھیجا ہے انتہا بدبختی اور عذاب میں ہے۔ وہ خادم میرے پاس یہ رقعہ لے کر آیا میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ فلاں جاریہ کا رقعہ ہے جس نے تیری موجودگی میں امیر المومنین کے سامنے گایا تھا۔ میں نے اس معاملہ کی نزاکت کا احساس کر کے اس خادم کو سخت سست کہا اور میں نے بڑھ کر اس کے ایک ضرب ماری جس سے میرے نفس کو تسکین ہوئی اور میں فوراً ہی سوار ہو کر ہارون رشید کے پاس پہنچا اور ان سے یہ قصہ بیان کیا اور وہ رقعہ ان کو دیا۔ ہارون رشید اس سے اس قدر ہنسے کہ ہنستے ہنستے گرنے کے قریب ہو گئے۔ کہنے لگے یہ تو ہم نے قصداً تیرے امتحان کیلئے اور تیرا طرز عمل اور کیرکٹر پہچاننے کیلئے کیا تھا پھر میرے سامنے اس خادم کو بلایا وہ آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا خدا تیرے دونوں ہاتھ اور پاؤں توڑ دے تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا میں نے کہا تو نے کام تو مرنے ہی کا کیا تھا۔ اس سے میرے دل پر کیا کچھ گزری لیکن میں نے تجھے چھوڑ دیا اور امیر المومنین کو تیری حرکت سے باخبر کر دیا تاکہ جس سزا کا تو مستحق ہے وہ امیر المومنین کی طرف سے تجھے مل جائے اس کے بعد ہارون رشید نے مجھے بڑے عطیات مرحمت کئے اور اللہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا تھا وہ ازراہ

پاکدامنی نہیں کیا تھا بلکہ خوف و دہشت کی وجہ سے کیا تھا۔

(۴۴۵) علی بن المہلب کے اوپر ایک سانپ آگرا تو اس نے اس کو اپنے اوپر سے نہ پھینکا تو اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا تو نے شجاعت کی تو حفاظت کی مگر عقل کو ضائع کر دیا۔

باب ۲۴: چند شعراء اور قصیدہ لکھنے والوں کی ذہانت کے واقعات

(۴۴۶) یموت بن المزرع سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جماز ایک دسترخوان پر جعفر بن القاسم کے سامنے کھانا کھا رہا تھا اور جعفر کے سامنے دوسرا دسترخوان تھا۔ اور رکابیاں جعفر کے سامنے سے اٹھا کر جماز کے سامنے رکھی جا رہی تھیں اور کسی رکابی میں تھوڑا سا بچا ہوا کھانا ہوتا تھا اور کوئی خالی ہوتی تھی جماز نے کہا کہ اللہ امیر المومنین کا بھلا کرے آج ہم صرف عصبہ بنے ہوئے ہیں کبھی ہمارے لئے کچھ مال بچ جاتا ہے اور کبھی سب کا سب ہی اہل سہام (یعنی اصحاب الفروض) لے جاتے ہیں اور ہمارے لئے کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۴۴۷) ابوالحسن السلامی شاعر نے بیان کیا کہ خالدیان نے سیف الدولہ ابن حمدان کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا جسکا شروع یہ ہے۔

تصدّ و دارها صدد   وتوعده ولا تعد

وقد قتلته ظلمة   فلا عقل ولا قود

(ترجمہ، وہ (محبوبہ) روک دیتی ہے اور اسکا گھر منہ بولی سے بند ہے اور اسے دھمکا دیتی ہے اور اس سے کچھ محاسبہ نہیں کیا جا سکتا اور ظالمہ نے اس کو قتل کر ڈالا اور (قتل بھی ایسا کہ) نہ اس کا قصاص اور نہ دیت۔ اسی قصیدہ میں سیف الدولہ کی مدح میں یہ شعر ہے۔

فوجهه كله قمر   وسائر جسمه اسد

اس کا چہرہ تمام تر چاند ہے   اور باقی جسم تمام تر شیر کا ہے

جب سیف الدولہ کو یہ شعر سنایا تو اس پر جھوم گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور اس کو بار بار پڑھوانا تھا اتنے میں شیظمی شاعر آگیا۔ سیف الدولہ نے اس سے کہا یہ بیت سنو اور اس کو سنایا شیظمی نے سن کر سیف الدولہ سے کہا اللہ کا شکر کیجئے اس نے آپ کو عجائب البحر میں شامل کر دیا (یعنی ایک عجیب سمندری حیوان بنا دیا)۔ (مصنف فرماتے ہیں خالدیان دو شخص تھے بوبکر

محمد اور ابو عثمان سعید، یہ دونوں ہاشم کے بیٹے اور آپس میں بھائی تھے اور موزونیت طبع اور اور نازک خیالی اور کثرت ادب میں دونوں برابر کے تھے اور ان کے بہت سے اشعار مشترک ہیں اور علیحدہ علیحدہ بھی ہر ایک کے اشعار ہیں۔ ابواسحٰق صابی نے ان کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

ارى الشاعرين الخالديين سيرا ۔۔۔ قصائد يفنى الدهر وهي تخلد

(ترجمہ) میں نے دونوں شاعروں خالدیین کو یعنی ان کے قصائد کو بتمام وکمال دیکھا جو ایسے ہیں کہ زمانہ فنا ہو جائیگا مگر وہ ہمیشہ رہیں گے۔

تنازع قوم فيهما وتناقضوا ۔۔۔ ومرجدال بينهم يتردد

قوم ان دونوں کے بارے میں جھگڑ رہی اور ردو قدح کر رہی ہے اور ان کے مابین یہ جھگڑا جاری اور ساری ہے۔

فطائفة قالت سعيد مقدم

وطائفة قالت لهم بل محمد

ترجمہ ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ سعید کو حق تقدیم حاصل ہے اور دوسری جماعت ان سے کہتی ہے کہ نہیں بلکہ محمد مقدم ہے۔

وصاروا الى حكمي فاصلحت بينهم ۔۔۔ وما قلت الا بالتي هي ارشد

انہوں نے فیصلہ میرے سپرد کیا تو میں نے ان میں صلح کرادی اور میں نے جو کچھ کہا وہی ایک حقیقت واقعیہ ہے۔

هما في اجتماع الفضل روح مؤلف

ومعناهما من حيث ثنيت مفرد

ان دونوں کی مجمع کمالات ہونے کے لحاظ سے ایک ہی روح ہے جو دو اجسام سے مالوف ہے اور ان دونوں کے معنے تثنیہ (کا صیغہ) استعمال کرنے کے باوجود مفرد ہی رہتے ہیں۔

(۴۸۴) طاہر بن الحسن نے عیسیٰ بن ہامان سے جنگ کیلئے روانہ ہوتے وقت فقراء پر تقسیم کرنے کے لئے اپنی آستین میں بہت سے درہم بھر لئے پھر خیال نہ رہا اور آستین جھکالی تو سب درہم گر کر پھیل گئے اس نے اس کو برا شگون محسوس کیا۔ تو اس کے ایک شاعر نے اس بارے میں یہ کہا۔

هذا تفرق جمعهم لا غيره ۔۔۔ وذهابه منا ذهاب الهم

(ترجمہ) یہ دشمنوں کی جماعت کے متفرق ہو جانے کی دلیل ہے اس کے سوا اور کوئی بات نہیں اور

اس (درہم) کا ہمارے پاس چلا جانا ہم یعنی رنج و فکر کا چلا جانا ہے۔

شيء يكون الهم نصف حروفه لا خير في إمساكه في الكيس

ترجمہ: ایسی چیز جس کے نام کے آدھے حروف ہم ہوں، مراد درہم، اس کو آستینوں میں بند رکھنے میں خیر نہیں ہے۔

(۴۴۹) عبدالملک کے سامنے ایک شخص کو حاضر کیا گیا جو خارجیوں کے خیالات رکھتا تھا عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دیتے ہوئے کہا کیا یہ شعر تو نے نہیں کہا؟

ومنا سويد والبطين وقعنب ومنا أمير المؤمنين شبيب

(ترجمہ) اور ہماری جماعت میں سے سوید اور بطین اور قعنب ہیں اور ہم میں سے امیر المومنین شبیب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا ہے ومنا یا امیر المؤمنین (راء کے زبر کے ساتھ) یا امیرَ المؤمنین اب مطلب یہ ہوگا کہ اے امیر المومنین ہم ہی میں سے شبیب بھی ہے، یہ سنکر اسکا قتل روک دیا اور اس سے درگزر کیا چونکہ اس نے اب اعراب کو خبر سے خطاب کی طرف پھیر دیا۔

(۴۵۰) بعض شعراء نے ابوعثمان مازنی کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

وفتى من مازن ساد أهل البصرة ❊ أمه معرفة وأبوه نكرة

ترجمہ: اور قبیلہ مازن کا ایک جوان اہل بصرہ کا سردار بن گیا جس کی ماں معرفہ ہے اور باپ نکرہ (یعنی ناشناختہ ہے)

(۴۵۱) عبدالملک بن صالح نے ہارون رشید کے قصر میں داخل ہونا چاہا ان سے اسمٰعیل بن صبیح حاجب نے مل کر کہا آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ امیر المومنین کے یہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک زندہ رہا دوسرا انتقال کر گیا اس لئے ضروری ہے کہ امیر المومنین سے جو کچھ خطاب کیا جائے اس واقعہ کے مناسب کیا جائے جو میں نے آپ کو معلوم کرایا ہے تو وہ

۱؎ اس سے پہلے یہ شعر ہے: فان یک منکم کان مروان وابنہ ❊ وعمرو ومنکم ہاشم وحبیب (اگر تم ہی میں مروان اور ان کے بیٹے اور ہاشم و حبیب ہیں [illegible] تو ہم میں [illegible] ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

۲؎ شبیب بن یزید شیبانی کو خوارج نے امیر بنا لیا تھا اور اس نے عبدالملک پر خروج کیا تھا [illegible] جس کو شبیب نے شکست دی تھی پھر عبدالملک نے بہت [illegible] دریا میں ڈوب کر غرق ہو گیا تھا ۱۲ مترجم۔

جب وہ ہارون رشید کے سامنے آئے تو عرض کیا "اللہ آپ کو اچھی جزائے خوشی عطا فرمائے اے امیرالمومنین اس امر میں جو ناگواری کا موجب ہوا۔ اور ناگواری سے محفوظ رکھے اس امر میں جو خوشی کا موجب ہوا اور ہر ایک واقعہ کا ایک بدل عطا کرے جو اللہ کی طرف سے شاکرین کے لئے زیادتی (نعمت) کا سبب اور صابرین کے لئے جزا کا موجب ہوتا ہے (یعنی صبر کی وجہ سے زیادتی نعمت عطا فرمائے۔)

(۴۵۲) جعفر الضبی نے فضل بن سہل (وزیر) سے اس طرح خطاب کیا اے امیر! سیاست اور سرداری کے بلند مقام پر آپ کے افعال میں جو اعلیٰ موزونیت ہے اس نے آپ کے اوصاف کے اظہار سے میری زبان کو بند کر دیا اور اس کی بکثرت مثالوں نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ ممکن نہیں کہ پورے طور پر سب کو بیان کیا جائے جب میں کسی ایک صفت کی خوبی کی طرف توجہ کرتا ہوں تو اس کی دوسری بہن جو اس سے بڑھ کر ہے راستہ روک لیتی ہے جس سے پہلی کے لئے ترجیح کی صورت باقی نہیں رہتی اب بجز اس کے کہ اظہار اوصاف کے سلسلہ میں اپنے عجز کا اظہار کر دیا جائے اظہار اوصاف کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔

(۴۵۳) ابو دلامہ نے خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اے ابو دلامہ امیرالمومنین تمہارے لئے حکم دینے میں (اپنی ہی ذات مراد ہے) ایسے اور ایسے انعام کی اور تم کو خلعت اور سواری دیتے ہیں (ان کے ساتھ تم کو چار سو جریب قطعات دیتے ہیں جن میں سے دو سو جریب عامر ہونگی اور دو سو جریب غامر ابو دلامہ نے کہا امیرالمومنین نے صلہ مرحمت فرمانے کے سلسلہ میں جن انعامات کا اظہار کیا میں ان کو پہچانتا ہوں اور عامر کو بھی سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے؟ منصور نے کہا ایسی زمین جس میں نہ کوئی سبزی ہو نہ کوئی درخت۔ ابو دلامہ نے کہا تو میں امیرالمومنین کو چار ہزار جریب قطعات غامر دیتا ہوں۔ منصور نے کہا وہ قطعات کہاں ہیں۔ ابو دلامہ نے کہا حیرہ اور کوفہ کے درمیان تو منصور ہنسنے لگے اور سب کا سب عطیہ زمین عامر ہی کر دیا گیا (یہ قصہ اوپر بھی اس سے زیادہ بسط کے ساتھ گزر چکا)۔

(۴۵۴) مدائنی نے بیان کیا کہ نصیب خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا عبدالملک

نے اپنے ساتھ ناشتہ میں شریک کیا۔ پھر اس سے کہا کیا تم کو دربار کی ملازمت منظور ہے نصیب
نے کہا میرا رنگ کالا ہے اور بال بہت گھونگریالے ہیں اور میرا چہرہ بدنما ہے (اور دربار کے
لئے وجیہ اور خوبصورت ہونا ضروری ہے) اور مجھے یہ مرتبہ کہ امیر المومنین میرا اکرام کریں نہ باپ
کے شرف سے حاصل ہوا اور نہ مال کے ذریعہ اس پر صرف اپنی عقل اور زبان سے پہنچا ہوں۔
اور میرے ساتھ آبائی شرف میں بھی کچھ روایات نہیں ہیں، تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں اے
امیر المومنین کہ آپ میرے اور اس عزت کے درمیان جو کچھ مجھے حاصل ہو چکی ہے حائل نہ ہوں
اگر میں نے اپنی موجودہ حیثیت کو چھوڑ کر درباری حیثیت اختیار کر لی تو بہترین صفات مذکورہ
موجود نہ ہونے کی وجہ سے عوام میں سبکی ہوگی اور حاصل کردہ عزت بھی رائگاں جائے گی، تو
عبدالملک نے نصیب کو اس سے معاف رکھا۔

(۴۵۵) مدائنی نے بیان کیا کہ چند ظریف الطبع عورتیں بشار بن برد کے پاس بیٹھی تھیں
بشار نے ان سے خوب باتیں کیں اور انہوں نے بشار سے پھر ان عورتوں نے کہا ہمیں یہ پسند
ہے کہ ہم آپ کو اپنا باپ سمجھیں بشار نے کہا بشرطیکہ میں دین کسریٰ پر آ جاؤں (جو سیوں میں
بیٹی بیوی بن سکتی ہے)

(۴۵۶) خالد الکاتب نے بیان کیا کہ میں نے اور دعبل نے اور ایک دوسرے شاعر نے
جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا مصرعہ یا بدیع الحسن کہا تھا کہ ہم سب پر آمد بند ہو گئی کہ مناسب
کلمات لا کر شعر پورا کر دیں، ہم نے کہا اب جیذان الموسوس کے پاس جانے بغیر چارہ نہیں جب
ہم پہنچے تو جیذان نے کہا کہ تمہیں میری تلاش کیوں تھی۔ خالد نے کہا ہم آپ کے پاس ایک
حاجت کے لئے آئے ہیں جیذان نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے نہ ستاؤ۔ ہم نے ایک کو بھیجکر
ان کے لئے کھانا منگایا جب وہ سیر ہو چکے تو کہا اب حاجت لاؤ ہم نے کہا کہ ہم نصف
بیت میں پیچھے رہ گئے اور پورا کرنے سے قاصر ہو گئے، پوچھا کہ وہ کیا ہے جو تم نے کہا یا بدیع
الحسن انہوں نے واللہ بالکل توقف نہیں کیا اور کہا۔

یا بدیع الحسن حاشا لک من ہجر بدیع

(ترجمہ) اے نرالے حسن والے اس سے بچنا کہ نرالے ہجر میں مبتلا ہو جائیں جو دعبل نے کہا یہ

بیت میری ناظر سے پڑھا دیجئے تو کہا:۔

وبحسن الوجہ عوذ ت من سوء الصنیع

(ترجمہ) اور میں اس کھڑے کے حسن کی پناہ چاہتا ہوں ہر بُرے برتاؤ سے۔ ہمارے ساتھی نے کہا (جس کا نام یاد نہیں رہا) اور ایک بیت میرے لئے کہی کیا بہتر بہت خوشی سے لبسر دیدہ۔

ومن النخوۃ یستغفر لی ذل الخنوع

اور میری خاکساری کی ذلت معافی طلب کرتی ہے غرور حسن سے۔ (پھر ہم نے کہا کہ آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں بولے ٹھہرو میں تم کو ایک بیت اور دیتا ہوں اور کہا)

لا یعب بعضک بعضاً کن جمیلاً فی الجمیع

تم میں سے کوئی دوسرے کا عیب نہ نکالے سب کے ساتھ اچھا اخلاق برتو۔

(۴۷۵) اور عقل رسا پر دلالت کرنیوالا ایسا کلام بھی ہوتا ہے جس میں توجیہ کی باتیں ہے جس میں دونوں پہلو مدح اور ذم کے نکل سکتے ہیں۔ متنبی کا یہ قول اسی قسم کا ہے عدوک مذموم بکل لسان اس میں مدح کا احتمال بھی ہے اور ذم کا بھی (مدح کا پہلو تو ترجمہ کے ظاہری معنے سے واضح ہے "تیرے دشمن کی برائی ہر زبان پر ہے"۔ اس میں ذم کا پہلو اس صورت سے نکلتا ہے کہ جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ کمینہ ہے اور کمینوں کے مقابل ہمیشہ کمینہ ہی ہوتے ہیں۔ اور اسی قسم کا متنبی کا دوسرا قول ہے و ینتہ سرفی علاک اس میں مدح کے احتمال کی یہ صورت ہے کہ دوسرے ہمعصروں پر بلند مرتبہ میں تجھ کو مقدم ایسے راز کی بنا پر کیا گیا جس کی اطلاع کسی کو نہیں اور ذم کا پہلو یہ ہے کہ اللہ ہی جانے تیرے بلند مرتبہ کا کیا راز ہے جب کہ اس کے مناسب کوئی خوبی تجھ میں نہیں۔

(۴۸۵) ہمارے بعض احباب نے ہمیں ایک شاعر کا قصہ سنایا جو ایک شہر میں رہتا تھا وہاں ایک اور شاعر آگیا جس کی شہر والوں نے قدر کرنی شروع کردی تو اس نے تشویق جتانے کے لئے اہل شہر سے کہا۔

وتشابھت سور القرآن علیکم فتركتم الانعام للشعراء

(ترجمہ) اور تم پر قرآن کی سورتوں کے بارے میں تشابہ لگ گیا کہ تم نے انعام کو شعراء کے ساتھ

ملا دیا (انعام کے مٹنے ہو پایہ اور شعر اشاعر کی جمع ہے مقصد یہ ہے کہ تم نے جانوروں کو شاعر کے برابر کر دیا)

(۴۵۹) ایک شخص نے دوسرے شخص کی مدح کی جس کا نام یسیر تھا۔ اس میں اس نے کہا وفضل یسیر فی البلاد یسیر (یعنی یسیر کے عطیات تمام شہروں میں پھیلے ہیں، سارا بیت) تو اس مادح سے کہا گیا تم نے اس کی مدح تو کی ہے مگر وہ تمہیں کچھ نہ دیگا تو اس نے کہا کہ اگر اس نے مجھے کچھ نہ دیا تو میں (زبان کے ساتھ) اپنے ہاتھ سے بھی اس طرح کہہ دونگا اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا مقصد یہ تھا کہ لفظ یسیر کو بمعنے قلیل استعمال کر لوں گا۔

(۴۶۰) اور اسی قسم کے کسی شاعر کا قول ہے جو کسی کے حق میں کہا ہے۔

تحلی باسماء الشهور فكفه جمادی وما ضمت عليه المحرم

(ترجمہ) وہ آراستہ ہوا مہینوں کے ناموں سے تو اس کی ہتھیلی جمادی ہے اور ہتھیلی سے ملنے والی چیز (یعنی انگلیاں) محرم ہے (یعنی اس کی ہتھیلی ہمیشہ لوگوں کو عطا یا دینے کے لئے کھلی رہتی ہے کبھی بند نہیں ہوتی۔ انگلیوں کا بند حرام ہے یا یہ کہ ہتھیلی میں بخل سے جمود ہے اس سے کسی کو فیض نہیں پہنچتا اور انگلیوں پر کبھی کسی کو دینے کے لئے حرکت کرنا حرام ہے)

(۴۶۱) ایک دوسرے شاعر نے کہا:-

وقائلة لی ما الذی تشتهی من التی قد فتنتها خدرها

(ترجمہ) اور بس پوچھنے والوں نے مجھ سے پوچھا اس پردہ نشین کی کس چیز کی تجھے خواہش ہے۔

اوجهها الحسن بدا مقبلا ام شعرها الاسود ام ثغرها

(ترجمہ) کیا اسکے چہرے کی جو تیرے سامنے نمایاں ہو گیا ہو یا اسکے سیاہ بالوں کی یا اس کے دہن کی۔

ام طرفها الادعج ام كشحها ام منبت الرمان ام صدرها

(ترجمہ) یا اسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کی یا اسکے پہلو کی یا انار اگنے کے مقام کی یا اس کے سینہ کی۔

قلت لها اعشق ذا كله ونصف حران وثلثی نزها

(ترجمہ) میں نے اس کو جواب دیا میں ان سب پر عاشق ہوں اور نصف حران اور دو ثلث نزہا بھی (حر بکسر حار و را مخففہ بمعنے فرج ہے۔ اور نزہا بضم نزار بمعنی نضارت و تازگی ہے)

(۴۶۲) جحظہ سے ایک دعوت کا حال پوچھا گیا جس میں وہ شریک تھا تو اُس نے کہا وہاں کی ہر چیز ٹھنڈی تھی سوائے پانی کے۔

(۴۶۳) ابو یعقوب خزیمی کے سامنے سکباجہ لایا گیا جس میں بڑی بڑی ہڈیاں تھیں (سکباج سرکہ ڈال کر پکایا گیا گوشت) تو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شطرنجیہ ہے (یعنی بساط شطرنج ہے جس پر بڑی بڑی ہڈیاں شطرنج کے مُہرے ہیں) اس کے بعد فالودہ لایا گیا۔ اس میں مٹھاس کم تھا تو بولے کہ یہ نحل یعنی شہد کی مکھی کی طرف وحی آنے سے قبل کا بنا ہُوا ہے (واوحیٰ ربک الی النحل الآیہ)

(۴۶۴) ایک شاعر نے دوسرے شاعر سے کہا کہ میرے بیت کے دونوں مصرعے حقیقی بھائی ہوتے ہیں اور تیرے بیت کے مصرعے چچازاد بھائی ہوتے ہیں (اشارہ اس طرف ہے، کہ ایک تو مصرع خود کہتا ہے اور دوسرا مصرع کسی دوسرے سے بنواتا ہے)

(۴۶۵) ہندوستان کا ایک شاعر ایک امیر کے پاس گیا اور اسکی مدح کی۔ اس سے امیر نے (یہ جانتے ہوئے کہ یہ عربی زبان نہیں سمجھتا کہا تقدم یا زوج القحبۃ (یعنی اے بدکار عورت کے خاوند آؤ) اس نے امیر سے کہا زوج القحبۃ کا کیا مطلب ہے تو امیر نے کہا کہ لغت عرب میں اس لفظ سے اس شخص کو مراد لیا جاتا ہے جو شاندار مرتبہ کا ہو اور جس کا بڑا محل ہو، اور اس کے پاس مال اور سواریاں اور بہت سے غلام ہوں اُس نے کہا تو واللہ اے امیر آپ دنیا کے سب سے بڑے زوج القحبہ ہیں۔ وہ بہت شرمندہ ہُوا اور معترف ہو گیا کہ خود میرا ہی مسخراپن میرے مُنہ پر گالیاں بنکر آگیا۔

(۴۶۶) ایک ادیب شخص مامون کے پاس بعض حاجات کی وجہ سے آیا مگر اُس نے اس کی ضرورت پُوری نہ کی۔ اُس نے کہا اے امیر میرے پاس شکر ہے (یعنی میں آپ کا شکریہ ادا کرونگا، مامون نے کہا آپ کی شکر گذاری کا محتاج کون ہے اس نے فوراً یہ اشعار کہے۔

فلو کان یستغنی عن الشکر ماجد لکثرۃ مال او علو مکان

(ترجمۃ) اگر کوئی مالک شکر سے مستغنی ہوتا۔ کثرت مال یا بلندی مرتبہ کی وجہ سے۔

لما ندب اللہ العباد لشکرہ وقال اشکرونی ایھا الثقلان

تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنے شکر کو پسند نہ کرتا حالانکہ اُس نے جن وانس کو اپنے شکر کرنے

کا حکم دیا ہے، مامون نے سن کر کہا تم نے خوب کہا اور اس کی حاجت پوری کر دی۔

(۴۶۷) ابن البازیار نے یہ اشعار کہے۔

قد قلت للشیخ الرئیس ... اخی السماحۃ ابی المظفر

ترجمہ میں نے کہا شیخ رئیس ... اہل سخاوت ابو المظفر سے۔

ذکّر معین الملک بی ... فقال المؤنث لا یذکر

ترجمہ: میرے سامنے معین الملک کی تذکیر کیجئے (تذکیر خیال دلانا اور باصطلاح نحویین مقابل تانیث و اسی معنے کے پیش نظر انہوں نے) جواب دیا کہ مؤنث مذکر نہیں ہوا کرتا۔

(۴۶۸) ابو جعفر محمد بن موسیٰ موسوی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابو نصر ابن ابی یزید سے ملنے گیا اور ان سے ایک علوی بحث کر رہا تھا اور وہ اس کی طول نشست اور کثرت کلام سے تنگ دل ہو رہے تھے جب وہ اٹھنے کے لئے جھکا تو مجھ سے ابو نصر نے کہا ابن عمک ھذا خفیف علی القلب جس کا ظاہر ترجمہ یہ ہے کہ یہ تمہارا ابن عم (چچا کا بیٹا) دل پر ہلکا ہے یعنی اس کے زیادہ بیٹھنے کا ہم پر کچھ بوجھ نہیں میں نے کہا بیشک۔ تو کہنے لگے میں نہیں خیال کرتا کہ تم سمجھ گئے ہو پھر میں نے غور کیا تو سمجھا کہ خفیف علی القلب سے انہوں نے خفیف مقلوب مراد لیا قلب کے معنے الٹ دینے کے بھی آتے ہیں، تو خفیف یعنی ہلکے کا الٹا ثقیل یعنی بھاری ہوا اور اسی معنے کو مراد لیا ہے ان ابیات میں سعید بن دوست نے۔

وثقل منی زائری و دنا ... یقلب فی اجفان عینی و فی قلبی

(ترجمہ) وہ میرے پاس آنے والا مجھ پر بھاری ہے اور گویا کہ وہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو الٹ رہا ہے اور میرا دل الٹ رہا ہے۔

فقلت له لما برمت بقربه ... اراك علی قلبی خفیفا علی قلب

جب اس کے نزدیک ہونے سے تنگدل ہو گیا تو میں نے اس سے کہا میں تجھ کو اپنے دل پر خفیف پاتا ہوں مقلوب طور پر (یعنی ثقیل)

(۴۶۹) ایک شاعر سے خراسان کی پاکیزگی کی تعریف کی گئی جب وہ سفر کر کے وہاں پہنچا تو اس کو پسند نہ آیا تو کہا:

تمنینا خراساناً زماناً   فلم یعطی المنی والصبر عنہ

(ترجمہ) ہم کو خراسان (دیکھنے) کی مدت سے تمنا تھی، تو نہ ہی تمنا پوری ہونے کا وقت آیا ہی اور نہ اس سے صبر ہی آتا تھا۔

فلما ان اتیناھا سراعاً   وجدناھا بحذف النصف منھا

جب ہم جلدی کر کے وہاں پہنچے، تو ہم نے اسکو ایسا پایا کہ اس میں سے نصف حذف کر دیا گیا (لفظ خراسان میں سے نصف حصہ یعنی "رسان" حذف کرنے سے خرا باقی رہتا ہے جس کے معنے نجاست ہیں۔ مترجم)۔

باب ۲۵: ایسے حیلوں کا بیان جو لڑائیوں میں استعمال کئے گئے۔

(۴۷۰) زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے مشرکین میں کے ایک شخص کو لایا گیا تھا جس کو ہرمزان کہا جاتا تھا اور وہ اسلام لے آیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں ان مغازی کے بارے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، تم اچھی رائے دو۔ ہرمزان نے کہا بہتر ہے امیر المومنین زمین اور اس کے رہنے والے جسقدر بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں اُن کی مثال ایسے اڑنیوالے جانور کی سی ہے جس کے سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں بھی ہیں تو اگر دونوں میں سے ایک بازو ٹوٹ جائیگا تو ٹانگیں چل جائیں گی اس کے دوسرے بازو اور سر کو اور اگر دوسرا بازو بھی ٹوٹ گیا تو دونوں ٹانگیں بھی گئیں اور دونوں بازو بھی ختم ہوئے تو سر تو کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے (یعنی وہاں کے عوام) اسلئے آپ مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ کسریٰ پر چڑھائی کریں۔

(۴۷۱) مروی ہے کہ سکندر نے اپنے لشکر میں اپنے ایک ہمنام شخص کو دیکھا جو بھاگ جایا کرتا تھا تو اس سے کہا کہ تو یا اپنا نام بدل اور یا اپنی خصلت بدل۔

(۴۷۲) ایک دن سکندر نے خاص جنگ کے موقع پر اپنے لشکر کی صف سے باہر ہو کر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ (فارس کے لشکر کو، بلند آواز سے یہ کہے اے فارس کے لوگو! تم کو معلوم ہے جو کچھ عطیات ہم نے تمہارے لئے طے کئے تھے تو جو شخص اپنا عہد پورا کرنا چاہے اسکو چاہئے کہ وہ لشکر سے جدا ہو جائے اور تمہاری طرف سے جو وعدہ کیا گیا ہے اُس کے پورا کرنے کے ہم ضامن

ع ہرمزان کا ایک واقعہ پیچھے بھی گذر چکا ہے۔

تھا۔ اس پر فارس کے لشکر نے ایک دوسرے کو متہم کرنا شروع کر دیا اور سب سے پہلے دشمن کے
لشکر میں ان سے ایک پھوٹ پھیل گئی۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ جب دارا شاہ فارس، سکندر
کے مقابلہ پر گیا تو اس نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے دارا کے لشکر کو پکار کر کہا: اے لوگو! جس
عہد پر تم لوگ متفق ہوگئے تھے وہ تم عمل میں لے آئے۔ اب جس قدر تم ذمہ دار ہوئے تھے اس
کو پورا کرو۔ اس سے دارا یہ سمجھا کہ اس کے لشکر نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ مجھ کو سکندر کے حوالے
کر دیں اور یہی اس کی ہزیمت کا سبب ہوا تھا۔

(۴۷۳) اور جب سکندر فارس سے پلٹ کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو ہند کا راجہ ایک
زبردست لشکر سے اس کے مقابلہ پر آیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار ہاتھی تھے ہر ایک پر فوجی
سپاہی اور ہتھیار رکھے ہوئے تھے اور ان کی سونڈوں میں تلواریں تھیں اور گرز تھے تو ان کے
سامنے سکندر کے گھوڑے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر اپنے مقر پر واپس آ گئے تو سکندر نے حکم
دیا کہ تانبے کے ہاتھی بنائے جائیں جو کھوکھلے ہوں (جب یہ مکمل تیار ہو گئے) تو اپنے
گھوڑوں کو ان ہاتھیوں کے مجسموں کے درمیان بندھوایا یہاں تک کہ گھوڑے ان کے عادی ہو گئے اور
ان سے وحشت باقی نہ رہی، پھر حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کو نفط و گندھک سے بھر دیا جائے
اور ان کو زرہیں پہنا دی گئیں، اور ان کو پہیوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ کیا گیا
اور ہاتھیوں کے ان مجسموں کے درمیان ایک پیادہ دستہ فوج تھا۔ جب جنگ شروع ہو گیا تو
اس نے ان مجسموں کے پیٹ میں آگ جلانے کا حکم دیا جب وہ خوب گرم ہو گئے تو درمیان
سے سپاہیوں کو ہٹ جانے کا حکم دیا اور ان مجسموں کو ہاتھیوں نے گھیر لیا اور ان
پر اپنی سونڈیں مارنا شروع کر دیں تو وہ جل گئیں اور سب ہاتھی بھاگ گئے اور راجہ کی فوج
کو روند ڈالا اور سکندر کو راجہ ہند پر فتح ہو گئی۔

(۴۷۴) منقول ہے کہ سکندر نے ایک قلعہ بند شہر پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے دروازے بند کر
لئے۔ پھر سکندر کو اطلاع پہنچی کہ اہل شہر کے پاس سامان خوراک بقدر کفایت، انتہائی قلیل مقدار
ہی موجود ہے تو اس نے اپنے لوگوں کو تاجروں کے بھیس میں شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا اور
خود وہاں سے واپس ہو گیا اور محاصرہ اٹھا لیا۔ اور بہت کچھ مال و متاع ان مصنوعی تاجروں

کے ساتھ کر دیا۔ وہاں انہوں نے جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو فروخت کیا اور وہاں سامان خوراک خرید لیا جب انہوں نے بہت سا ذخیرہ کر لیا تو اُن کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس سامان خوراک ہے سب پھونک دو اور بھاگ جاؤ انہوں نے اس کی تعمیل کی پھر اس شہر پر حملہ کر دیا اور اس کو چند دن کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔

اور سکندر کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی شہر کے محاصرہ کا ارادہ کرتا تو پہلے اس کے گردو پیش کے دیہات کو خوف زدہ کر دیتا تھا اور وہ بھاگ کر شہر میں پہنچتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شہر کا سامان غذا جلد کھایا جا کر کمی واقع ہو جاتی پھر شہر کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیتا۔

(۴۷۵) کسریٰ بن ہرمز کی حکایت ہے کہ اُس نے اصبہد کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر روم کی طرف بھیجا۔ وہاں اس کو اس قدر فتوحات ہوئیں کہ اس سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں اور اصبہد نے روم کے خزانوں پر قبضہ کر لیا اور ان کو اسی ہیئت کے ساتھ کسریٰ کے پاس روانہ کیا۔ کسریٰ نے یہ سمجھ لیا کہ اصبہد مزید فتوحات سے ہٹ چکا ہے اور ان فتوحات نے اس کو بدل دیا ہے اور اس میں تکبر اور خودسری پیدا ہو گئی ہے تو اُس کے پاس ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ اصبہد کو قتل کر دے اور یہ شخص جس کو بھیجا گیا تھا عقلمند تھا جب اس نے اصبہد اور اس کی تدبیر اور عقل کو دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ ایسے شخص کا قتل بغیر کسی جرم کے ہرگز مناسب نہیں۔ پھر اُس نے اصبہد کو اپنے بھیجے جانے کی وجہ صاف بتا دی۔ تو اصبہد نے قیصر روم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں وہاں سے جواب آیا کہ جب چاہو آسکتے ہو۔ جب اصبہد اور قیصر کی ملاقات ہوئی تو اصبہد نے قیصر سے کہا کہ یہ خبیث مجھے قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے اور میرے پاس اسی غرض سے ایک شخص کو بھیجا بھی ہے۔ اب میں اس کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں جیسا کہ اس نے میرے متعلق ارادہ کر رکھا ہے اور سب سے بڑا ظلم اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو ظلم کی ابتدا کرتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے ایسا وعدہ کریں جس سے میں مطمئن ہو سکوں اور آپ اپنی فوج سے کسریٰ پر حملہ کرنے کے لئے میرا ساتھ دیں اور میں اس کے خزانوں میں سے اتنا مال آپ کو دونگا جتنا کہ آپ کے اموال پر میں نے قبضہ کیا تھا اور جس قدر اموال کا خرچ آپ اپنے اس سفر میں کریں گے۔ قیصر نے

اس کو عہد میثاق لکھ کر دیدیا جس سے وہ مطمئن ہو گیا اور قیصر چالیس ہزار کا لشکر لے کر کسریٰ کے مقابلہ پر آگیا۔ اب کسریٰ سمجھ گیا کہ صورت حال کیا پیش آئی تو اس نے قیصر کے لشکر کو شکست دینے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ ایک قس کو بلایا جو عیسائی بن کر قیصر کے دین میں شامل ہو گیا تھا اس سے کہا کہ میں حریر پر ایک راز کی تحریر لکھ کر تجھے دینا چاہتا ہوں تاکہ وہ تحریر اصہد کو پہنچا دے۔ وہ اس راز پر ہرگز کسی کو مطلع نہ کرے اور اس کو ایک ہزار دینار دیئے اور کسریٰ کو اس کا یقین تھا کہ یہ قس وہ خط قیصر کے پاس پہنچائے گا کیونکہ اس میں ایسا مضمون ہے جس میں روم کی ہلاکت ہے (تو یہ قس اس کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے) اور اصہد کے نام اس مضمون کا خط لکھا تھا "میں نے تجھ کو لکھا تھا (اس کے مطابق) اب قیصر مجھ سے قریب ہو گیا ہے اور اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور تیری تدبیر سے ہم کو اس پر قابو دیدیا (میں دعا کرتا ہوں) کہ تیری اصابت رائے کبھی زائل نہ ہو تو نے رومیوں (کی مجتمع قوت) میں تفرق پیدا کر دی۔ اب میں اتنی دیر کرنا چاہتا ہوں کہ قیصر مدائن کے قریب پہنچ جائے پھر میں اس پر فلاں دن دفعتہ حملہ کر دونگا۔ ابھی تو اس کو برابر اس دھوکے میں ڈالے رکھ کہ تو میرے قتل کا ارادہ کئے ہوئے ہے میں اس تدبیر سے رومیوں کو بالکل ختم کر ڈالوں گا۔" قس یہ خط لے کر چلا اور جیسا کہ کسریٰ کا خیال تھا) اس نے یہ خط قیصر کو جا کر دیدیا۔ قیصر نے دیکھ کر کہا یہ بالکل ٹھیک ہے اصہد نے صرف ہم کو ہلاک کرنے کے لئے یہ ایک چال چلی تھی تو فوراً واپس لوٹ پڑا اور پیچھے سے کسریٰ نے ایاس بن قبیصۃ الطائی سے حملہ کرا دیا جس نے قیصر کے لشکر کو قتل کر دیا اور قیصر تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بچ کر نکل سکا۔

(۴۷۶) ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جذیمہ بن مالک حیرہ اور اس کے گرد و پیش کے علاقہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے ساٹھ سال تک حکومت کی وہ اس پر برص کے نشانات تھے۔ اس کی زبردست طاقت تھی نزدیک والے بھی اس سے ڈرتے تھے اور دور والوں پر بھی اس کا رعب تھا۔ عرب پر اس کی اس قدر ہیبت تھی کہ وہ اس کو ابرص کہتے ہوئے ڈرتے تھے بلکہ ابرش کہتے تھے۔ اس نے ملیح بن لبراء سے جنگ کیا اور یہ حضر کا بادشاہ تھا۔ یہ مقام

عہ یہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے شمع روشن کر کے رکھی گئی اور جس نے جنگ میں منجنیق کا استعمال کیا۔

روم اور فارس کے درمیان میں واقع ہے اور یہ وہی مقام ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے جس کا ایک بیت یہ ہے۔

واخو الحضر اذ بناہ واذ دجلۃ تجبی الیہ والخابور

(ترجمہ) اور حضر والوں نے جب اس کی بنیاد رکھی اور جب کہ دجلہ اور خابور کا پانی کاٹکر وہاں لایا گیا تھا ملیح بن البراء کو جذیمہ نے قتل کر دیا اور زبار کو (جو اس کی بیٹی تھی) شام کی طرف دھکیل دیا وہ روم میں پہنچ گئی اور یہ عورت عربی زبان بولتی تھی۔ شگفتہ بیان، بارعب اور بڑی ہمت والی تھی۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں کوئی عورت اس سے زیادہ خوبصورت نہ تھی۔ اس کا نام فارعہ تھا (اور بقول محمد بن جریر طبری نائلہ اور بقول ابن درید میسون تھا) اور اس کے اتنے لمبے بال تھے کہ جب چلتی تو اس کے پیچھے زمین پر گھسٹنے لگتے تھے اور جب ان کو پھیلاتی تو ان میں چھپ جاتی تھی اس لئے اس کا نام زبّاء (بہت بالوں والی) مشہور ہو گیا تھا۔ ابن الکلبی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے باپ کے قتل ہونے کے بعد مبعوث ہوئے تھے اس کی بلند ہمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے پھر لوگوں کو جمع کر لیا اور اموال خرچ کئے اور اپنے باپ کے ملک میں واپس آگئی اور ملکہ بن گئی اور جذیمۃ الابرش کی حکومت کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اور اس نے دریائے فرات کے شرق اور غرب دونوں کناروں پر آمنے سامنے دو شہر بسائے اور دونوں شہروں کے درمیان فرات کے نیچے سے ایک سرنگ لے گئی اور جب دشمن اس پر حملہ کرتے تو وہ اس میں پناہ لیکر قلعہ بند ہو جاتی مردوں سے الگ رہتی اس لئے کنواری رہی اور اس کے اور جذیمہ کے درمیان جنگ کے بعد صلح ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جذیمہ کے دل میں اس سے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی تو اس نے اپنے خاص مشیروں کو جمع کر کے اس بارے میں مشورہ کیا اور اس کا ایک غلام تھا جس کو قیصر بن سعد کہا جاتا تھا (بعض نے اس کو جذیمہ کا چچا کا بیٹا لکھا ہے مترجم) یہ شخص بہت عاقل بیدار مغز تھا اور خازن اور مہمات امور میں دخیل اور اس کی سلطنت کا معتمد تھا۔ بادشاہ کی بات سن کر سب خاموش رہے مگر قصیر نے شاہی آداب کی بجا آوری کے بعد کہا کہ اے بادشاہ زباء ایک ایسی عورت ہے جس نے مردوں سے اختلاط اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے وہ اب تک کنواری ہے

نہ مال کی طرف اس کو رغبت نہ مال کی حرص اور ہم پر اس کا ایک خون کا بدلہ بھی ہے اور
خون بھلایا نہیں جاتا۔ اور اس نے آپ کو خوف سے چھوڑ رکھا ہے وہ دولت کے بہاؤ کی وجہ سے
اور کینہ اس کے دل کی گہرائی میں دفن ہے وہ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح آگ پتھر کے بیچ میں ہوتی
ہے کہ اگر اس پر چوٹ پڑتی ہے تو شعلہ دیتی ہے اور چھوڑ دیا جائے تو چھپی رہتی ہے اور دوسرے
بادشاہوں کی بیٹیوں کی بادشاہ کے لئے کمی نہیں ہے جو کفو یعنی خاندانی ہمسری بھی رکھتے ہیں
اور ان عورتوں کو بھی رغبت ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا مقام اپنے کمتر کی طرف سے
سے بالاتر بنایا ہے آپ کی شان بلند تر ہے کوئی آپ سے بالاتر نہیں۔ جذیمہ نے کہا کہ اے قصیر
وزن دار رائے تو تمہاری ہی ہے اپنے کم تر کی طرف جھکنے اور احتیاط کا اقتضا یہی ہے جو تم کہہ
رہے ہو لیکن نفس پر محبت کی وجہ سے خواہش غالب آجاتی ہے اور ہر شخص کے لئے خدا نے جو
مقدر کر دیا ہے وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے اس سے بھاگنا اور بچنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد زباء کے
پاس ایک ایلچی کو پیغام نکاح دے کر روانہ کیا اور اس سے کہا کہ زباء سے مل کر ایسی گفتگو کرو
جس سے وہ نکاح کی طرف راغب ہو جائے اور دل سے آمادہ ہو جائے جب وہ اس کے پاس
پہنچ گیا تو اس نے سن کر اور سمجھ کر کہا کہ تمہارا آنا اور یہ پیغام سب بہتر ہے اور اس نے بڑی
خوشی اور رغبت کا اظہار کیا اور اس کی آمد کی قدر کی اور اس کو اونچی جگہ بٹھایا اور کہا میں اس امر
سے اس لئے کنارہ کش رہی ہوں کہ مجھ کو اندیشہ تھا کہ برابر کا رشتہ نہ آئے گا اور بادشاہ کا مقام
تو میرے مرتبہ سے بلند ہے اور میں اس سے کم درجہ پر ہوں۔ میں بادشاہ کے سوال کو قبول کرتی
ہوں اور اس پیغام سے خوش ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس جیسے امور میں مردوں ہی کا
(عورتوں کی طرف) آنا مستحسن ہوتا ہے تو میں خود چل کر اس کے پاس پہنچ جاتی اور اس ایلچی کو
قیمتی ہدایا دیئے جو غلاموں اور باندیوں اور خچر اور گھوڑوں پر لدے ہوئے تھے اور ہتھیار اور
اموال اور اونٹ اور بکریاں اور بیش قیمت کپڑوں کے اور سونے اور چاندی کے بوجھ جانوروں
پر رکھے ہوئے تھے۔ جب جذیمہ کے پاس رشتہ لیجانے والا واپس آیا تو وہ اس کے جوابات سن
کر پھولا نہ سمایا اور اس کے لطف و کرم کو سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ یہ سب
حقیقی رغبت اور خوشی پر مبنی ہے اور اس کے نفس نے اس قدر ابھارا کہ اپنی قابل اعتماد خواص اور

ارکین دولت اور اعیان مملکت کو جن میں قصیر بھی تھا ساتھ لے کر فوراً ہی چل پڑا اور اپنا قائم مقام اپنے بھانجے عمرو بن عدی اللخمی کو بنا دیا اور حیرہ پر بنو لخم ہیں کا یہ پہلا بادشاہ تھا اس نے ایک سو بیس سال تک حکومت کی اور یہ وہی ہے جس کو جب یہ بچہ تھا جن اٹھالے گئے تھے اور جب اس کو واپس کیا تو یہ جوان اور دراز قد ہو گیا تھا۔ اس کی والدہ نے اس کے گلے میں سونے کا طوق ڈالا اور اس کو اس کے ماموں (جذیمہ) سے ملنے کے لئے بھیجا اس نے دیکھ کر کہا شب عمرو عن الطوق عمرو طوق سمیت جوان ہو گیا۔ یہ جملہ ضرب المثل ہو گیا (ابن ہشام نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ زبا نے جذیمہ کے پاس خود ہی نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور یہ لالچ دلایا تھا کہ اس کے بعد دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں گی اور عمرو بن عدی کی بادشاہی کی مدت ایک سو اٹھارہ سال تحریر کی ہے۔ اشتیاق احمد از حیوٰۃ الحیوان) الغرض عمر بن عدی کو اپنا قائم مقام بنا کر جذیمہ روانہ ہو گیا اور زبا کے علاقہ میں پہنچ گیا جو دریائے فرات پر تھا جس کو نیفہ کہا جاتا تھا وہاں اتر گیا (ایک نسخہ میں بجائے نیفہ کے بقہ لکھا ہے) مترجم۔ اور شکار کیا اور کھانے پینے سے فارغ ہو کر اپنے مصاحبین سے دوبارہ مشورہ کیا تو سب لوگ خاموش رہے اور قصیر بن سعد نے ہی آغاز کلام کیا اس نے کہا اے بادشاہ جب عزم (یعنی کسی اہم کام کے ارادے) کیساتھ حزم (احتیاط) شامل نہ ہو تو اسکا انجام افسوس پر ہوتا ہے تو ایسی باتوں پر جو بظاہر مرصع ہوں اور ان کا کچھ بھی اچھا نتیجہ نہ ہو وثوق نہ کرنا چاہیئے اور رائے میں (بجائے عقل خواہش نفس پر مدار نہ رکھنا چاہیئے کہ معاملات بگڑ جائیں اور نہ حزم و احتیاط کو چھوڑ کر جو جی میں آئے وہ کر ڈالنا مناسب کہ یہ دانشمندی سے بعید ہے اور بادشاہ کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں ثابت قدمی کیساتھ انجام پیش نظر رکھیں اور بیدار مغزی کے ساتھ احتیاط کا پہلو اختیار کریں اور اگر یہ بات پیش نظر نہ ہوتی کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے تو میں قطعی طور پر بادشاہ کی راہ میں حائل ہو جاتا کہ وہ ایسا نہ کریں۔ پھر جذیمہ نے جماعت کی طرف رخ کیا اور کہا اس امر میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے اس معاملہ میں بادشاہ کی رغبت کے مطابق گفتگو کی، اور بادشاہ کی رائے کی تصویب کر دی اور اس کے ارادے کو مضبوط کر دیا جذیمہ نے کہا وزن دار مشورہ جماعت ہی کا مانا جائے گا اور جو تم رائے دے

رہے ہو وہی ٹھیک ہے قصیر نے کہا ارٰی القدر یسابق الحذر۔ ولا یطاع لقصیر امر (یعنی
میں دیکھتا ہوں کہ تقدیر الٰہی سبقت کر رہی ہے یعنی غالب آ رہی ہے، بچاؤ کی تدبیر پر اور قصیر
کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی ہے) یہ جملہ بھی عرب میں ضرب المثل بن گیا۔ اور جذیمہ نے کوچ کر
دیا۔ جب زباء کے شہروں کے قریب پہنچ گیا تو ٹھہر گیا اور زباء کے پاس قاصد بھیج کر اس کو اپنی آمد
سے مطلع کیا تو اس نے مرحبا کہا اور آنے پر بڑی خوشی اور رغبت کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ
کی خدمت میں سامان رسد ضیافت اور سواریوں کے لئے چارہ روانہ کیا جائے اور اپنے لشکر اور
خاص عمائد سلطنت اور تمام اعیان مملکت اور رعایا کو حکم دیا کہ اپنے سردار اور اپنی مملکت کے
بادشاہ سے ملیں تو قاصد جواب لے کر آیا اور اس نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا سب بیان کر دیا
جب جذیمہ نے روانگی کا ارادہ کیا تو قصیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری رائے اب بھی وہی ہے؟
اس نے کہا ہاں اور اب تو اس میں میری بصیرت اور بڑھ گئی تو کیا آپ اپنے عزم و ارادے پر قائم ہیں
بادشاہ نے کہا ہاں اور میری رغبت پہلے سے اور بڑھ گئی تو قصیر نے کہا لیس الدھر بصاحب
لمن لم ینظر فی العواقب (یعنی زمانہ اس کا ساتھی نہیں جو انجام پر نظر نہ رکھے) یہ جملہ بھی عرب
میں ضرب المثل بن گیا پھر کہا اور کسی امر کو اس کے ضائع ہونے سے پہلے ہی حاصل کیا جا سکتا
ہے اور ابھی تک بادشاہ کے ہاتھ میں بھلائی پر آنے کی قوت باقی ہے۔ اگر آپ کو یہ خبر دی
ہے کہ آپ صاحب ملک ہیں اور آپ کے ساتھی بکثرت ہیں اور آپ کا مقام بلند ہے تو اس
وقت تو آپ کا ہاتھ اس قوت اور غلبہ سے خالی ہے اور آپ اپنے قبیلہ اور مستقر سے دور ہو
چکے ہیں اور آپ نے اپنی ہستی کو ایسی ذات کے ہاتھوں میں ڈال دیا جس کے مکر اور دھوکے
سے میں آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ تو اگر آپ اپنی رائے پر رہیں اور عذر روشن کر دیا گیا اور خواہش
نفس کے پیچھے رہیں گے تو (یہ اور سن لیجئے) کہ کل اگر آپ سے یہ قوم فرقے فرقے کی حیثیت سے
ملی اور آپ کے آگے آگے چلی اور یہ صورت رہی کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں آتی بھی رہیں اور
جاتی بھی رہیں تو معاملہ آپ کے ہاتھ میں اور آپ کی رائے درست۔ اور اگر وہ لوگ آپ سے
صف بندی کے ساتھ مجتمع ہو کر ملیں اور آپ کے سامنے دو صف میں ہو کر آئیں یہاں تک کہ
جب آپ ان کے بیچ میں آ جائیں اور سب طرف گھیر کر آپ پر ٹوٹ پڑیں تو وہ آپ کے نفس

کے مالک ہو جائیں گے اور آپ اُن کے قبضہ میں جانے لگیں تو اس عصا کا خیال رکھیے جس
کے غبار کو بھی کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ ایسے وقت میں آپ کو چاہیئے کہ اس کی پُشت پر جم جائیں اور یہ
آپ کو ہلاکت سے بچا کر نکال سکتا ہے اگر آپ نے اس پر اپنا قبضہ قائم رکھا۔ اور جذیمہ کی ایک
ایسی اعلیٰ قسم کی گھوڑی تھی جو پرندوں سے بھی سبقت لیجاتی تھی اور تیز ہواؤں کی برابری کرنیوالی
تھی اس کا نام عصا تھا۔ جذیمہ نے قصیر کی گفتگو سن لی اور کوئی جواب نہیں دیا اور روانہ ہو گیا۔ اور
زبّا نے جب اس کا ایلچی جذیمہ کے یہاں سے واپس ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اپنے لشکر کو ہدایت
کر دی تھی کہ کل جب کہ جذیمہ آجائے تو تم سب لوگ اُس کے سامنے اکٹھے ہو کر داہنے اور بائیں
دو صفوں میں کھڑے ہو جاؤ پھر جب وہ تمہاری صفوں کے بیچ میں پہنچ جائے تو چہار جانب سے بس
پر حملہ کر دو اور اس کو خوب گھیر لو اور خبردار یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ اور جذیمہ جب روانہ
ہوا تو قصیر اس کے دائیں طرف تھا جب قوم صف بستہ سامنے آئی اور دو صفوں میں تقسیم ہو کر
(راستہ بنا کر) کھڑی ہو گئی تو جب یہ لوگ وسط میں پہنچ گئے تو وُہ سب چاروں طرف سے اس طرح
ٹوٹ پڑے جس طرح شکرہ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اس کو گھیر لیا۔ اب جذیمہ نے سمجھ لیا کہ وہ اس
پر قابو پا گئے اور قصیر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا تو اس کی طرف منہ کر کے جذیمہ نے کہا اے
قصیر تو ٹھیک کہتا تھا تو قصیر نے کہا اے بادشاہ ابطأتَ بالجواب حتّی فاتَ الصوابُ۔ یعنی
آپ نے جواب دینے میں اتنی دیر لگائی کہ بھلائی کا موقع ہی ضائع ہو گیا (یہ پہلے بیان کیا جا
چکا ہے کہ قصیر کی گفتگو سُن کر جذیمہ نے جواب نہیں دیا تھا اور چل پڑا تھا) عرب میں یہ جملہ بھی
بطور ضرب المثل چل پڑا۔ جذیمہ نے کہا اب کیا رائے ہے قصیر نے کہا یہ عصا موجود ہے اس پر
سوار ہو کر نکل جاؤ اُمید ہے کہ آپ جان بچا لیجائیں گے۔ مگر جذیمہ نے اس کو پسند نہ کیا اور اسکو
لشکر اپنے ساتھ لیچلا تو جب قصیر نے دیکھا کہ جذیمہ نے قیدی بننے کے لئے اپنے کو حوالہ کر دیا اور
اس کو اب اس کے قتل کا پورا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے حواس جمع کئے اور عصا کی پشت پر قبضہ کیا
اور باگ سنبھال کر اس کے ایڑ لگائی اور وہ اس کو لیکر ہوا ہو گئی اسکو جذیمہ نے دیکھا کہ وہ اس کو
لیکر صاف نکل گئی اور (جب جذیمہ گرفتار کر کے لایا جا رہا تھا) زبّا نے اپنے محل کے اوپر سے جھانک
کر کہا تو کیسا اچھا دولہا بنا ہوا مجھ پر جلوہ افروز ہونے اور مجھ سے زفاف کے لئے آ رہا ہے یہاں

تک کہ اس کو لوگوں نے زبا کے پاس پہنچا دیا اور زبا کے ساتھ اس کے قصر میں صرف کنواری لڑکیاں ہی رہتی تھیں ہم عمر اور وہ اپنے تخت پر اس طرح بیٹھی تھی کہ اُس کے گرد ایک ہزار خادمائیں تھیں جن میں سے ہر ایک کی لباس اور ہیئت کے اعتبار سے نرالی شان تھی اور زبا اُن کے درمیان ایسی معلوم ہوتی تھی کہ ایک چاند ہے جس کو چاروں طرف سے تارے گھیرے ہوئے ہے۔ زبا نے حکم دیا کہ چمڑے کا فرش بچھایا جائے جو بچھا دیا گیا اور اُس نے خادماؤں سے کہا کہ اپنے سردار کا اور اپنی آقا کے دولہا کا ہاتھ سنبھال لو تو انہوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر چمڑے کے فرش پر بٹھا دیا اس طرح کہ زبا کو اور زبا اس کو دیکھتی رہے اور ایک دوسرے کی بات سن سکیں۔ پھر اس کے حکم سے خادماؤں نے جذیمہ کے ہاتھوں کی شریانیں کاٹ دیں اور دونوں ہاتھوں کے نیچے طشت رکھ دیئے گئے تو اس کا خون طشت میں جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر کچھ قطرات اُس چمڑے کے فرش پر گرے تو زبا نے ان باندیوں سے کہا کہ بادشاہ کا خون ضائع مت کرو اس کو سنکر جذیمہ نے کہا تجھے ایسے خون پر افسوس نہ کرنا چاہیئے جس کے بہانے کا ذمہ دار وہ خون والا خود ہی ہے جب جذیمہ کا انتقال ہو گیا تو زبا نے کہا واللہ تیرے خون سے ہمارا حق پورا نہیں ہوا اور نہ تیرے قتل سے پوری تشفی ہوئی ولکنہ غیض من فیض یعنی لیکن یہ بڑی چیز کا بدلہ چھوٹی چیز سے ہے (یہ جملہ بھی عرب کے محاورات میں داخل ہو گیا) پھر اس کے حکم سے دفن کر دیا گیا اور جذیمہ نے اپنی مملکت پر اپنے بھانجے عمرو بن عدی کو اپنا قائم مقام بنایا تھا وہ روزانہ حیرہ کے جنگلوں میں جذیمہ کے احوال کی جستجو میں گھومتا پھرتا رہا اور اپنے ماموں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا وہ ایک دن اسی فکر میں نکلا تھا کہ اس کو ایک سوار نظر آیا جو گھوڑا ہوا کی طرح دوڑائے چلا آ رہا ہے اُس نے کہا کہ گھوڑی تو جذیمہ ہی کی معلوم ہوتی ہے لیکن سوار کوئی بہیمہ یعنی جانوروں کی طرح سراسیمہ دکھائی دیتا ہے کسی نا معلوم امر کی وجہ سے غصا اس طرح آ رہی ہے۔ پھر قصیر قریب آ گیا تو عمرو بن عدی اور دوسرے لوگوں نے حال دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ مقدر بادشاہ کو مار دی اور اس کی موت کی طرف کھینچ کر لے گیا (اور سب قصہ سنایا) اور اس نے کہا کہ زبا سے خون کا بدلہ لیجیئے۔ تو عمرو نے کہا کہ زبا سے خون کا بدلہ کیسے لیا جا سکتا [illegible] بن زیادہ چست ہے قصیر نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ماموں

گو کس قدر نصیحتیں کی مگر موت اس کو طلب کر رہی تھی (اسلئے کوئی نصیحت کارگر نہ ہو سکی) اور خدا کی قسم جبتک آسمان پر ستارے چمک رہے ہیں اور سورج طلوع ہو رہا ہے میں اس کے خون کا بدلہ لینے سے غافل نہ ہو سکوں گا یا خون کا بدلہ لونگا یا یہ کہ میری جان ضائع ہو جائے اور میں معذور ہو جاؤں۔ پھر قصیر نے اپنی ناک کاٹ ڈالی اور زبار کے پاس اس صورت سے پہنچا گویا وہ عمرو بن عدی سے بھاگ کر آیا ہے۔ زبا کو اطلاع دی گئی کہ یہ قصیر بن سعد ہے جو جذیمہ کا چچا کا بیٹا اور اس کا خازن اور مہمات امور میں دخیل رہا ہے۔ یہ آپ کے پاس آیا ہے۔ زبار نے اجازت دیدی۔ وہ اس کے پاس پہنچا تو زبا نے کہا تو یہاں کیسے آیا اے قصیر؛ جب کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک عظیم الشان خون کا معاملہ ہے اُس نے کہا اے باعظمت بادشاہوں کی بیٹی میں آپ کے پاس اس اُمید سے آیا ہوں جو آپ جیسی بلند حوصلہ شخصیتوں سے ایسے مصائب کے وقت کی جا سکتی ہے اور حق یہ ہے کہ بادشاہ (ملیح بن البراء) کا خون اس کو بلا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے انتقام لے لیا اور میں آپ کے پاس عمرو بن عدی سے پناہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اُس نے اپنے ماموں کے قتل میں مجھے متہم قرار دیا اور یہ الزام عائد کیا کہ وہ میرے مشورے سے تمہارے پاس آیا تھا۔ اسی نے میری ناک کاٹ دی اور میرا مال چھین لیا اور اپنے اہل و عیال تک بھی مجھے نہ جانے دیا۔ اور مجھے قتل کی دھمکی دی، تو مجھے اپنی جان کا خوف ہوا اب میں بھاگ کر آپ کے پاس آیا ہوں اور آپ کی عزت کے سہارے سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اُس نے خوش آمدید کہا اور یہ کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے اور ہم تم کو ایک پناہ گزیں کا حق دیتے ہیں اور اس کو ٹھہرا لیا گیا اور اُس کے لئے جائے قیام کا انتظام کر دیا گیا اور اس کو مال اور جوڑے اور خادم عطا کئے اور اس کا خوب اکرام کیا گیا۔ قصیر عرصہ تک وہاں مقیم رہا مگر ایسا موقع نہیں ملتا تھا کہ وہ زبا سے اور زبا اُس سے گفتگو کر سکے اور وہ موقع فرصت اور حیلہ کی فکر میں لگا ہوا تھا اور زبار ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ رہتی تھی جو سرنگ کے دروازے پر بنا ہوا تھا وہاں وہ پورے طور پر محفوظ تھی کہ اس پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس سے ایک دن قصیر نے کہا کہ عراق میں میری کثیر دولت اور ایسے نفیس ذخائر موجود ہیں جو بادشاہوں کے استعمال کے قابل ہیں اگر آپ مجھ کو عراق جانے کی اجازت دیں اور اتنا مال بھی عطا فرما دیں کہ جس سے تھوڑا تجارتی سامان فراہم کر کے اُس

کو روانگی کا سبب بتاؤں اور بر سبیل تجارت اپنے اموال تک پہنچ سکوں تو جس قدر ممکن ہوگا وہاں سے آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔ زبا نے اجازت دیدی اور اس کو مال بھی دیدیا تو وہ عراق پہنچا اور کسریٰ کے ملک میں گھوم پھر کر وہاں سے نوادر کی عجیب چیزیں خریدیں اور جس قدر مال زبا نے دیا تھا اس سے بہت زیادہ قیمت کی اشیا لے کر واپس آگیا جن کو زبا نے بہت پسند کیا اور خوش ہوئی اور اب اس کے یہاں اس کا مرتبہ قائم ہو گیا۔ قصیر دوبارہ پھر عراق پہنچا اور پہلے سے بھی بہت زیادہ عجیب جواہر، کتان، ریشم، اور دیبا کے تھان لے کر آیا۔ اب اس زبا کے یہاں خاص مقام بن گیا اور اس کی عزت بہت بڑھ گئی اور زبا کا میلان اس کی طرف زیادہ ہو گیا۔ اسی طرح قصیر اس کو بہلاتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس سرنگ کا پورا راز معلوم کر لیا جو فرات کے نیچے تھی اور اس کا چور دروازہ پہچان لیا۔ پھر تیسری مرتبہ قصیر نے سفر کیا اور پچھلی دونوں بار سے زیادہ نفیس ظروف اور تحائف لیکر آیا۔ اب اس کا مقام زبا کے نزدیک اس درجہ بلند ہو گیا کہ مہمات ملکی اور پراگندہ امور کی درستی میں اس سے مدد لینے لگی اور ایسے امور کو براہ راست اس کے سپرد اور اپنے خاص معاملات میں اس کی جانب رجوع کرنے لگی۔ اور قصیر عقل سے آراستہ، صاحب وجاہت، مستقل مزاج، سلیقہ مند اور ادیب شخص تھا۔ زبا نے ایک دن اس سے کہا کہ میں ملک شام کے فلاں شہر پر حملہ کرنا چاہتی ہوں تم عراق جا کر کچھ اسلحہ، ہتھیار اور اونٹ گھوڑے اور خچر وغیرہ اور غلام اور کپڑے خرید کر لاؤ۔ قصیر نے کہا اور میرے عمرو بن عدی کے شہروں میں ایک ہزار اونٹ اور ہتھیاروں کا خزانہ اور گھوڑے خچر اور غلام اور کپڑے ذخیرے ایسے سامان موجود ہیں اور عمرو کو ان کا علم نہیں ہے اور اگر وہ ان پر مطلع ہو جائے تو ان پر قابض ہو کر آپ سے جنگ کرنے میں اس کو مدد مل سکتی ہے اور وہ اس کی بربادی کی آس لگائے ہوئے ہیں۔ سب میں چاہتا ہوں کہ اس طرح پہنچ جانا چاہتا ہوں کہ اس کو اطلاع نہ ہو سکے میں وہ سب آپ کے پاس اٹھا لاؤں گا جس سے آپ کی سب ضرورت پوری ہو جائے گی۔ تو جس قدر مال کی اس کو ضرورت تھی زبا نے اس کو دیدیا۔ وہ کہنے لگی اے قصیر تجھ جیسے شخص حکومت کی زیبائش ہوتے ہیں اور تیرے ہی جیسے لوگوں سے عمدگی سے انصرام امور ہوتا ہے اور مجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ جذیمہ کے انتظامات مملکت تیرے ہی ہاتھ سے انجام پاتے تھے اور مجھ سے بھی تیرا یہ معاملہ ہے (کہ جس کام پر میں ہاتھ ڈالنا چاہتی ہوں تیرا ہاتھ میری

امداد میں کمی نہیں کرتا اور اگر مجھ پر کوئی پریشانی میں ڈالنے والی حالت پیش آتی ہے تو تو خاموش نہیں بیٹھتا اس گفتگو کو ایک شخص نے سنا جو زبا کے خاندان کا تھا اس نے کہا یہ ایک جنگل کا شیر ہے اور جوش سے بھرا ہوا شیر ہے حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اور جب قصیر نے زبا رسے اپنے تقرب اور اس کے دل پر قابو پا لینے کا اندازہ کیا تو اس نے کہا کہ اب پیمانہ لبریز ہو گیا اور زبا سے رخصت ہو کر عمرو بن عدی سے آکر ملا اور اس سے کہا کہ میں زبا کے لئے اپنی تدابیر میں کامیابی حاصل کر چکا ہوں اب کوچ کر دو اور حملہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اس سے عمرو نے کہا میرا کام یہ ہے کہ جو کچھ کہیں اور امر کریں میں سنوں اور تعمیل کروں (اس زخم کے جو ہم کو لگا ہے) آپ ہی طبیب ہیں۔ اس نے کہا لشکر اور اموال کا انتظام کیجئے۔ اُس نے کہا آپ کا حکم واجب التعمیل ہے تو اس نے قوم کے نوجوانوں اور اپنی مملکت کے سرداروں پر مشتمل دو ہزار اشخاص تیار کئے اور ان ایک ہزار اونٹوں پر اس طرح سوار کیا کہ وہ بڑے بڑے سیاہ رنگ کے تھیلوں میں بند ہو گئے اور ان کو مسلح کر دیا اور تلوار اور ڈھال کے ساتھ ہی تھیلوں میں بند کیا گیا تھا اور تھیلوں کے سر کو اندر سے باندھا گیا تھا اور عمرو بن عدی (بادشاہ) بھی ان ہی میں تھا اب گھوڑوں اور خچروں کو ان اونٹوں کے ساتھ جن پر وہ تھیلے لدے ہوئے تھے لئے ہوئے قصیر روانہ ہو گیا جب زبا کی حد میں داخل ہو گیا تو بشارت دینے والے نے آکر اس کو خوشخبری سنائی کہ قصیر آگیا ہے۔ جب قصیر شہر کے قریب آگیا تو اس نے اپنے لوگوں کو تیار رہنے کی ہدایت کی جو بوروں میں تلواروں اور ڈھالوں سے مسلح چھپے ہوئے تھے اور کہا کہ جب اونٹ شہر کے وسط میں پہنچ جائیں تو اس لشکر کے باہر آنے کی یہ نشانی ہے (مثلاً ڈھول بجا دیا جائیگا یا اور کسی طرح کی آواز مقرر کر لی) اور اس وقت سب لوگوں کو اندر کی گرہیں کاٹ کر فوراً باہر نکل آنا ہوگا جب یہ قافلہ زبار کے شہر سے آملا تو زبار اپنے محل کے اوپر تھی اس نے وہاں سے اونٹوں کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ لدے ہوئے آرہے ہیں تو اس کو کچھ شک پیدا ہوا اور اس سے پہلے اس سے قصیر کی برائی کی گئی تھی اور اس سے بچنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو اس نے کہنے والے کو یہ جواب دیا تھا کہ قصیر آج ہمارا ہے ہماری نعمت سے پرورش پا رہا ہے اور حکومت کا بڑا خیر خواہ کارگذار ہے تم کو ایسے خیالات پر صرف حسد ابھار رہا ہے کہ تم میں کوئی اس جیسا نہیں ہے اب اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی جب کہ اُس نے اونٹوں کی کثیر تعداد

اوران پر بڑے وزن کے بورے دیکھے اور قصیر کے بارہ میں جو شبہات ڈالے گئے تھے وہ بھی پیش نظر تھے تو اس نے کہا :-

مَا لِلجِمَالِ مَشْيُهَا وَئِيدًا ۔ أَجَنْدَلًا يَحْمِلْنَ أَمْ حَدِيدًا

ان اونٹوں کے آہستہ آہستہ چلنے کی وجہ کیا ہے یہ پتھر کی چٹانیں اٹھائے ہوئے ہیں یا لوہا۔

أَمْ صَرَفَانًا بَارِدًا شَدِيدًا ۔ أَمِ الرِّجَالَ فِي المُسُوحِ سُودًا

یہ کہیں ٹھنڈی اور سخت ترین موت تو نہیں ایسا تو نہیں کہ ان تھیلوں میں سیاہ رنگ لشکری بیٹھے ہوں۔

پھر اپنی لونڈیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اری الموت الاحمر فی الغرائر السود یعنی میں سرخ موت کو (خون بہنے کی سرخی کی طرف اشارہ ہے) سیاہ تھیلوں میں دیکھ رہی ہوں یہ جملہ عرب میں ضرب المثل ہو گیا قصیر کے اونٹوں کا قافلہ جب وسط شہر میں داخل ہو گیا۔ اور کامل طور پر سب داخل ہو چکے تو اس (طے شدہ) علامت کا استعمال کیا گیا تو فوراً ہی سب لوگوں نے تھیلوں کی گرہیں کاٹ ڈالیں اور دو ہزار بازوئے شمشیر زن مع دو ہزار شمشیر براں زمین پر آکھڑے ہوئے اور اس مقتول کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے جو دھوکے سے بہایا گیا تھا اور زبا قصر سے گھبراتی ہوئی نکل کر سرنگ کی طرف بھاگنا چاہتی تھی کہ قصیر اس سے پہلے بھاگ کر سرنگ کے اور اس کے درمیان حائل ہو گیا (اور عمرو بن عدی اس کا پیچھا کر رہا تھا) جب زبا نے دیکھا کہ وہ گھر گئی اور پکڑی گئی تو اس نے فوراً اپنے ہاتھ میں سے انگوٹھی کو نکال کر نگل لیا۔ (اس کے نگینہ کے نیچے سم ساعت تھا یعنی فوراً ہلاک کر دینے والا زہر) اور کہا کہ میں خود اپنے ہاتھ سے جان دوں گی نہ تیرے ہاتھ سے اے عمرو اب اس کو عمرو اور قصیر دونوں نے جا لیا دونوں کی تلواریں اس پر ایک ساتھ پڑیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی اور یہ دونوں اس کی مملکت پر قابض ہو گئے اور اس کا تمام ساز و سامان اپنے تصرف میں لیا اور قصیر نے جذیمہ کے نشان مدفن پر قبہ بنا کر اس پر یہ ابیات تحریر کئے :- کہتا ہے ؎

مَلِكٌ تَمَتَّعَ بِالعَسَاكِرِ وَالقَنَا ۔ وَالمُشْرَفِيَّةِ عِزُّهُ مَا تُوصَفُ

(ترجمہ) یہ ایک بادشاہ کی قبر ہے جو عظیم الشان لشکروں سے متمتع تھا ور نیزوں اور تلواروں سے نادر کر دیا ہے اس کو ان و سمان نے جو بیان کئے جاتے ہیں :-

فَسَعَتْ منیتُه الی اعدائِه وھو المتوّج والحسام امرھف

پھر اسکی موت اس کو دشمنوں کی طرف کھینچکر لے گئی حالانکہ وہ تاجدار اور صاحب شمشیر بُراں تھا۔

(۴۷۷) ہم کو یہ روایت پہنچی کہ ایک بادشاہ تھا جس کو شمر ذوالجناح کہا جاتا تھا اس نے سمرقند پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا مگر کچھ کامیابی نہ ہو سکی تو اس نے شہر کے گرد تجسس کے لئے چکر لگانا شروع کیا اور ایک شخص کو جو اہل شہر میں سے تھا گرفتار کر لیا اور دلجوئی کر کے اسکے دل کو اپنی طرف مائل کر لیا اور اس سے شہر کا حال دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ وہاں کا بادشاہ تو محض ایک احمق ہے اس کا سب سے بڑا کام صرف کھانا پینا اور جماع کرنا ہے البتہ اس کی لڑکی ساما با کی سب ضرورتوں کو پورا کرتی ہے تو شمر نے اس کی معرفت اس کے پاس ہدیہ بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میں مال جمع کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں کیونکہ میرے پاس چار ہزار صندوق سونے چاندی سے بھرے ہوئے موجود ہیں وہ سب میں تیرے پاس بھیجکر چین پر حملہ کرنا چاہتا ہوں اگر میں نے اس سرزمین کو فتح کر لیا تو تو مجھ سے شادی کر لینا اور اگر میں ہلاک ہو گیا تو تمام مال کی تو مالک رہیگی جب یہ پیغام اس کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا میں اس کو منظور کرتی ہوں اس کو مال بھیجدینا چاہیئے تو شمر نے اس کے پاس چار ہزار صندوق روانہ کر دیئے اور ہر صندوق میں دو آدمی بٹھا دیئے (اور شمر نے اپنے اور صندوق والوں کے درمیان جھانجھ بجانے کو علامت قرار دیا کہ جب یہ آواز سنیں فوراً باہر آجائیں) جب یہ صندوق شہر میں پہنچ گئے تو اُس نے جھانجھ بجانا شروع کر دیا تو سب سپاہیوں نے فوراً باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور شمر اپنے لشکر کو مدد کے لئے لے کر چل پڑا تھا فوراً شہر میں داخل ہو گیا اور لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جو کچھ مال و دولت ملا اس پر قبضہ کر کے چین کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۴۷۸) کسریٰ شاہ فارس انتہا درجہ ذکی الطبع تھا ہم کو اس کی یہ حکایت معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست کے خلاف کسریٰ کے حضور میں چغلخوری کی تو کسریٰ نے جواب لکھا کہ ہم تیری خیر خواہی سے خوش ہوئے اور تیرے دوست کی ہم اس لئے مذمت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دوستوں کو پہچاننے میں کوتاہ ہے۔

(۴۷۹) کسریٰ کے منجموں نے اس کو خبر دی کہ تجھ کو قتل کیا جائیگا تو اُس نے کہا کہ میں

بھی اپنے قاتل کو ضرور قتل کر دونگا تو اس کے حکم سے ایک سخت زہر کو بعض ادویہ میں ملا دیا گیا اور اس کو مرتبان میں رکھ دیا گیا، پھر اس پر تحریر کر دیا گیا "جماع کی دوا جس کا تجربہ کیا گیا ہو شخص اتنے وزن میں کھائے گا وہ ایک دن میں اتنی مرتبہ جماع کر سکتا ہے"۔ جب اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا اور اس کے خزانوں کی تفتیش کی تو اس پرچی پر نظر پڑی تو اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ دوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی لونڈیوں سے ہمبستر ہوتا تھا اور کچھ دوا اس میں سے کھا گیا اور مر گیا۔ تو کسریٰ نے مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کر دیا۔

اور ایک روایت میں یوں مروی ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا تو اس شخص کو بھیجا جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، کسریٰ نے اس سے کہا چونکہ تیرا حق ہم پر واجب ہے اس لئے ہم تجھ کو ایک نایاب چیز کا نشان دیتے ہیں جس کو تو لے لینا اس سے تو مالدار ہو جائے گا۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے تو اس نے بتایا کہ وہ فلاں صندوق ہے (بعد قتل کسریٰ) وہ شخص شیرویہ کے پاس گیا اور اس کو اس بات کی خبر دی تو اس نے وہ صندوق نکلوایا (اس کو کھلوایا) اس میں ایک ڈبہ بند ہوا جس میں گولیاں تھیں اور ایک تحریر تھی کہ جو شخص اس میں سے ایک گولی کھا لے گا وہ ایک شب میں دس عورتوں کی ازالہ بکارت کر سکے گا۔ شیرویہ کو لالچ دامن گیر ہوا اور اس کو صحیح سمجھ کر لے لیا اور اس شخص کو معاوضہ دیدیا۔ پھر ان میں سے ایک گولی کھائی جس سے ہلاک ہو گیا۔ تو کسریٰ وہ پہلا مردہ ہے جس نے زندہ سے اپنے خون کا بدلہ لے لیا۔

ایک بادشاہ مغلوب ہو کر بھاگا تو جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے ان کے سامنے شیشے کے نگینے بکھیرتا گیا جن کو اس طرح مختلف رنگ دیئے گئے تھے کہ وہ سرخ اور سبز جواہر معلوم ہوتے تھے اور مٹیالے دینار جن پر سونے کا ملمع تھا تو تعاقب کرنے والے ان چیزوں کے چننے میں مشغول ہو گئے اور وہ ان سے بچ کر نکل گیا۔

(۴۸۱) ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک لشکر اس پر چڑھائی کرنے والا ہے اس نے بہت سے جو لیکر انہیں پانی میں بھگوایا کنیر کی شاخوں کے ساتھ پھر ان کو سکھا لیا۔ پھر ایک چوپایہ پر اس کا تجربہ کیا جب چوپایہ نے جو کھائے تو اسی دن مر گیا۔ جب دشمنوں کے قریب آنے کی خبر ہوئی، تو اپنے لشکر کو لیکر پیچھے ہٹ گیا اور جو اور غلہ کے ڈھیر ویسے ہی چھوڑتے ہوئے

چھوڑ گیا۔ جب وہ لشکر یہاں پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے جانوروں کو جَو کے ڈھیروں پر چھوڑ دیا تو سب کے سب مر گئے۔

(۴۸۲) ایک ایسی قوم نے جنگ کیا جن کے ساتھ ہاتھی تھے اور اس سبب سے دشمنوں پر ان کا پلّہ بھاری تھا۔ ایک شخص نے دشمنوں کو اشارہ کیا کہ خنزیر پکڑ لائیں اور اس کو ہاتھی کی سونڈ پر ماردیں (ایسا کیا گیا تو خنزیر نے چیخنا شروع کر دیا) جب ہاتھیوں نے اس کی آواز سنی تو بھاگ گئے۔

(۴۸۳) (ایک جہاد کے موقع پر کفار کے ساتھ ہاتھی تھا تو) ایک شخص اپنی گود میں بلاؤ کو دبالایا اور تلوار لیکر ہاتھی کی طرف بڑھا اور ہاتھی کی سونڈ میں تلوار تھی جب قریب پہنچا تو بلاؤ کو ہاتھی کے منہ پر پھینک مارا۔ ہاتھی پیٹھ پھیر کر اس طرح بھاگا کہ جو لوگ اس پر بیٹھے تھے سب نیچے گر پڑے اور مسلمانوں نے تکبیر کی آواز بلند کی اور حملہ کر دیا، اور یہی کفار کی ہزیمت کا سبب ہوا۔

(۴۸۴) اسلم بن زرعہ سے کہا گیا کہ اگر تو مرداس بن اُدیہ کے ساتھیوں کے مقابلہ سے بھاگا (جن کی قوت اسلم کی قوت سے زیادہ تھی) تو تجھ پر امیر عبداللہ بن زیاد ناراض ہو جائیگا اسلم نے جواب دیا کہ یہ بہتر ہے کہ امیر مجھ سے ناراض ہو اور میں زندہ ہوں اس سے کہ امیر مجھ سے خوش ہو اور میں مُردہ ہوں۔

(۴۸۵) ایک امیر (دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جو ابھی تک سامنے نہیں پہنچے تھے) نکلا اس کے ساتھ ایک دانشمند بھی تھا۔ جب کہ سب لوگ ناشتہ میں مشغول تھے اس نے امیر سے کہا سوار ہو جاؤ دشمن قریب آ گئے ہیں اس نے کہا کیسے ابھی تو کوئی بھی نظر نہیں آتا اس نے کہا جلدی کرو سوار ہونے میں تمہارے اندازے سے بہت پہلے دشمن آیا چاہتا ہے تو وہ مع اپنے ساتھیوں

ع۵ یہ اس کی ماں کا نام تھا۔ باپ کا نام جدیر تھا۔ حضرت اسلم بن زرعہ کو ابن زیاد نے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ابو بلال مرداس بن ادیہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے اہواز بھیجا تھا جو صرف چالیس تھے مگر وہ سخت جوش کے ساتھ لڑے کہ اسلم اور اسکے ساتھی دو ہزار ہونے کے باوجود ان چالیس کے سامنے نہ جم سکے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس کو ملامت کی تو اسلم نے یہ جواب دیا لیکن تذمنی وانا حی خیر من ان تثنی علی وانا میت۔ لکھا ہے کہ جب لڑکے اسلم کو دیکھتے تھے تو اس کو کھجانے کے لیے آواز کسا کرتے تھے کہ دیکھ تیرے پیچھے ابو بلال آ رہا ہو۔ یہ واقعہ ۵۸ھ کا ہے۔ یہ ابو بلال حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی شامل تھا پھر بعد واقعہ تحکیم آپ کا مخالف ہو گیا اور خوارج کا سرگروہ بن گیا۔ بوجہ کثرت عبادت اس کے ساتھ خارجیوں کو بہت عقیدت تھی ۱۲ مترجم ابن اثیر۔

کے سوار ہو گیا اتنے میں غبار دکھائی دینے لگا اور تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے گھوڑے نظر آنے لگے۔ امیر نے تعجب سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھ گئے۔ اس نے کہا کہ آپ نے وحشی جانوروں کو نہیں دیکھا کہ ہماری طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں حالانکہ ان کی عادت یہ ہے کہ یہ ہم سے بھاگتے ہیں میں اس سے سمجھا کہ ان سے خلاف عادت فعل ایسے امر کی وجہ سے واقع ہوا جس نے ان کو خوف زدہ کیا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

باب ۲۶: طبیبوں کی ذہانت کے واقعات

(۷۸۶) محمد بن علی الامین کہتے ہیں کہ ہم سے بعض قابل وثوق اطباء نے بیان کیا کہ ایک لڑکا بغداد سے رے پہنچا۔ راستہ میں اس کو یہ شکایت ہو گئی کہ اس کے منہ سے خون آتا تھا اس نے مشہور طبیب حاذق ابوبکر رازی کو بلا کر خون دکھایا اور تکلیف کا حال سنایا تو رازی نے اس کی نبض اور قارورے کو دیکھا اور اس کے حال پر غور کیا تو مرض سل کی کوئی دلیل موجود نہ تھی اور نہ کوئی زخم تھا اور کوئی دوسری بیماری نہ پہچانی جا سکی تو بیمار سے کہا کہ ٹھہرے تاکہ اس کے حال پر اچھی طرح غور کیا جا سکے مریض پر یہ بات بہت بھاری گذری اور اس نے کہا یہ زندگی سے مایوسی کی دلیل ہے کہ ایسا حاذق طبیب بیماری کو نہ سمجھے اور اس کا رنج بڑھ گیا۔ رازی اس کی حالت پر غور کرنے کے بعد پھر واپس آئے اور اس سے اس پانی کی کیفیت دریافت کی جو دوران سفر میں اس نے پیا تھا۔ تو مریض نے بتایا کہ اس نے حوض اور بند تالاب کا پانی پیا ہے رازی چونکہ بہت تیز طبع تھا اس کے خیال میں یہ بات بیٹھ گئی کہ پانی میں جونک تھی جو معدہ میں اتر گئی اور یہ خون اسی کے فعل کا نتیجہ ہے اب رازی نے کہا کل ہم تمہارا علاج کریں گے مگر اس شرط پر کہ تم اپنے لڑکوں سے کہدو کہ جو کچھ تمہارے بارے میں ہم حکم دیں اس میں وہ ہماری اطاعت کریں اس نے کہا بہت اچھا پھر رازی واپس ہو گئے اور دو بڑے لگن کائی کے بھروا کر منگائے اور دوسرے دن ان کو ساتھ لے کر مریض کے پاس پہنچے اور اس کو وہ دونوں لگن دکھا کر کہا کہ یہ سب بقدر دونوں لگن ہیں سے نگل جاؤ۔ وہ تھوڑا سا نگل کر ٹھہر گیا۔ رازی نے کہا نگلو۔ اس نے کہا نہیں نگلا جاتا۔ رازی نے لڑکوں سے کہا اس کو پکڑ کر اس کا منہ کھولو۔ انہوں نے اس کی تعمیل کی اس کو سیدھا لٹا کر اس کا منہ کھولا اور رازی نے وہ کائی اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی اور خوب سختی سے ٹھونسی

کو گھیرتے رہے اور اس کو نگلنے کا مطالبہ کرتے تھے اور دھمکیاں بھی دیتے تھے کہ اگر نہ نگلا تو مار پڑے گی یہاں تک کہ زبردستی ایک لگن کائی تو نگلا دی اور وہ شخص فریاد کرتا رہا اور کہتا رہا کہ مجھے ابھی قے ہو جائے گی پھر رازی نے اس کے حلق میں ٹھونسنا شروع کر دی۔ اب اس کو قے ہو گئی۔ تو رازی نے اس قے پر غور کیا تو اس میں جونک موجود تھی۔ صورت یہ ہوئی کہ جب جونک کے پاس کائی پہنچ گئی تو وہ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے اس سے قریب ہوئی اور اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور کائی پر متوجہ ہو گئی پھر طبیعت نے کائی کو مع جونک کے باہر پھینک دیا اور مریض تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

(۴۷۸) علی بن الحسن الصیدلانی نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے پاس ایک نوعمر لڑکا تھا ایک معمار کا اس کے معدہ میں شدید درد ہو گیا جس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ اس درد کے اکثر اوقات سخت جھٹکے لگتے رہتے تھے یہاں تک کہ لڑکا مرنے کے قریب ہو گیا۔ اس کا کھانا بھی کم ہو گیا اور بدن سوکھ گیا پھر اس کو اٹھا کر اھواز لایا گیا اور بہت کچھ علاج کیا گیا مگر قطعاً فائدہ نہ ہوا اسکو گھر واپس لے آیا گیا اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اتفاقاً ایک طبیب ادھر سے گذرا اس کا حال دیکھا اور بیمار سے کہا کہ مجھ سے اپنی تندرستی کے زمانہ کا حال پورے طور سے بیان کر اس نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں باغ میں گیا وہاں جس کوٹھرے میں گا ہیں بند تھی باری فروخت کے لیے بہت سے انار پڑے ہوئے تھے میں نے ان میں سے بہت سے کھائے طبیب نے پوچھا کہ کس طرح کھائے تھے اس نے کہا اس طرح کہ انار کا سر دانتوں سے کاٹ کر پھینکتا رہا اور پھر توڑ توڑ کر ٹکڑے کر کے کھاتا رہا۔ اس کے بعد طبیب نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ کل ہم تیرا علاج کریں گے۔ دوسرے دن طبیب ایک ہنڈیا میں گوشت کے پکے ہوئے پارچے لیکر آیا وہ ایک تیار کتے کے بچے کے گوشت کے بنائے گئے تھے۔ اس نے بیمار سے کہا یہ کھالے۔ بیمار نے پوچھا کہ یہ کیا ہے طبیب نے کہا جب تو کھالے گا تو بتائیں گے۔ بیمار نے کھا لیا۔ پھر اس سے طبیب نے کہا کہ اچھی طرح پیٹ بھر کر کھا جب اس نے خوب پیٹ بھر لیا تو طبیب نے کہا تو سمجھا ہے کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں! طبیب نے کہا کتے کا گوشت کھایا ہے بس اس کو فوراً ہی قے ہو گئی طبیب اس کی قے کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی چیز کھجور کی گٹھلی جیسی ڈالی جو حرکت کر رہی تھی اس کو طبیب نے پکڑ لیا اور بیمار سے کہا اپنا سر اٹھا اب تو اچھا ہو

چکا ہے اس نے اپنا سر اٹھایا تو اس کو متلی روکنے کے لئے دوا پلائی اور اس کے چہرے پر گلاب کے
چھینٹے مارے۔ پھر اس کو وہ گری ہوئی چیز دکھائی تو وہ چیچڑی تھی اور کہا کہ جس جگہ انار پڑے ہوئے
تھے وہاں گائے کی چیچڑیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک چیچڑی ایک انار کے سر پر آگئی۔ وہی انار تو
نے منہ میں رکھ کر اس کا سر کاٹا تھا وہ انار سے تیرے حلق میں اتر گئی اور اس نے معدہ کو پکڑ کر اسکو چوسنا
شروع کر دیا اور مجھ کو معلوم تھا کہ چیچڑی کتے کے گوشت پر زیادہ دوڑتی ہے (اس لئے میں نے
تجھ کو یہ کھلایا اگر یہ صحیح نہ ہوتا تو جو کچھ تو نے کھایا ہے اس سے نقصان نہ پہنچتا) بیمار تندرست ہو
گیا طبیب نے نصیحت کی کہ خبردار آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں دے لے اور
توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(۴۸۸) ہم سے ابو ادریس الخولانی نے ذکر کیا کہ میں نے محمد بن ادریس شافعیؒ سے سنا کہ فرماتے تھے
کہ کوئی موٹا آدمی اچھا نہیں ہوتا بجز اس کے کہ (امام) محمد بن الحسن اچھا ہو۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی
تو فرمایا کہ ایک صاحب عقل ان دو خصلتوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ آخرت
کا اور جہاں اس کو اس دنیا سے لوٹ کر جانا ہے اس کا اہتمام کرے گا، یا اپنی دنیا اور راحت زندگی
کا اہتمام کرے گا اور چربی فکر اور غم کے ہوتے ہوئے نہیں جمتی۔ جب کسی شخص میں دونوں باتیں نہ ہوں
تو وہ چوپاؤں کی حد میں داخل ہے اس کی چربی جمتی رہے گی اور وہ پھولتا اور موٹا ہوتا رہیگا)
پھر آپ نے یہ قصہ سنایا کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ بہت موٹا تھا اس کے بدن پر
بہت چربی چڑھی ہوئی تھی اور اپنے کاموں سے معذور ہو گیا تھا اس نے اطبا کو جمع کیا اور
کہا کہ کوئی مناسب تدبیر کرو کہ میرے اس گوشت میں کچھ کمی ہو کر بدن ہلکا ہو جائے لیکن وہ کچھ نہ
کر سکے پھر ایک ایسے شخص کو اس کے لئے تجویز کیا گیا جو صاحب عقل و ادب اور طبیب حاذق تھا
تو بادشاہ نے اس کو بلا کر حالت سے باخبر کیا اور کہا کہ میرا علاج کردو میں تم کو مالدار کر دوں گا
اس نے کہا اللہ بادشاہ کا بھلا کرے میں ستارہ شناس طبیب ہوں۔ مجھے مہلت دیجئے کہ میں آج کی
رات آپ کے طالع پر غور کر کے دیکھوں کہ کونسی دوا آپ کے تارے کے موافق ہے وہ ہی آپ
کو پلائی جائے گی پھر وہ اگلے دن حاضر ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ مجھے امن دیا جائے بادشاہ نے
کہا امن دیا گیا حکیم نے کہا میں نے آپ کے طالع کو دیکھا وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی

عمر میں سے صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے اب اگر آپ چاہیں تو میں علاج شروع کروں اور اگر آپ اس کی وضاحت چاہتے ہیں تو مجھے اپنے یہاں قید کر لیجئے اگر میرے قول کی حقیقت قابل قبول ہو تو چھوڑ دیجئے ورنہ قتل کر دیجئے بادشاہ نے اس کو قید کر لیا اور سب تفریحات بالائے طاق رکھیں اور لوگوں سے الگ رہنا اختیار کر لیا اور گوشہ نشین بن گیا۔ تنہا رہنے کا اہتمام کرنے لگا جو دن گزرتا گیا اس کا غم زیادہ ہوتا گیا۔ یہانتک کہ اس کا جسم گھٹ گیا اور گوشت کم ہو گیا جب اس طرح اٹھائیس دن گذر گئے تو طبیب کے پاس آدمی بھیجکر اس کو نکالا۔ بادشاہ نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے طبیب نے کہا اللہ بادشاہ کی عزت زیادہ کرے میرا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ مجھے غیب کے علم پر مطلع کر دیتا واللہ میں تو اپنی عمر بھی نہیں جانتا تو آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا میرے پاس آپ کیلئے بجز غم کے کوئی دوا نہیں تھی اور میرے اختیار میں آپ کے اوپر غم کو مسلط کرنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی تو اس تدبیر سے آپ کے گردوں (اور دیگر اعضا) کی چربی گھل گئی بادشاہ نے اس کو بہت انعام دے کر رخصت کیا۔

(۴۸۹) ہم کو ابو الحسن بن الحسن بن محمد الصالحی کاتب سے معلوم ہوا اس نے بیان کیا کہ میں نے مصر میں ایک طبیب کو دیکھا جو وہاں قطیعی کے نام سے مشہور تھا اس کی ماہوار آمدنی جو بطور وظائف ہر مہینہ رؤسا لشکر سے ہوتی تھی اور سلطان کی طرف سے جو شاہی تھا اور جو عوام سے آمد ہوتی تھی ایک ہزار دینار تھی اور اس نے اپنا مکان بھی شفاخانہ کے مشابہ بنایا تھا جس کے ایک حصہ میں ضعفاء اور بیماروں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا یہ ان کا علاج کرتا تھا ان کی غذا اور ادویہ اور خدمت پر اپنی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس کے نوجوان لڑکے کو مصر میں سکتہ ہو گیا تو اس کو دیکھنے کے لئے تمام اطباء کو جمع کیا گیا ان میں قطیعی بھی تھا۔ تمام اطباء کی رائے اس کی موت پر متفق ہو گئی سوائے قطیعی کے اور اہل میت نے اس کو نہلانے اور دفن کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا قطیعی نے کہا میں اسکا علاج کرتا ہوں وہ موت سے زیادہ بس پر ان لوگوں نے اتفاق کر لیا۔ اور تو کسی نقصان کا اندیشہ ہی نہیں ہے (موت تو نقصان کی آخری حد ہے) اہل میت نے اس کو قطیعی کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا ایک غلام کو جو قوت کے ساتھ کوڑے مارے اور کوڑے منگوائے۔ چنانچہ ... قطیعی نے ... حکم دیا ... کر دے

پوری طاقت سے مارے پھر اُس نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور دس درّے لگوائے پھر تجسّس کیا اور
اطباء سے پوچھا کہ کیا مردے کی نبض حرکت کر سکتی ہے انہوں نے کہا نہیں قطیعی نے اُن سے کہا کہ
اس کی نبض پر غور کرو تو سب نے اتفاق کیا کہ نبض میں حرکت موجود ہے پھر دس کوڑے اور مارے
پھر کہا کہ اب پھر دیکھو اطباء نے دیکھ کر کہا اب پہلے سے بڑھ گئی ہے، پھر دس کوڑے اور مارے
تو اور بڑھ گئی پھر دس اور مارے تو مریض نے آہ کی پھر دس کوڑے اور مارے اب مریض چلایا تو اب
مارنا بند کرا دیا تو مریض نے بیٹھ کر آہ آہ کرنا شروع کی قطیعی نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے
مریض نے کہا مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے قطیعی نے کھانا کھلانے کی ہدایت کی مریض کو مناسب
کھانا کھلایا گیا تو اس کی قوت عود کر آئی اور اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا اس سے اطباء نے پوچھا کہ
یہ طریق علاج آپ کو کیسے معلوم ہوا قطیعی نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا جس کے
ساتھ اعراب کے گھوڑے سوار ہماری حفاظت کے لئے چل رہے تھے ان میں ایک سوار اپنے
گھوڑے سے گر گیا اور اس کو سکتہ پڑ گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ شخص مر گیا تو اُن میں سے ایک
بوڑھا آیا اور اس نے اس کو بہت ہی شدت اور سختی سے مارنا شروع کیا۔ جب تک اس کو ہوش نہ
آ گیا اس وقت تک برابر مارتا ہی رہا میں اس سے سمجھا کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس نے
اس کے سکتہ کو زائل کر دیا اسی قیاس پر میں نے اس بیمار کا علاج کیا۔

(۴۹۰) ابو منصور بن ماریہ کا بیان ہے جو رؤسا البصرہ میں سے تھا کہ ہمارے ایک شیخ نے ذکر
کیا کہ ایک شخص کو ہمارے رشتہ داروں میں سے مرض استسقا ہو گیا جب زندگی سے مایوسی کی نوبت
آ گئی تو اس کو بغداد لایا گیا اور اطباء نے باہمی مشورے سے اس کے لئے بڑی دوائیں تجویز کیں تو
ان کو بتایا گیا کہ مریض ان ادویہ کو کھا چکا ہے اور اُن سے کوئی نفع نہیں ہوا، تو انہوں نے
اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کر دیا اور کہہ دیا کہ اب اس کے دفع مرض کے لئے ہمارے پاس
کوئی تدبیر نہیں ہے۔ [illegible] بات کو [illegible] کر لیا اب مجھے چھوڑ دو کہ میں دنیا کی جن چیزوں کو
دل چاہتا ہے کھا پی لوں [illegible] مجھے قتل کرو [illegible] جو کچھ [illegible] آئے
کھاؤ [illegible] بیمار گھر کے دالانے پر بیٹھا [illegible]
سے خریدا [illegible] ایک مرتبہ اس کے سامنے [illegible] آیا تو [illegible]

اس سے پانچ سیر ٹیڑیاں خریدیں اور سب کی سب کھا گیا اب اس کو اسہال ہونے شروع ہوئے یہاں تک کہ تین دن میں تین سو مرتبہ سے زیادہ اس کو بیت الخلاء کے لئے) اٹھنے کی ضرورت ہوئی اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ پھر اسہال بند ہو گئے اور جو کچھ (مادۂ خبیثہ) اس کے پیٹ میں تھا سب نکل گیا اور قوت پیدا ہو گئی اور اچھا ہو گیا اور اپنی ضرورتوں کے لئے باہر پھرنے لگا ایک مرتبہ ایک طبیب نے (جو اس کی صحت سے مایوس ہو چکا تھا) اس کو تندرست) دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اس سے حال پوچھا تو اس نے بیان کر دیا اس نے کہا ٹیڑی کی تاثیر تو یہ نہیں ہے کہ اس سے ایسی کیفیت ظاہر ہو۔ یہ لازمی بات ہے کہ جن ٹیڑیوں کے کھانے سے یہ بات پیدا ہوئی ان میں کوئی خصوصیت ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس شخص کا پتہ دو جس نے وہ ٹیڑیاں تمہارے ہاتھ بیچی تھیں۔ یہ اس کو ڈھونڈتے رہے یہاں تک کہ وہ دروازے کے سامنے سے گذرا اور اسکو طبیب نے دیکھ لیا طبیب نے اس سے کہا کہ تو نے وہ ٹیڑیاں کس سے خریدی تھیں اُس نے کہا میں نے خریدی نہیں میں خود ہی شکار کرتا ہوں اور بہت سی جمع کر کے پکاتا ہوں اور فروخت کرتا ہوں۔ طبیب نے پوچھا کہ تو ان کا شکار کہاں سے کرتا ہے اس نے جگہ بتائی جو بغداد کی آبادی سے چند کوس کے فاصلہ پر تھی۔ اس سے طبیب نے کہا میں تجھ کو ایک دینار دونگا تو میرے ساتھ اس جگہ چل جہاں سے ان ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے۔ اس نے منظور کر لیا اور دونوں اس جنگل میں پہنچے اور طبیب دوسری دن واپس آیا اور اس کیساتھ کچھ ٹیڑیاں اور کچھ بوٹی تھی۔ لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں اس جگہ پہنچا جہاں سے یہ شخص ٹیڑیوں کا شکار کیا کرتا ہے جو ایسے صحرا کی گھاس کھاتی ہیں جس میں صرف یہی بوٹی ہے جس کا نام مازریون ہے اور یہ استسقا کی ادویہ میں سے ہے یہ دوا اگر بقدر ایک درہم بیمار کو دی جاتی ہے تو اس کو سخت اسہال شروع ہو جاتے ہیں جن کے رُکنے پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا اور اس سے علاج خطرناک ہے اسی لئے اطبا اس کو تجویز نہیں کرتے (اس کو فائدہ کی صورت یہ ہوئی کہ) جب ٹیڑیاں اس گھاس پر پڑیں اور انہوں نے اس کو کھایا تو وہ ان کے معدہ میں پکی رہی پھر ٹیڑیاں پکائی گئیں تو دو مرتبہ پکنے کی وجہ سے اس دوا کے فعل میں ضعف پیدا ہو گیا اور اعتدال پر آ کر اس قابل ہو گئی کہ اس شخص کو مفید ہو گئی۔

(۴۹۱) ابوبکر جزانی نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی حسین بن ابی عمر کی طرف گیا تھا تو وہ متفکر اور غمگین تھے میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو رنج و غم سے محفوظ رکھے میں یہ کیا حال دیکھ رہا ہوں کہنے لگے یزید المائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا اللہ قاضی القضاۃ کو سلامت رکھے یزید المائی کون شخص ہے کہ اگر وہ مر گیا تو قاضی القضاۃ بھی اسقدر شدت کیساتھ اس پر غمگین ہیں انہوں نے کہا افسوس ہے کہ تجھ جیسا شخص ایسی گفتگو کرے اس شخص کے بارے میں جو اپنے فن میں یگانہ روزگار ہوا اور وہ مر گیا اور کوئی اس کے بعد ایسا نہیں جو حذاقت میں اس کے قریب بھی ہو جس کو اس کا جانشین مان لیا جائے کسی شہر کے لئے قابل فخر وہاں کے ماہرین فن اور تجربہ کار اہل علم ہی ہوتے ہیں تو جب کوئی ایسا شخص اٹھ جائے جس کا اپنے فن میں کوئی مثل موجود نہ ہو جس کی دنیا کو بڑی ضرورت ہو تو کیا ایسا حادثہ علم کے نقصان اور ملکوں کے انحطاط کا باعث نہ ہوگا۔ اس پر تباہی بھی آ جائے کم ہے پھر انہوں نے اس کے فضائل گنوانے شروع کر دیئے اور عجیب چیزیں جن سے وہ علاج کرتا تھا اور سخت امراض کے واقعات سنائے جو اس کی تدبیر سے زائل ہوئے اور ایسی بہت سی باتوں کا ذکر کیا منجملہ ان کے ایک یہ ہے انہوں نے کہا کہ عرصہ ہوا کہ مجھ سے اس شہر کے ایک بڑے معزز شخص نے ذکر کیا تھا کہ اس کی لڑکی ایک عجیب بیماری میں مبتلا ہے جس کو وہ اس سے چھپاتی رہی پھر جب وہ اس سے مطلع ہو گیا تو وہ بھی ایک مدت تک چھپاتا رہا پھر جب دم لبوں پر آ گیا تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خیال کیا کہ اب تو اس سے زیادہ مخفی رکھنے کی گنجائش ہی نہیں رہی اور بیماری یہ تھی کہ لڑکی کی شرمگاہ میں درد کے سخت جھٹکے لگتے تھے جن کی وجہ سے رات کی نیند اور دن کا سکون ختم ہو چکا تھا اور اس تکلیف سے وہ بڑی چیخیں مارتی تھی اور اس کے دوران میں اس میں سے گوشت کے پانی کے رنگ کا تھوڑا سا خون بھی نکلتا تھا اور نہ وہاں بظاہر کوئی زخم تھا اور نہ زیادہ ورم تھا جب مجھے ڈر ہوا کہ یہ اگر مر گئی تو خدا کے سامنے میں گنہگار ہوں گا میں نے یزید کو بلا کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا آپ مجھے ایک بات کہنے کی اجازت دیجئے اور اس پر مجھے معذور سمجھئے میں نے کہا بہت اچھا میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں کوئی دوا تجویز کر دوں بغیر موقع کو دیکھے ہوئے اور مجھے اپنے ہاتھ سے کچھ تفتیش کرنا پڑے گی اور عورت سے اسباب مرض معلوم کرنے کے لئے کچھ سوالات بھی کرنے پڑیں گے اس احتمال پر کہ اس قسم کے واقعات بھی مرض پیدا ہونے کا سبب

ہوئے ہوں۔ میں نے لڑکی کی خطرناک حالت اور موت کے قریب پہنچ جانے کی بنا پر ہر بات کی اجازت دیدی تو اس نے موقع کے تجسس کے بعد سوالات کا سلسلہ بہت لمبا کر دیا اور ایسی باتیں کیں جن کا بیماری سے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا جب تک تکلیف کے سبب کو وہ پہچان نہ گیا اس حد تک کہ قریب تھا کہ میں اس پر حملہ کر دوں میں مجبوراً صبر کئے رہا اور اس کی یہ عادت میرے پیش نظر آگئی جس کو میں جانتا تھا کہ وہ ہر ایک کے راز کو چھپایا کرتا ہے تو اس کڑوے گھونٹ پر صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے کہا کہ کسی کو حکم دو کہ وہ اس کو تھام لے میں نے اس کا انتظام کر دیا۔ پھر اس نے مقام مخصوص میں اپنا ہاتھ سختی سے دیدیا عورت چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی اور خون جاری ہو گیا اور وہ اپنے ہاتھ سے ایک جانور نکال کر لایا جو گہریلے سے کچھ چھوٹا تھا اور اس کو پھینکدیا اور لڑکی فوراً اٹھ بیٹھی اور اس نے اپنے بدن پر کپڑا ڈالا اور کہنے لگی کہ ابا مجھ پر پردہ چھوڑ دو میں اچھی ہو گئی ہوں پھر اس نے اس حیوان کو اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا اور مکان سے باہر آگیا۔ میں بڑھ کر اس سے ملا اور اس کو بٹھا کر میں نے کہا کہ مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ کیا چیز ہے کہنے لگے کہ مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرے سوالات تم کو سخت ناگوار گذرے ہیں وہ صرف اس لئے تھے کہ میں ان اسباب کی جستجو کر رہا تھا جن سے بیماری پر استدلال کر سکوں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ میں ایک دن اس کوٹھڑے میں بیٹھی تھی جس میں وہ بیل باندھے جاتے ہیں جو تمہارے باغ کا رہٹ چلاتے ہیں پھر اس کے بعد سے یہ تکلیف شروع ہو گئی اس دن کے بعد کو سبب تکلیف نہیں پہچان سکی تو میرے خیالات نے یہ اخذ کیا کہ اسکی شرمگاہ میں کوئی چیچڑی داخل ہو گئی ہے اور جب جس مقام پر جم رہی ہے وہاں سے خون چوستی ہے تو درد کے جھوکے لگتے ہیں اور جب وہ پیٹ بھر لیتی ہے تو خون کے قطرات چوسنے کی جگہ سے بہہ کر شرمگاہ سے باہر آجاتے ہیں (اپنے قیاس کی جانچ کے لئے) میں نے چاہا کہ اپنا ہاتھ پہنچا کر ٹٹول کر دیکھوں تو میں نے اپنا ہاتھ دیکھ دیکھا تو مجھے چیچڑی مل گئی پھر میں نے اس کو (اس جگہ سے توڑ کر) باہر کھینچ لیا اور وہ حیوان یہ ہے اور یہ بڑا ہو گیا اور چونکہ بہت زمانہ تک خوب خون چوستا رہا اس لئے اس کی صورت بھی بدل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ جب میں نے اس حیوان کو بغور دیکھا تو وہ بے شک چیچڑی تھی وہ لڑکی بھی چنگی ہو گئی۔ ابو بکر جفانی کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے قاضی ابو الحسن نے کہا کہ کیا آج بغداد میں کوئی ایسا ماہر

فن موجود ہے؟ تو میں کیسے رنجیدہ نہ ہوں ایسے شخص کی موت پر جس کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

(۴۹۲) جبرئیل بن بختیشوع نے بیان کیا جب رقہ میں ہارون الرشید گئے تھے میں ان کے ساتھ تھا اور محمد اور مامون بھی۔ (یعنی امین الرشید اور مامون الرشید) اور ہارون ایک بہت کھانے پینے والا شخص تھا۔ ایک دن بہت سی مختلف اشیاء کھالیں جن میں باہم متضاد کیفیات تھیں، جب بیت الخلاء گئے تو ان پر غشی طاری ہوگئی تو نکالے گئے اور نازک حالت ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کو ان کی موت کا یقین ہوگیا مجھے بلایا گیا میں نے نبض دیکھی تو نبض خفی پائی اور اس سے چند دن قبل ان کو متلی اور خون کی حرکت بڑھ جانے کی شکایت ہوچکی تھی میں نے کہا مناسب ہے کہ ابھی سینگیاں کھچوائی جائیں تو کوثر خادم نے کہا اے بدکار کے بچے تو ایک مرے ہوئے شخص کے سینگیاں کھچوانا چاہتا ہے تیری تجویز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی قدر کی جائے گی یہ اس لئے کہا کہ (وہ ہارون کی موت سے اپنے دل میں خوش تھا) امر خلافت کو اپنے آقا محمد امین الرشید تک پہنچنے کے منصوبے قائم کر رہا تھا مامون الرشید نے کہا (ظاہر تو) جو ہونا تھا واقع ہو چکا ہے اب سینگیاں کھچوانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ حجام (یعنی سینگی والے) کو حاضر کیا گیا اور میرے پاس غلاموں کی ایک جماعت اس کے جسم کو سنبھالے رکھنے کے لئے آگئی، اور حجام نے سینگیاں چوسنی شروع کر دیں تو وہ مقام سرخ ہوگیا اس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا پچھنے لگاؤ تو پچھنے لگائے گئے اس سے خون نکلا۔ تو میں نے اللہ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ جیسے جیسے خون نکلتا رہا۔ جسم کا رنگ کھلتا رہا یہاں تک کہ ہارون باتیں کرنے لگے اور پوچھنے لگے کہ میں کہاں ہوں، مجھ کو بھوک معلوم ہو رہی ہے تو ہم نے ان کو کھانا پیش کیا اور [illegible] تندرست ہوگئے [illegible] بادشاہ کا ذمہ دار افسر تھا پوچھا کہ [illegible] اس نے بتایا کہ [illegible] سال [illegible] کے نائب سے پوچھا تو [illegible] نے بتایا [illegible] [illegible] [illegible]

(۴۹۳) [illegible] بن المہدی [illegible] نے ہم سے ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ پر سکتہ پڑ گیا تھا اور

میرے متعلقین کو میری موت میں کوئی شبہ نہیں تھا انہوں نے مجھے غسل دیا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر لے چلے اور میرے پیچھے کچھ عورتیں بھی روتی پیٹتی جا رہی تھیں جب جنازہ ایک طبیب کے سامنے سے گذرا جو ہمارے یہاں مطب کرتا تھا اس کو ابن نوح کہا جاتا تھا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ تمہارا عزیز زندہ ہے مجھے موقع دو کہ میں اس کا علاج کروں اس پر شور مچ گیا اُن سے لوگوں نے کہا اس کو علاج کا موقع دینا چاہیئے کیا عجب ہے کہ زندہ ہو جائے ورنہ تمہارا نقصان ہی کیا ہوگا۔ عزیزوں نے کہا ہم کو فضیحتے کا ڈر ہے (کہ حکومت کو نعش کے دفن نہ کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے، حکیم نے کہا اس کا ذمہ دار میں ہوں کہ فضیحتہ نہیں ہوگا انہوں نے کہا اگر ہم پھنس گئے حکیم نے کہا پھر سلطان کا حکم میری ذات پر نافذ ہوگا لیکن اگر یہ اچھا ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا انہوں نے کہا جو آپ چاہیں حکیم نے کہا اسکی دیت کے برابر انہوں نے کہا اس قدر مال تو ہماری طاقت سے باہر ہے بالآخر ایک مقدار مال جو ورثا نے دینا منظور کی طبیب بھی اس پر راضی ہو گیا اور مجھ کو اُٹھا کر حمام میں داخل کیا اور میرا علاج شروع کر دیا میں اسوقت سے چوبیس گھنٹے کے بعد ہوش میں آگیا اور اس کو طے کردہ رقم دی گئی میں نے اس کے بعد طبیب سے پوچھا کہ تم نے کیسے پہچان لیا تھا کہ میں زندہ ہوں اس نے کہا میں نے تمہارے دونوں پاؤں کو کفن میں سیدھے کھڑے ہوئے دیکھ لیا تھا اور مُردے کے پاؤں بچھے ہوئے ہوتے ہیں وہ کھڑے نہیں رہ سکتے اس سے میں سمجھا کہ تم زندہ ہو اور میں نے قیاس کیا کہ تم کو سکتہ پڑا ہے اور تم پر تجربہ کیا تو میرا تجربہ صحیح ثابت ہُوا۔

(۴۹۴) ابو احمد الحارثی نے بیان کیا کہ ایک عیسائی طبیب تھا جس کو موسیٰ بن سنان کہا جاتا تھا اس کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا ذکر پھولا ہُوا تھا اور وہ پیشاب کرنے پر قادر نہیں تھا، ور فریاد کرتا اور چیختا تھا، طبیب نے بیماری کا حال اس سے پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ اتنے دنوں سے اس کو پیشاب نہیں ہوا اس نے اس کے ذکر کو پھولا ہُوا دیکھا اور اس کے حال پہ غور کیا۔ تو اسکو عسر البول کا کوئی سبب نہ ملا اور سنگریزہ تھا تو دن بھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر سوالات کرتا رہا۔ پھر اس نے مریض سے پوچھا مجھے صاف بتا کہ کیا تو نے اپنے ذکر کو کسی ایسی شے میں داخل کیا ہے جس میں عادۃً کوئی داخل نہیں کرتا جس کے بعد تجھ کو یہ شکایت واقع ہوئی۔ اب یہ شخص چپ ہُوا اور کہنے سے شرمایا مگر طبیب حال کھلوانے کی کوشش کرتا رہا اور اس سے رازداری کا وعدہ کرتا رہا یہاں

تنگ کر اس نے کہہ دیا کہ میں نے ایک گدھے سے نکاح کیا تھا۔ پھر طبیب نے ایک ہتھوڑا منگایا اور چند غلاموں کو بلایا انہوں نے اس شخص کو سنبھالا اور اس کے ذکر کو لوہار کی سندان پر رکھ کر خوب زور سے ایک ہتھوڑا مارا جس سے وہ تڑپ گیا تو ایک جو نکلا اور یہی قیاس طبیب نے کیا تھا کہ کوئی جو کا دانہ گدھے کی لید کرنے کی جگہ سے سوراخ ذکر میں داخل ہو گیا ہے جب اس پر ہتھوڑا لگا تو وہ نکل آیا۔

(۴۹۵) ہم سے ابو القاسم الجہنی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک خلیفہ کی محبوبہ کنیز نے کھڑی ہو کر انگڑائی لی یہ خلیفہ غالباً ہارون الرشید تھا جب اس نے انگڑائی لیکر اپنے ہاتھوں کو نیچے لانا چاہا تو نہ لاسکی اور وہ اسی طرح کھلے رہ گئے تو وہ چلائی اور اس کو اس سے بڑی تکلیف ہوئی اور خلیفہ کو اطلاع پہنچی انہوں نے آکر اس کے حال کا مشاہدہ کیا جس سے ان کو تشویش ہوئی اور طبیبوں سے مشورہ کیا ہر ایک نے تدبیر کی اور دوا کا استعمال کرایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور اس لڑکی کو اسی صورت سے کئی دن گذر گئے اور خلیفہ اس کی وجہ سے پریشان تھے تو ان کے طبیب نے آکر کہا کہ اے امیر المؤمنین اس کی کوئی دوا نہیں بجز اس کے کہ اس کے پاس ایک اجنبی شخص پہنچے اور اس سے تخلیہ کرے اور اس کی خاص طور پر مالش کرے جس کو وہ جانتا ہے خلیفہ نے اس کی صحت کی خاطر سے منظور کر لیا پھر طبیب نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اس نے اپنی آستین سے تیل کی شیشی نکالی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں اے امیر المؤمنین کہ آپ اس کو بالکل برہنہ کرا دیں تاکہ اس کے تمام بدن پر اس تیل کی مالش کروں۔ یہ بات اس پر بہت شاق گذری پھر حکم دیا کہ ایسا کر دیا جائے اور اپنے دل میں اس شخص کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا اور خادم سے کہا کہ اس کو پکڑ لے اور جب وہ ننگی ہو جائے تو اس کے پاس پہنچا دے۔ پھر وہ کنیز برہنہ کر کے کھڑی کی گئی جب وہ شخص اندر گیا اور اس کے قریب ہوا تو اس کی طرف چل کر اپنے ہاتھ کو اس کی شرمگاہ کی طرف بڑھایا کہ اسے چھونا چاہتا ہے اس کنیز نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا اور اس وجہ سے اس پر شدت کیساتھ گھبراہٹ اور حیا کا غلبہ ہوا۔ حرارتِ طبعی کے پھیلنے کی وجہ سے اس کا بدن گرم ہو گیا اور اس نے اس کے ارادے کو پورا کرنے میں مدد پہنچائی جب اس نے اپنے جسم (یعنی ہاتھوں) کو شرمگاہ کے چھپانے کے لئے استعمال کرنا چاہا۔ جب اس نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا تو اس سے اس شخص نے کہا تو شفا پا چکی ہے اب اپنے ہاتھوں کو حرکت مت

دینا۔ پھر اس شخص کو خادم پکڑ کر رشید کے پاس لایا اور اس کو واقعہ کی اطلاع دی تو اس طبیب سے رشید نے کہا تم اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ مناسب سمجھتے ہو جس نے ہماری حرم کی شرمگاہ کا مشاہدہ کیا تو طبیب نے اپنے ہاتھ سے اس شخص کی (جو تیل لے کر پہنچا اور اس نے کنیز کے جسم کا مشاہدہ کیا تھا۔) داڑھی کھینچ لی تو وہ مصنوعی نکلی جو چہرے پر لگی ہوئی تھی وہ الگ ہو گئی اور وہ شخص جاریہ ثابت ہوئی۔ طبیب نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین میں کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کی حرمت اور ناموس کو مردوں کے سامنے کر دوں۔ مگر مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر یہ بات آپ پر کھول دوں تو اس کی اطلاع اس مریضہ کو نہ ہو جائے اور پھر میری تمام تدابیر بیکار ہو جائے کیونکہ میں نے یہ چاہا تھا کہ اس کے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا کر دوں جس سے اس کی طبیعت پر گرمی کا جوش پیدا ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھوں کو کھینچ لائے اور ان میں حرکت پیدا کر دے اور اس کو طبعی حرارت بھی معین بن جائے تو میرے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی حیلہ نہ آیا اور میں نے یہ صورت آپ کے سامنے پیش کی۔ تو خلیفہ نے اس کو بہت بڑا صلہ اور انعام عطا کیا۔ ابوالقاسم نے کہا اور اسی نظریہ کی بنا پر اطباء نے ضعیف قسم کے لقوہ کے علاج میں یہ تجویز کیا ہے کہ جب مریض غافل ہو تو لقوہ کی مخالف جانب پر اس کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا جائے تاکہ اس کے قلب میں طبعی جذبہ گرمی پیدا کر دے اور پھر طبعی طور پر ہی وہ بے اختیار اپنا منہ اس طرف پھیرے جس طرف تھپڑ لگا ہے تو لقوہ جاتا رہیگا۔

(۷۹۶) صلت بن محمد حجدری کہتے ہیں کہ مجھ سے بشر بن المفضل نے بیان کیا کہ ہمارا حاجیوں کا قافلہ سفر میں تھا تو ہمارا گذر عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر (یعنی ایک قبیلہ پر) ہوا ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں بہت خوبصورت تین بہنیں ہیں اور کہا گیا کہ وہ مطب کرتی ہیں اور علاج کی ماہر ہیں ہم نے چاہا کہ ان کو دیکھیں تو ہم نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی اٹھا کر اس سے چھیلدیا یہاں تک کہ اس میں خون ٹپکنے لگا۔ پھر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے سانپ نے کاٹ لیا ہے کیا کوئی جھاڑنے والا ہے تو ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت تھی کہ معلوم ہوتا تھا سورج نکل آیا وہ آکر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ اس کے

سانپ نے نہیں کاٹا۔ ہم نے کہا کیسے تو اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مر جائیگا اور واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا اور ہم اس سے متحیر ہو گئے۔

(۴۹۷) ایک شخص نے ایک طبیب سے اپنے پیٹ کے درد کی شکایت کی طبیب نے پوچھا کہ تو نے کیا چیز کھائی تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے جلی ہوئی روٹی کھائی تھی طبیب نے ایک ذرور (آنکھوں میں ڈالنے کا سفوف) منگایا تاکہ اس کی آنکھ میں لگائے اس نے کہا میرے پیٹ میں درد ہے آنکھ میں نہیں۔ طبیب نے کہا میں سمجھ چکا ہوں لیکن تیری آنکھ میں ذرور اس لئے ڈالنا چاہتا ہوں کہ آئندہ جلی ہوئی چیز تجھے نظر آیا کرے اور تو اس کو نہ کھایا کرے۔

باب ۲۷: طفیلیوں (یعنی بن بلائے مہمانوں) کے حالات

اصمعی کا قول ہے کہ طفیلی کہتے ہیں (کھانے کے لئے) بغیر بلائے کچھ مدعو لوگوں میں شامل ہو کر پہنچ جانے والے کو۔ یہ لفظ طفل سے بنا ہے طفل کے معنے ہیں دن کے اوپر رات کا اپنی تاریکی کے ساتھ چھا جانا۔ اور اس میں مناسبت یہ ہے کہ اس شخص کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ مدعو لوگ اس سے تاریکی میں ہوتے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کو بلایا گیا یا نہیں اور یہ کیسے ان کے ساتھ آملا۔ اور اصمعی نے کہا بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ طفیلی منسوب ہے طفیل کی طرف۔ طفیل کوفہ میں ایک شخص تھا بنی غطفان میں سے یہ شخص ولیمے کی دعوتوں میں بغیر بلائے پہنچ جایا کرتا تھا اس لئے اس کا نام طفیل الاعراس یا طفیل العرائس (شادیوں والا طفیل) مشہور ہو گیا تھا اس میں کلام ہے کیونکہ عرب طفیلی کو وارش اور راشن کہتے ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مجلس شراب میں بغیر بلائے پہنچ جائے اس کو واغل کہتے ہیں

ابو عبیدہ کا قول یہ ہے کہ بنی ہلال میں ایک شخص تھا جس کو طفیل ابن زلال کہا جاتا تھا جب اس کو کہیں دعوت کا حال معلوم ہوتا تھا کھانے کے لئے پہنچ جاتا تھا اور کھاتا تھا تو جو شخص ایسا کرتا تھا اس کو اس نام سے موسوم کیا جانے لگا۔

(۴۹۸) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کو ابو شعیب کہا جاتا تھا اور اس کے پاس ایک غلام گوشت پکانے والا تھا۔ ابو شعیب نے اپنے

خادم سے کہا کہ کھانا تیار کرے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں ابو شعیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعوت دیدی کہ آپ سمیت کل پانچ حضرات ہونگے پانچویں آنحضرت ہونگے جب آپ تشریف لیچلے تو ایک شخص آپ کے پیچھے ہو لیا۔ وہاں پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو شعیب سے فرمایا آپ نے پانچ کی دعوت کی تھی جن میں سے پانچواں مجھے ہونا چاہیئے تھا اور یہ شخص ہمارے پیچھے آگیا اگر آپ اجازت دیں تو شریک طعام ہو جائے ورنہ واپس ہو جائے ابو شعیب نے کہا میں اجازت دیتا ہوں۔

(۴۹۹) احمد بن الحسن المقری نے بیان کیا کہ بنان ایک دعوت نکاح کے موقع پر پہنچا اندر پہنچنے کی صورت نہ بن پڑی تو ایک بقال کے پاس پہنچا اور اس سے دس پیالے شہد لے کر اپنی انگوٹھی رہن رکھدی اور شادی والے گھر کے دروازے پر پہنچا اور آواز دی کہ اے دربان دروازہ کھول۔ دربان نے کہا تو کون ہے۔ بنان نے کہا تو کون ہے۔ بنان نے کہا غالبا تو مجھے نہیں پہچانتا میں وہ ہوں جس کو پیالے لینے کے لئے بھیجا تھا۔ دربان نے دروازہ کھولدیا۔ بنان نے داخل ہو کر لوگوں کے ساتھ کھایا پیا جب فارغ ہو گیا تو پیالے اٹھا کر آلیا اور دربان سے کہا دروازہ کھولو وہ لوگ بالکل خالص شہد چاہتے ہیں ان کو واپس کرنا پڑے گا پھر آکر پیالے بقال کو واپس کر گیا اور اپنی انگوٹھی لے گیا۔

(۵۰۰) بنان نے ایک ولیمہ کی دعوت میں جانا چاہا مگر روک دیا گیا اور اس کو ہٹا کر دروازہ بند کر دیا گیا تو ایک سیڑھی کرایہ پر لے کر آیا اور اس کو صاحب شادی کے مکان کی دیوار سے کھڑی کر کے اوپر چڑھ گیا اور گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو جھانکنے لگا گھر والے نے کہا اے تو کون ہے تجھے خدا کا خوف نہیں تو ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو جھانک رہا ہے۔ بنان نے کہا اے شیخ (اور یہ آیت پڑھ دی) لقد علمت مالنا فی بنتک من حق وانک لتعلم ما نرید (ترجمہ: تو خوب جانتا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں اور تو یہ بھی خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں) صاحب خانہ ہنس پڑا اور بولا نیچے اترا اور کھالے۔

(۵۰۱) محمد بن علی الجلاب سے منقول ہے کہ ایک طفیلی نے ایک شادی کے موقع پر آنا چاہا مگر داخلہ سے روک دیا گیا اور وہ جانتا تھا کہ دولہا کا بھائی غائب ہے تو اس نے جا کر ایک کاغذ کا ورق لے کر خط کی طرح لپیٹا اور اس کو لفافہ کی طرح بند کر دیا اور اندر کچھ بھی

نہیں تھا اور اوپر لکھ دیا "بھائی کی طرف سے دولہا کے نام" اور آکر کہنے لگا کہ میرے پاس دولہا کے بھائی کا خط ہے تو اس کو اندر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ اس نے اندر پہنچکر اہل شادی کو خط دیدیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے آج تک خط کا عنوان (پتہ) اس طرح لکھا ہوا نہیں دیکھا اس پر کسی کا نام بھی نہیں لکھا طفیلی صاحب بولے کہ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس لفافہ کے اندر بھی کچھ نہیں ہے۔ ایک حرف بھی تو نہیں کیونکہ وہ بہت جلدی میں تھا سب لوگ ہنس پڑے اور سمجھ گئے کہ اس نے اندر آنے کا حیلہ بنایا ہے۔ اس کو کھانا کھلا دیا گیا۔

(۵۰۲) منصور بن علی الجہنمی نے بیان کیا کہ میرے پڑوس میں ایک طفیلی رہتا تھا دیکھنے میں بڑا وجیہ اور بولنے میں بڑا شیریں زبان۔ عمدہ خوشبو لگاتا تھا اور خوبصورت لباس پہنتا تھا اور اس کا معمول یہ تھا کہ جب مجھے کسی دعوت میں بلایا جاتا تھا تو میرے پیچھے پیچھے رہتا تھا۔ لوگ میری وجہ سے اس کی بھی عزت کیا کرتے اور اس کو میرا دوست سمجھ لیا کرتے تھے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ جعفر ابن القاسم الہاشمی امیر بصرہ نے ارادہ کیا کہ اپنے کسی بچہ کی ختنہ کرائے (اور معززین شہر کو اس پر مدعو کرے) تو میرے خیال میں یہ تصور ہوا کہ جعفر کا بھیجا ہوا آدمی میرے پاس آیا اور میں چلنے لگا تو وہ شخص بھی میرے پیچھے پیچھے آلیا اور واللہ اگر اب میرے پیچھے اس طرح چلا تو میں اس کو ضرور رسوا کروں گا۔ ابھی میں اس تصور ہی میں تھا کہ قاصد مجھے پکارتا ہوا آگیا تو میں نے بجز اس کے کپڑے پہنے اور باہر نکل آیا اور کوئی کام نہیں کیا تھا دیکھتا ہوں کہ وہ طفیلی صاحب گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں جو مجھ سے بھی پہلے تیاری کر چکے تھے۔ جب میں چلا تو میرے پیچھے پیچھے تھے۔ جب ہم امیر کے مکان پر پہنچ گئے تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ کھانے کی تیاری ہوئی دسترخوان بچھائے گئے۔ ہر جماعت ایک ایک دسترخوان پر تھی اور وہ طفیلی میرے ساتھ تھا جب اس نے اپنا ہاتھ کھانے کیلئے بڑھایا تو میں نے کہا ہم کو حدیث پہنچی۔ دوست بن زیاد سے اور ان کو ابان بن طارق سے ان کو نافع سے ان کو ابن عمر سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے مکان میں بغیر اس کی اجازت کے پہنچ جائے اور ان کا کھانا کھائے وہ داخل ہوگا چور بن کر اور نکلے گا لٹیرا بن کر۔" جب اس نے سنا تو بولا "میاں اپنی لغزش کی اصلاح کرو جو اس گفتگو میں تم سے سرزد ہوئی ہے اس

جماعت میں کوئی ایسا نہیں جو یہ نہ سمجھ لے گا کہ تم نے یہ جھنڈا اسی پر مارنا چاہا ہے کسی دوسرے پر نہیں۔ آپ کو اس بات کی بھی شرم نہیں آئی کہ آپ ایک سرفار کے دسترخوان پر یہ کلام کرتے ہیں جو کھانا کھلا رہا ہے اور آپ دوسرے کے کھانے پر اپنے سوا اوروں کے لئے بخل کا اظہار کر رہے ہو پھر تمہیں اس سے بھی شرم نہ آئی کہ تم دوست بن زیاد سے روایت کر رہے ہو جو ایک ضعیف راوی مانا جاتا ہے اور وہ ابان بن طارق سے روایت کرتا ہے جو متروک الحدیث ہے (یعنی محققین نے اس کی احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے) اور وہ ایسے حکم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ تمام مسلمان اس کے خلاف ہیں کیونکہ چور کے لئے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہے اور ڈاکو کا حکم یہ ہے کہ امام جو بھی سزا چاہے دے سکتا ہے (اور اس طرح کھانا کھانے والے کے لئے کوئی سزا مشروع نہیں ہے) اور تم وہ حدیث بھول گئے ہو جو مروی ہے ابو عاصم النبیل سے وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے وہ روایت کرتے ہیں ابو زبیر سے وہ روایت کرتے ہیں جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کا کھانا دو کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی اسناد بھی صحیح متن بھی صحیح، منصور بن علی کہتے ہیں اس نے مجھے خاموش کر دیا مجھے کوئی جواب بن پڑا۔ جب ہم واپسی کے لئے وہاں سے باہر آئے تو وہ مجھ سے الگ ہو کر راستہ کے دوسرے کنارے پر چل رہا تھا وہ پہلے میرے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا اور میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

وَمَنْ ظَنَّ ممن یلاقی الحروبَ ‏ ‏ بأن لا یُصاب فقد ظنَّ عجزاً

(ترجمہ) اور جس لڑائی میں شامل ہونے والے نے یہ گمان کر لیا کہ اس پر کوئی وار نہ ہو سکے گا تو اس نے بیہودہ خیال کر لیا۔

(۵۰۳) عبید اللہ محمد بن عمران الربانی سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ طفیلی العراس جس کی طرف منسوب کر کے طفیلی کہا جاتا ہے اُس نے اپنی اس بیماری کے زمانہ میں جس میں اُس کا انتقال ہوا اپنے بیٹے عبد الحمید بن طفیل کو وصیت کی جس میں اس سے کہتا ہے کہ جب تو کسی شادی کی محفل میں کھانے کے لئے پہنچے تو اس طرح اِدھر اُدھر مت دیکھنا جیسے کوئی شک کی حالت میں دیکھتا ہے (کہ لوگ کھانے دیں گے یا نہیں) اور بے تکلف بیٹھنے کی جگہ پر جا بیٹھو۔ اگر شادی میں ہجوم

زیادہ ہو تو (انتظام امور میں دخیل بن جاؤ کسی کو) حکم کرو کسی بات کا اور کسی کو منع کرو۔ نہ لڑکی والوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرو اور نہ لڑکے والوں کی آنکھ سے آنکھ ملاؤ تاکہ ہر ایک بجائے خود یہ خیال کرے کہ یہ دوسری جماعت والوں میں سے ہے اور اگر دربان تندمزاج اور بدلحاظ ہو تو اس سے خود بات شروع کرو کسی کام کے کرنے کی ہدایت کرو اور کسی سے منع کرو اس طرح کہ گفتگو میں کھرا پن نہ ہو اور گفتگو کا ایسا ڈھب اختیار کرو جو خیر خواہی و راہنمائی کے درمیان ہو۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

لا تجزعن من الغريب ولا من الرجل النبيل

وادخل کأنك طابخ بيديك مغرفة الجليل

کسی اوپرے آدمی کو دیکھ کر ہرگز نہ گھبرا جانا اور نہ کسی ایسے آدمی سے جو دور کھڑا ہوا (گھورتا) ہو اور اس طرح گھر میں بالکل گھس گویا تو ہی پکانیوالا ہے اور تیرے دونوں ہاتھوں میں اوبے کا کفگیر ہے۔

متدلیاً فوق الطعا ... م تدلی الباز الصیود

کھانے پر اس طرح جھکتا ہوا جسطرح باز اپنے شکاروں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

لتسف ما فوق الموا ... ئد سف بالف الفهود

جو کچھ بھی دسترخوان سے ہے اس طرح سب کا سب پیٹ جا جیسے چیتے اپنے شکار کو دبا لیتے ہیں

واطرح حیاءك انما وجه الطفيلي من حديد

اور حیا کو پھینک دینا اپنے اوپر سے کیونکہ طفیلی کا چہرہ لوہے کا ہوتا ہے (کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا)

لا تستفت نحو البقو ... ل ولا الى غرف الثريد

ترکاریوں کی طرف اور ثرید کے چمچوں کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا۔

حتى اذا جاء الطعا ... م ضربت فيه کالشديد

ہاں جب (النفیس قسم کا) کھانا آجائے تو اس پر بہادروں کی طرح ہاتھ مارنا۔

وعليك بالفالوذجا ... ت فانها عين القصيد

اور فالودوں کو نہ چھوڑنا کیونکہ وہ تو عین مقصد ہیں۔

هذا اذا حررته ودنوت منه هل من مزيد

یہ وُہ چیز ہے جب تو اُن سے وصول کرے (اور ہڑپ کرے) پھران کو پکارے کہ کچھ اور بھی ہے

والعرس لا یخلومن اللوزینج الرطب الخضیل

اور شادیاں لوزینہ سے خالی نہیں ہوتیں جو تر بتر عقل کو چکرا دینے والا ہوتا ہے۔

فاذا اُتیتَ بہ محو ۔۔۔۔ تَ محاسن الجام الجدید

پھر جب وہ تیرے پاس لایا جائیگا تو تو اس نئے پیالے کے مزوں میں محو ہو کر رہ جائیگا پھر لوزینہ کا ذکر آجانے کے بعد اس پر ایک گھڑی تک غشی طاری رہی جب افاقہ ہوا تو سر اُٹھایا اور کہا:۔

وَتَنَقّلَنْ عَلی السموا ۔۔۔۔ ئد فعل شیطان مرید

• اور دستر خوانوں پر تو شیطان مردود کی نقل کرنا (کہ جو کچھ ہاتھ لگے لے بھاگے)

واذا انتقلت عَبِثت بالکعک المجفف والقدید

اور جب (فالودہ اور لوزینہ جیسی چیزیں) تو نمٹا چکے تو بیکار شغل شیرمال کے سوکھے ٹکڑوں اور شوربے سے بھی کرلینا

یارب اَنت رزقتنی ھذا علی رغم الحسود

اے میرے پروردگار تو نے مجھے یہ کیسی نعمتیں عطا فرمائیں حاسدوں کی ناک رگڑنے کے لیے۔

واعلم بانّک ان قبلت نعمتَ یا عبد الحمید

اور اے (بیٹا) عبدالحمید یہ جان لے کہ اگر تو نے میری نصیحتوں کو قبول کر لیا تو بڑے مزے سے رہیگا

(۵۰۴) علی بن المحسن بن علی القاضی نے اپنے والد سے نقل کیا کہ سفر میں ایک طفیلی ایک شخص کیساتھ ہولیا اس نے طفیلی سے کہا ذرا (یار) جا کر ہمارے لئے گوشت خرید لاؤ اس نے کہا نہیں واللہ میں اس پر قادر نہیں تو وہ خود جا کر لے آیا پھر اس نے کہا اُٹھ کر پکالے تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ٹھیک نہیں پکے گا تو اس نے خود پکا لیا پھر اس نے اس سے کہا اُٹھ کر اسکا ثرید بنالے تو جواب دیا واللہ میں تو بہت سست ہو رہا ہوں تو اس شخص نے خود ہی ثرید بھی بنالیا پھر اس سے کہا کہ اس کو پیالوں میں اتار لے تو بولا مجھے یہ ڈر ہے کہ کوئی چیز میرے کپڑوں پر نہ اُلٹ جائے تو اس شخص نے خود ہی پیالوں میں اتارا پھر اس نے کہا اب اُٹھ کر کھا تو لے۔ تو طفیلی کہا اب تو مجھے شرم آہی گئی کہاں تک تیری ہر بات سے انکار ہی کرتا رہوں اور اُٹھ کر کھانے لگا۔

(۵۰۵) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سعد طفیلی سے پوچھا کہ چار ضرب چار کیا ہوئے؟ بولا دو روٹی اور ایک گوشت کا پارچہ۔ (یہ جواب اس بنا پر ہے کہ اس نے یہ سولہ لقموں کا تصور کیا جو کہ دو روٹیوں میں بآسانی بن سکتے ہیں۔ مترجم)

(۵۰۶) مبرد کا قول ہے کہ ایک طفیلی سے پوچھا گیا کہ دو ضرب دو کیا ہوتے ہیں تو بولا چار روٹی دوسری بار ایک
موقع پر کسی نے اس سے یہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا اتنی روٹیوں کی تعداد ہوگی جو ایک آدمی کھا سکتا ہے

(۵۰۷) ابو حسان نے بیان کیا ایک طفیلی سے پوچھا گیا چار ضرب چار کتنے ہوئے تو کہا سولہ روٹی۔

(۵۰۸) ابو حسان ہی سے منقول ہے کہ ایک طفیلی ایک شخص کے یہاں پہنچا تو اس سے صاحب مکان نے
کہا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ ہوں جس کو بلانے کے لئے کسی ایلچی کی ضرورت نہیں۔

(۵۰۹) ایک جماعت فالودہ کھانے کے لئے بیٹھی جو ایک بڑے ظرف میں رکھا گیا اور درمیان میں گڑھا
کرکے گھی رکھا گیا تھا، انہیں سے ایک شخص نے لقمہ سے گھی پر ڈال دیا اور کہا فکبکبوا فیها هم والغاوون
(تو اس میں وندھے منہ گرائے جائیں گے وہ اور گمراہ لوگ) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دوسرے نے کہا إذا
ألقوا فیها سمعوا لها شهیقا وهی تفور (جب وہ اس جہنم میں پھینکے جائیں گے تو اس کے چیخنے کی آواز سنیں
گے اور وہ جوش مارتی ہوگی) اور اس نے گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ تیسرے نے کہا وبئر معطلة وقصر
مشید (اور بیکار پڑے ہوئے کنوے اور مضبوط محل) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا چوتھے نے کہا
أخرقتها لتغرق أهلها لقد جئت شیئا إمرا (کیا تو نے اس کشتی کو توڑا کہ اس میں بیٹھنے والوں کو غرق کردے
تو نے یہ بڑا کام کیا) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا پانچویں نے کہا أنا نسوق الماء إلى الأرض الجرز (ہم پانی
کو سوکھی زمین کی طرف لیجاتے ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چھٹے نے کہا فیهما عینان تجریان (ان
دو باغوں میں دو چشمے جاری ہیں) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ساتویں نے کہا فیهما عینان نضاختان
(ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوں گے) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آٹھویں نے کہا فالتقی
الماء علی أمر قد قدر (پھر آسمان و زمین کا پانی اس کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا آپس میں مل گیا) اور
گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا نویں نے کہا فسقناه إلى بلد میت (ہم نے پانی کو ایسے شہر میں پہنچایا جس کی مردہ
زمین تھی) اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا دسویں نے کہا وقیل یا أرض ابلعی ماءك ویا سماء أقلعی (اور
حکم دیا گیا کہ زمین اپنے پانی کو پی جا اور اے آسمان تھم جا) اور اس نے تمام گھی باقی فالودہ پر ملا دیا
اور وہ سب خود لے لیا۔ (ایک مناسبت کے پیش نظر ہر ایک نے ایک ایک آیت پڑھ دی۔ اس قصہ میں یہ
ذکاوت تو موجود ہے مگر مناسبت یہی ہے کہ قرآن کے ساتھ تلعب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو یہ توفیق
عطا فرمائے کہ کسی حال میں بھی اس کی عظمت شان کو نہ بھولیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کی باتیں موجب گناہ ہے مترجم)

(۵۱۰) ایک طفیلی ایک جماعت میں شامل ہوکر ایک شخص کے یہاں پہنچ گیا اس نے پوچھا تو کون ہے۔ تو طفیلی نے جواب دیا کہ جب تم ہم کو بلاؤ نہیں اور ہم خود بھی نہ آئیں تو یہ کوئی اچھی بات نہ ہوتی۔

(۵۱۱) ایک طفیلی کے یہاں شادی ہوئی تو اس کے یہاں پہلی جماعت میں ہی دو طفیلی آگئے تو انکو اندر داخل کر لیا اور بالاخانہ کے پاس پہنچکر جس پر سیڑھی لگاکر ہی چڑھا جاتا تھا اس سے سیڑھی لگادی اور بولا کہ اوپر چڑھ جاؤ تاکہ تم مجمع سے الگ ہوکر تکلیف سے بچے رہو اور میں تمہارے لئے خاص طور پر اچھا کھانا لاسکوں۔ تو دونوں چڑھ گئے جب اٹاری پہ پہنچ گئے تو سیڑھی ہٹالی اور دسترخوان بچھایا اور اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو کھانا کھلایا اور وہ دونوں اوپر جھانکتے ہی رہے جب قوم کھانے سے فارغ ہوچکی تو سیڑھی رکھدی اور کہا اُتر آؤ۔ وہ اتر آئے پھر آپ نے ہر ایک کی گدی کو دھکیل کر کہا بس کامیابی کے ساتھ واپس ہو جاؤ تمہارے کہیں جانے کو اللہ کبھی ناکامیاب نہ کرے تم نے اپنے بھائی کا حق ادا کردیا۔

(۵۱۲) ایک طفیلی ایک مجلس طعام میں پہنچ گیا جب وہ کھا رہا تھا تو اس نے دربانوں کی آواز سنی تو کھانے سے ہاتھ روک لیا اس سے کہا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔ کہنے لگا ذرا یہ لرزہ خیز افواہیں بند ہوجائیں جو کانوں میں پڑرہی ہیں۔

(۵۱۳) ایک طفیلی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کیا بات ہے تیرے رنگ پر زردی کیوں چھا رہی ہے کہنے لگا کہ دونوں مرتبہ کی یخنی کے درمیان جو وقت گذرتا ہے مجھ پر یہ خوف طاری ہوجاتا ہے کہ کھانا ختم ہوگیا۔

(۵۱۴) ایک طفیلی نے دوسرے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا خبردار کھاتے وقت بات نہ کرو بجز بال کے کہ وہ بھی ایک دفعہ منہ چلانے کے برابر ہے۔

(۵۱۵) ایک طفیلی نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ جب تیرے پاس تنگ جگہ ہو تو جو شخص تیرے برابر بیٹھا ہوا ہو اس سے یہ کہہ کر کہ شاید میری وجہ سے آپکو تکلیف ہو رہی ہے تو وہ تجھ کو جگہ دیدیگا جتنی دو لوگوں کے لئے ہوگی۔

(۵۱۶) بنان طفیلی نے بیان کیا کہ میں نے تمام قرآن حفظ کیا تھا پھر سب بھول گیا مگر دو حرف یاد رہ گئے۔ آتنا غدائنا (ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لاؤ)

(۵۱۷) [illegible] قرآن پڑھ [illegible]

(۵۱۸) ایک طفیلی [illegible] کھانے میں مشغول تھا [illegible]
کی [illegible] کھانا [illegible]

بھی نیچے کو دب سکتا ہے ایسا کرو کہ ایک سانس زور سے اوپر کو کھینچو اور آہستہ سے باہر کو نکالو۔ تین دفعہ اس طرح کر لو۔ اس ترکیب سے جو کچھ کھایا ہوا ہے وہ سب نیچے اتر جائے گا۔

باب ۲۹: چوروں کی چالاکیوں کے واقعات

(۵۱۹) احمد بن المعدل البصری نے بیان کیا کہ میں عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ان کا ایک مصاحب آیا اور کہنے لگا بہت عجیب بات ہے عبدالملک نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا کہ میں اپنے باغ میں جانے کیلئے جنگل کی طرف چلا جب صحرا میں پہنچ گیا اور شہر کی آبادی سے دور نکل آیا تو ایک شخص نے سامنے آکر مجھے روک لیا اور کہا اپنے کپڑے اتار دو میں نے کہا کیا وجہ کیوں کپڑے اتاروں؟ اس نے کہا اسلئے کہ میں تم سے زیادہ انکا مستحق ہوں میں نے کہا یہ کیسے؟ بولا اس لئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں اور تم کپڑے پہنے ہوئے ہو میں نے کہا مروت بولا ہرگز نہیں تم انکو بہت عرصہ تک پہن چکے ہو۔ اب ان کو پہننے کا میرا نمبر ہے جیسا تم نے پہنا میں نے کہا پھر تو مجھے برہنہ کرے گا اور میرا ستر کھلوائے گا کہنے لگا اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم کو روایت پہنچی ہے امام مالک سے انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص ننگا ہو کر غسل کرلے۔ میں نے کہا مجھ سے لوگ ملیں گے اور وہ میرا ستر دیکھیں گے بولا اگر لوگ تجھے اس راستہ میں دیکھیں گے تو میں اس میں تیرے سامنے نہیں آؤں گا میں نے کہا میرے خیال میں تو مسخرا پن کر رہا ہے مجھے چھوڑ کہ میں اپنے باغ میں [illegible] اندر کر [illegible] وہ ننگا کہنے لگا ایسا نہیں ہو سکتا تو نے سوچا ہے کہ وہاں اپنے [illegible] کو مجھے لپٹا دے کہ وہ مجھے کھینچ کر سلطان کے پاس لیجائیں تو وہ مجھے [illegible] پھر [illegible] میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدے میں نے کہا [illegible] کہ جو کچھ میں نے تجھ سے وعدہ کیا ہے [illegible]

[illegible]

سے یہ کپڑے تجھے دیدونگا۔ تو تھوڑی دیر گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر کہنے لگا کہ تو سمجھا کہ میں کیا سوچ رہا تھا میں نے کہا نہیں کہنے لگا میں نے تگاہ دوڑائی ان تمام لٹیروں کے معمول پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک ہوئے ہیں تو مجھے کوئی بھی لٹیرا ایسا نہیں ملا جس نے ادھار کیا ہو اور مجھے یہ بات بہت ہی مکروہ اور ناگوار ہے کہ اسلام میں ایک ایسی بدعت جاری کردوں کہ اس کا بوجھ میری گردن پر رہے اور جو میرے بعد اس پر عمل کرے قیامت تک اس کا بوجھ میری گردن پر رہے۔ بس کپڑے اتار میں نے کپڑے اتار کر اسے دیدیئے اور وہ لے کر چل دیا

(۵۲۰) ابوالقاسم عبید اللہ بن محمد الخفاف کا بیان ہے کہ میں نے ایک چور کو دیکھا جو گرفتار کیا گیا تھا اور اس کے خلاف گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ شخص ہمارے محلہ کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے تالے کھول لیتا تھا (جن کو رہنے والوں سے خالی دیکھتا تھا) اور وہ جب یہ گھر میں پہنچتا تو ایک اتنا چھوٹا سا گڑھا کھودتا جیسا کہ نرد کا ہوتا ہے (نرد مشہور کھیل ہے) اور اس میں چند اخروٹ بھی ڈال دیتا جس سے محسوس ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی یہاں کھیلا ہے اور ایک رومال جس میں دو سو کے قریب اخروٹ ہوتے تھے وہ ایک طرف رکھ دیتا۔ پھر آگے جا کر گھر کا اتنا سامان جتنا کہ لے جا سکے باندھ لیتا۔ تو اگر کسی کی نظر نہ پڑی تو سب سامان اُٹھا کر گھر سے نکل جاتا اور اگر صاحب مکان آجاتا تو سامان چھوڑ کر بھاگ جاتا اور نکل جاتا۔ اگر مالک مکان طاقتور ہوتا اور اس پر حملہ کرتا اور روک کر پکڑنے کی کوشش کرتا اور چور چور کی آواز بلند کرتا اور پڑوس کے لوگ جمع ہو جاتے تو پھر اُسکا سامنا کرتا اور کہتا تو کیسا بے حمیت ہے میں تجھ سے مہینوں سے اخروٹ کے ساتھ جوا کھیلتا ہوں تو نے مجھے فقیر بنا دیا اور جو کچھ بھی میرے پاس تھا وہ سب تو مجھ سے اینٹھ چکا ہے اور مجھے ہلاک کر چکا ہے اب میں ضرور تجھے تیرے پڑوسیوں کے سامنے رسوا کروں گا۔ جب میں جوا کھیل چکا تو اب چلاتا ہے تو اس کی اس بات میں کسی کو شک نہ ہوتا کہ تو اب مجھ پر چور ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے کہ در حقیقت جوئے والے گھر میں خاموشی سے جو کھیلا جا رہا تھا وہاں ہم ایک دوسرے کو پہنچانتے تھے (اور اب انجان بنگیا۔ چور چور اس لیے کر رہا ہے) کہ میں نکل جاؤں اور تجھے چھوڑ دوں اب صاحب مکان کتنا ہی یہ کہتا کہ یہ چور ہے تو پڑوسی یہی کہتے کہ اپنے نفس کو جوئے کی رسوائی

سے بچانے کے لئے اس کے چور ہونے کا مدعی بن رہا ہے اس شخص کو سچا سمجھنے اور صاحب مکان کو جوئے باز اور اس کو لعنت ملامت کرنے لگتے اور اس کے اور صاحب مکان کے درمیان حائل ہو جاتے یہاں تک یہ (لوگوں کے ساتھ) اس گھر میں جا کر دروازہ کھول کر اخروٹ اٹھا کر لاتا اور واپس ہوتا اور صاحب مکان پڑوسیوں کے سامنے خوب رسوا ہو جاتا۔

(۵۲۱) محمد بن عمر المتکلم جن کا لقب جنید تھا بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے جو آٹے کی تجارت کرتے تھے ذکر کیا کہ میرے پاس ایک اجنبی شخص ہنڈی جس میں وقت کی قید لگی ہوتی ہے لے کر آیا وہ میرے پاس آتا رہتا تھا یہاں تک کہ ہنڈی بھن گئی یعنی اسکا روپیہ ادا ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں یہ روپیہ اپنے ہی پاس رہنے دوں میں اس میں سے تھوڑا تھوڑا لیتا رہوں گا۔ وہ روزانہ آتا رہا اور بقدر ضرورت خرچ لیتا رہا یہاں تک کہ وہ رقم ختم ہو گئی۔ اب ہمارے آپس میں جان پہچان ہو گئی۔ اور وہ میرے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا اور وہ مجھے دیکھا کرتا تھا کہ میں اپنے صندوق میں سے روپیہ نکال کر اسے دیتا رہتا تھا تو ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ کسی شخص کا مضبوط تالا سفر میں اسکا ساتھی اور حضر یعنی اپنے وطن میں مقیم ہونے کی حالت میں اس کا امین ہوتا ہے اور مال کی حفاظت میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اپنے اہل کی طرف سے شبہات دل میں نہیں آنے دیتا۔ لیکن اگر مضبوط نہ ہو تو اس پر حیلے کارگر ہو جاتے ہیں میں آپ کے اس تالے کو مضبوط دیکھتا ہوں مجھے بتائیے یہ آپ نے کس سے خریدا ہے، تاکہ میں بھی ایسا ہی تالہ اپنے لئے خرید لوں میں نے اس کو بتا دیا کہ فلاں قفل ساز سے خریدا ہے۔ مجھے ایک دن تو کچھ خیال نہ آیا پھر میں دوکان پر آیا اور میں نے (غلام سے) صندوق مانگی تاکہ اس میں سے کچھ درہم نکالوں وہ میرے پاس لے کر آیا جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنے غلام سے کہا جس پر مجھے کچھ شبہ نہیں تھا کیا دروازہ کسی جگہ سے ٹوٹ ہوا ہے اس نے کہا نہیں پھر میں نے کہا دیکھو دکان میں کوئی نقب تو نہیں ہے اس نے دیکھ کر کہا کوئی نقب نہیں میں نے کہا چھت دیکھو کہ ادھر سے تو کوئی صورت اندر آنے کی نہیں تو اس نے کہا نہیں میں نے اس کو بتایا کہ میرے تمام درہم نکل گئے غلام بھی بہت پریشان ہو گیا اور حیرت زدہ ہو گیا۔ پھر میں رات کو جاگ کر سوچتا رہا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ

کیا کروں اور وہ شخص اب مجھ سے نہیں ملا تو میرا شبہ اسی پر بڑا اور مجھے تالے کے بارے میں اس کا سوال کرنا یاد آیا۔ پھر میں نے غلام سے کہا کہ یہ بتا کہ تو دکان کیسے کھولتا اور مقفل کرتا ہے؟ اس نے کہا میں چوکھٹ کے تختوں کو تین تین کر کے دو دفعہ میں مسجد سے اٹھا کر لاتا ہوں پھر دکان کو مقفل کرتا ہوں۔ پھر اسی طرح اس کو کھولا کرتا ہوں میں نے پوچھا کہ جب تو تختے لے جانے یا لانے کیلئے (مسجد میں) جایا کرتا ہے تو کس کی نگرانی میں دوکان کو چھوڑتا ہے۔ اس نے کہا کہ اتنے وقفہ میں خالی رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی دوران میں مجھے نقصان پہنچایا گیا ہے۔ پھر میں (بنانے کے) کاریگر کے پاس پہنچا جس سے میں نے تالا خریدا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس ابھی چند دن قبل کوئی شخص اس ساتھ کا تالا خریدنے آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں اور اسکا حلیہ ایسا اور ایسا تھا۔ تمام حلیہ اسی شخص کا بتایا۔ تو میں سمجھ گیا کہ وہ شخص غلام کی نظر بچا کر شام کے وقت جب میں دوکان سے واپس آگیا اور صرف غلام رہ گیا اور تختے اٹھا کر مسجد میں لے کر گیا دوکان میں داخل ہو گیا اور اس میں چھپا رہا اور اس کے ساتھ جو تالا اس نے خریدا تھا اس کی تالی موجود تھی جس سے میرے صندوق کا تالا بھی کھل سکتا تھا اور درہم نکال لئے اور تمام رات کواڑوں کے پیچھے بیٹھا رہا جب غلام آیا اور وہ تالا کھول کر تین تختے نکال کر رکھنے کیلئے گیا اس وقت وہ نکل گیا اور وہ یہ کام کرتے ہی بغداد[1] سے روانہ ہو گیا۔ میں اپنا تالا کنجی ساتھ لے کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا میں نے سوچا کہ پہلے اس شخص کو واسط میں تلاش کروں جب کشتی سے اتر کر چلا تو میں نے مسافر خانہ کو تلاش کیا جس میں ٹھہر جاؤں (مسافر خانہ اوپر کی منزل پر تھا) میں اوپر چڑھا تو ایک کمرہ پر میں نے بالکل ایسا ہی قفل لگا ہوا دیکھا جیسا میرا قفل تھا۔ تو میں نے مسافر خانہ کے منیجر سے پوچھا کہ اس کمرے میں کون ٹھہرا ہے تو اس نے کہا کہ ایک شخص شام کے وقت بصرے سے آیا تھا میں نے اس کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے اسی شخص کا حلیہ بتایا تو مجھے کوئی شک نہ رہا کہ یہ وہی شخص ہے اور ضرور میرے درہم اس کمرے میں موجود ہیں۔ تو میں نے ایک کمرہ اس کے برابر کرایہ پر لے لیا اور تک میں رہا یہاں تک کہ مسافر خانہ کا منیجر وہاں سے چلا گیا تو میں نے تالا کھولا تو بعینہ

---

[1] غالباً بغداد ناسخین کی غلطی ہے یہاں بصرہ ہونا چاہیے۔ ۱۲

اپنی تھیلی رکھی ہوئی دیکھی۔ اس کو میں نے لے لیا اور باہر آکر تاجر کو دیا اور اسی وقت نیچے تو کر بصرے کی طرف روانہ ہوگیا اور میں واسط میں صرف دن میں دو گھڑی ٹھہرا تھا اور میں اپنا مال بیچ کر اپنے گھر پہنچ گیا۔

(۵۲۲) ابن الدنا بیری اللہ نے بیان کیا کہ میرے غلام نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک تاجر کے پاس روپیہ وصول کرنے پر مامور تھا میں نے ابنِ سے ان کے (دوسرے تاجروں سے تقریباً پانسو دینار اور کچھ چاندی وصول کی اور ان سب چیزوں کو ایک تھیلی میں بند کیا اور ابلہ کی طرف روانہ ہوگیا راستہ میں شام ہوگئی (دریا پار ہونے کیلئے) ملاح کی تلاش میں تھا مگر کوئی ملتا نہیں تھا کہ ایک ملاح کو دیکھا جو ایک چھوٹی سی کشتی (بجرے) کو جو خالی تھی لئے جا رہا تھا میں نے اس سے سوار ہونے کی فرمائش کی تو اس نے بہت کم اجرت لی اور کہا کہ میں ابلہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں تم بھی بیٹھ جاؤ میں کشتی میں بیٹھ گیا اور تھیلی کو اپنے سامنے رکھ لیا اور ہم چل پڑے۔ دفعتہً دیکھا کہ کنارے پر بیٹھا ہوا ایک اندھا بہت اچھی قرأت کے ساتھ قرآن پڑھ رہا ہے جب اس کو ملاح نے دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور وہ ملاح سے پکار کر کہنے لگا مجھے بھی سوار کر لے رات آگئی مجھے ڈر ہے کہ میں مر جاؤں گا۔ اس کو ملاح نے برا بھلا کہا میں نے اس سے کہا سوار کر لو تو وہ کشتی کو کنارے پر لے گیا اور اس کو بٹھا لیا۔ پھر اس اندھے نے قرأت شروع کر دی اس کی نہایت عمدہ قرأت سے میں از خود رفتہ ہوگیا جب ہم ابلہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے قرأت ختم کی اور کھڑا ہوگیا تاکہ اتر کر ابلہ کے کسی راستہ سے روانہ ہو جائے۔ اب میں نے دیکھا میری تھیلی گم ہو چکی تھی میں بے چین ہوگیا اور چلایا اور ملاح نے (میرے اٹھنے اور گھبرا کر ادھر ادھر حرکت کرنے سے) غل مچایا کہ کشتی الٹ جائے گی اور مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا جیسے کوئی کسی کی حالت سے بے خبر شخص پوچھ گچھ کیا کرتا ہے۔ میں نے کہا بھلے آدمی میرے سامنے تھیلی رکھی ہوئی تھی جس میں تقریباً پانسو دینار تھے۔ جب ملاح نے یہ سنا تو اپنا منہ پیٹنے لگا اور رونے لگا اور اس نے اپنے بدن سے کپڑے اتار کر پھینک دیئے کہ تم تلاشی لے لو اور کہنے لگا کہ ابھی تو میں کنارے پر بھی نہیں پہنچا اور یہاں میرے پاس کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے جہاں چھپا کر رکھ دیتا تو مجھ پر چوری کی تہمت لگا رہا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں ایک ضعیف

آدمی ہوں۔ الٰہی تو ہی مددگار ہے اور اندھے نے بھی ایسا ہی کیا اور میں نے کشتی کی بھی بخوبی جانچ کی، وہاں بھی کچھ نہ تھا۔ مجھے ان دونوں کی نازک حالت پر رحم آیا اور میں نے کہا یہ ایسی مصیبت ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے رہائی کی کیا صورت ہوگی اور ہم کشتی سے اتر کر روانہ ہو گئے میں نے بھاگ جانے کا قصد کر لیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے راستہ پر ہو لیا۔ میں نے گھر میں رات بسر کی اور آپنے آقا (تاجر) کے پاس نہیں گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے پھر واپس بصرہ جانے کی تیاری کی تاکہ وہاں چند دنوں کے لئے چھپا رہوں پھر وہاں سے کسی ایسے ملک میں نکل جاؤں جو بہت دور ہو۔ تو میں نے اس ارادے سے نکل کر بصرے کی سڑک پر آیا اور میں خاموشی کے ساتھ روتا ہوا جا رہا تھا اور اپنی بیوی اور بچوں کی جدائی پر سخت غمگین تھا اور اپنے معاش اور عزت کے برباد ہونے کا صدمہ تھا۔ راستہ میں ایک شخص میرے سامنے آگیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے اس کو پورا قصہ سنایا تو اس نے کہا تیرا سب مال میں تجھے واپس دلواؤں گا میں نے کہا اے میاں ایسی مصیبت میں طنز کا کیا موقع ہے جو میرے ساتھ کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں واقعی بات کہہ رہا ہوں۔ تو بنی نمیر میں جو قید خانہ ہے وہاں جا اور اپنے ساتھ بہت سی روٹیاں اور عمدہ شوربا اور حلوا لے کر جانا اور قید خانہ کے دربان سے سوال کرنا کہ وہ تجھے اس شخص کے پاس پہنچا دے جو وہاں محبوس ہے جس کو ابو بکر نقاش کہا جاتا ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں تو وہ تجھے نہیں روکے گا اور اگر روکنے ہی لگے تو کچھ تھوڑا سا اس دربان کو بھی دینا وہ تجھے اس کے پاس پہنچا دے گا۔ جب تو ابو بکر نقاش کو دیکھے تو اس سے سلام علیک کہنا اور کچھ بات نہ کرنا جو کچھ کھانا تو اپنے ساتھ لے جائے وہ سامنے رکھ دینا جب وہ کھانا کھا کر ہاتھ دھو لے گا پھر وہ تجھ سے تیری حاجت پوچھے گا پھر اسکو پوری بات بتا دینا وہ ان لوگوں پر جنہوں نے تیرا مال لیا ہے تیری رہنمائی کرے گا اور تجھے واپس دلوا دے گا تو میں نے یہ سب کیا اور اس شخص کے پاس پہنچ گیا تو دیکھا وہ ایک بوڑھا ہے جس کے لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں میں نے اس کو سلام کیا اور جو کچھ میرے ساتھ تھا اس کے سامنے رکھ دیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور سب نے کھایا جب اس نے اپنے ہاتھ دھو لئے تو مجھ سے پوچھا

کہ تو کون ہے اور تیری کیا حاجت ہے میں نے اس سے اپنا قصہ مفصل بیان کیا تو اس نے سن کر کہا کہ
ابھی محلہ بنی ہلال میں چلا جا اور فلاں کوچہ میں داخل ہو جانا جب تو بالکل اس کے آخر میں پہنچ
جائے تو تجھ کو ایک بند دروازہ ملے گا اس کو کھول کر بغیر آواز دیئے اندر چلے جانا اندر جا کر تجھے ایک
لمبی دہلیز ملے گی اس میں آگے بڑھ کر تجھ کو دو دروازے ملیں گے تو ان میں سے جو دائیں جانب والا ہے
اس میں داخل ہو جانا اب تو ایسے مکان میں پہنچے گا جس کے ایک کمرے میں بہت سی کھونٹیاں
ہیں اور بوریئے بچھے ہوئے ہیں اور ہر کھونٹی پر لونگی اور تہبند پڑا ہوگا۔ وہاں جا کر اپنے کپڑے اتار دینا۔ اور
ان کو ایک کھونٹی پر ڈال دینا او تہبند باندھ لینا اور لنگی اوڑھ کر بیٹھ جانا۔ پھر ایک قوم آئے گی اور وہ سب
ایسا ہی کریں گے جیسا کہ تو نے کیا ہوگا پھر ان کے سامنے کھانا لایا جائے گا تو ان کے ساتھ مل کر تو بھی
کھانا اور تمام افعال میں ان کی موافقت کا خیال رکھنا پھر جب کہ نبیذ لائی جائے تو تو بھی اس کے
پینے میں شریک رہنا اور ایک بڑا پیالہ لے کر اس سے بھر لینا اور سیدھا کھڑا ہو جانا اور یہ کہنا کہ یہ
باقی ماندہ جو میرے پاس ہے میرے ماموں ابو بکر نقاش کا حصہ ہے یہ سن کر وہ سب بہت خوش
ہوں گے اور تجھ سے کہیں گے کیا وہ تیرے ماموں ہیں تو ان سے اقرار کرنا۔ پھر وہ سب کھڑے ہو
جائیں گے اور میری یاد میں پئیں گے جب کہ وہ سب بیٹھ جائیں پھر تو ان سے یہ کہنا کہ میرے ماموں نے
تم سب کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اے جوانو! تم کو میری زندگی کی قسم میرے بھانجے کی وہ
تھیلی جو گذشتہ شام کو کشتی میں سے نہر ابلہ پر تم نے لی ہے واپس کر دو وہ تم کو واپس کر دیں گے تو
میں اس کے پاس سے نکلا اور جو کچھ انہوں نے ہدایات دی تھیں ان پر عمل کیا تو مجھے وہ تھیلی واپس
کر دی گئی جو بالکل اسی طرح تھی اور اس کی گرہ بھی نہ کھولی گئی تھی جب وہ مجھے مل گئی تو میں نے کہا:
اے جوانو! یہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا یہ میرے ماموں کا حق ادا کرنے کیلئے کیا اور ایک حاجت میری
بھی ہے جو میری ذات کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے وہ بولے کہ پوری کر دی گئی۔ کہو۔ میں نے
کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے تھیلی کو کیسے لیا تھا؟ اس کے جواب سے وہ ایک گھڑی رکے رہے پھر میں نے
ان کو ابو بکر نقاش کی زندگی کی قسم دی تو ان میں سے ایک نے کہا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے بہت
غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو وہی اندھا ہے جو قرأت کیا تھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا اور وہ تو اس وقت مکر
سے اندھا بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہی ملاح ثابت ہوا جس کی

کشتی میں سے چوری ہوئی تھی، پھر میں نے کہا تم دونوں نے کیونکر یہ کام کیا تھا۔ ملاح نے کہا میں شام کے اوّل اوقات میں گذرگاہ پر بیٹھا کرتا ہوں اور یہ میرا ساتھی مصنوعی اندھا ہے مگر اس کو وہاں بیٹھا آیا تھا جب تجھ کو میں نے دیکھ لیا تھا۔ جب میں کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جس کے پاس کوئی قیمتی سامان ہوتا ہے تو اس کو پکارتا ہوں اور اجرت میں کمی کر دیتا ہوں اور اس کو سوار کرلیتا ہوں پھر جب قاری کے قریب پہنچتا ہوں اور وہ مجھے آواز دیتا ہے تو میں اسکو سخت و سست کہتا ہوں تاکہ سوار ہونیوالے کو (ہمارے تعلق کا علم نہ ہونے پائے اور سفر میں کسی خطرہ کا شک نہ ہو سکے۔ اگر سوار ہونے والے نے خود ہی سوار کر لیا تو فبہا ورنہ میں خوشامد کر کے اس کو رضامند کرتا ہوں کہ وہ اس کو بھی سوار ہونے دے یہ شخص سوار ہونے کے بعد قرأت شروع کر دیتا ہے جس سے آدمی از خود رفتہ ہو جاتا ہے جیسا کہ تو ہو گیا تھا۔ پھر جب ہم فلاں موقع پر پہنچتے ہیں تو وہاں ایک شخص ہمارے انتظار میں ٹھیرا ہوتا ہے وہ ہماری کشتی سے آملتا ہے اور اس کے سر پر ایک بانس کا بنا ہوا ٹوکرہ ہوتا ہے اس لئے سوار ہونے والا اس کو پہچان نہیں سکتا اب یہ مصنوعی اندھا اس چیز کو صفائی سے اٹھا کر اس شخص کی طرف ڈال دیتا ہے جس کے سر پر ٹوکرہ ہوتا ہے وہ اس کو لے کر اور تیر کر کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔ اور جب سوار ہونیوالا کشتی سے اترنے وقت اپنی چیز کی گم شدگی پر مطلع ہوتا ہے تو ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ تو دیکھ ہی چکا ہے تو وہ ہم کو متہم بھی نہیں سمجھتا اور ہم اس وقت جدا ہو جاتے ہیں پھر جب اگلا دن ہوتا ہے تو ہم جمع ہو کر اس کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اب جب کہ تو ہمارے استاذ اور اپنے ملوں کا ہمارے پاس پیغام لے آیا تو ہم نے اُسے تیرے سپرد کر دیا۔ میں اس تھیلی کو لے کر واپس آگیا۔

(۵۲۳) محمد بن خلف کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک چور نے جو توبہ کر چکا تھا اپنی سرگذشت سنائی کہ میں ایک شہر میں پہنچا اور چوری کے لئے کسی چیز کی جستجو میں لگ گیا میری نظر ایک مالدار صراف پر پڑی تو میں برابر موقع حاصل کرنے کی تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اسکی ایک تھیلی چرائی اور بچ کر نکل آیا۔ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا تو اچانک مجھے ایک بڑھیا ملی جس کے ساتھ ایک کتا تھا اور وہ میرے سینہ سے آلگی اور مجھے چمٹ گئی اور کہنے لگی میرے بیٹے میں تیرے قربان اور کتا دم ہلا ہلا کر میری ٹانگوں میں گھسا جا رہا تھا اور عام لوگ کھڑے ہو کر ہم کو دیکھنے

گئے، وہ عورت کہنے لگی خدا کی قسم کتے کو دیکھو کہ اس نے کس طرح اس کو پہچان لیا تو لوگ اس سے تعجب کرنے لگے اور میرے دل میں بھی یہ شک پیدا ہو گیا کہ شاید اس نے مجھے دودھ پلایا ہوا اور میں اس کو نہ پہچانتا ہوں اس نے مجھ سے اس پر اصرار کیا کہ میرے ساتھ میرے مکان پر چل کر آج وہاں ٹھہر، وہ مجھ سے جدا نہ ہوئی یہاں تک کہ میں اس کے ساتھ اس کے مکان پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چند نوجوان بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور ان کے سامنے بہت سے پھل اور پھول پڑے ہیں انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور میں نے ان کے یہاں قیمتی سامان دیکھا۔ وہ میری نظر میں رہا میں نے (بے تکلف بن کر) ان کو پلانا شروع کیا اور ان کے ساتھ گھل مل گیا یہاں تک کہ وہ نوجوان سو گئے اور سب گھر والے سو گئے تو میں اٹھا اور جو کچھ مجھے وہاں ہاتھ لگا لپیٹ لیا اور نکل بھاگنا چاہا تو کتے نے مجھ پر شیر کی طرح حملہ کیا اور چلایا اور دوڑا اِدھر پھرنے لگا۔ اور بھونکتا رہا یہاں تک کہ سب سونے والے جاگ گئے تو میں بہت نادم اور سخت شرمندہ ہوا جب دن ہو گیا تو انہوں نے پھر وہی مشغلہ شروع کر دیا جو شام تھا۔ اور میں نے بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا اور میں کتے سے بچنے کا رات تک حیلہ سوچتا رہا مگر اس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی پھر جب سب سو گئے تو پھر میں نے جو ہاتھ لگے سمیٹ کر نکل جانا چاہا مگر کتا پچھلی رات کی طرح مقابلہ پر آ گیا۔ میں نے تین رات اس سے بچ کر نکل جانے کی تدبیر کی مگر جب مایوس ہو گیا تو میں نے ان لوگوں سے اجازت لے کر رخصت ہونا چاہا میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیں گے کیونکہ مجھے جلد جانا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ بوڑھیا کے اختیار میں ہے پھر میں نے اس سے اجازت مانگی تو اس نے کہا وہ جو تو نے سرائے کے یہاں سے لایا ہے اور جہاں چاہے چلا جا اور اب اس شہر میں نہ ٹھہرنا کیونکہ کسی کی مجال نہیں کہ میری موجودگی میں یہاں کوئی ایسا کام کر سکے۔ اس نے تحصیل وصول کر لی اور مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل جاؤں اور میری ہمت صرف اتنی ہو سکی کہ میں اس سے کچھ خرچ مانگ سکوں تو اس نے وہ مجھے دے دیا اور وہ میرے ساتھ نکلی یہاں تک کہ اس نے مجھے شہر سے باہر نکال دیا اور کتا اس کے ساتھ ساتھ تھا پھر جب میں آبادی سے باہر ہو گیا تو وہ ٹھہر گئی اور میں چلتا رہا اور کتا میرے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ میں دور نکل گیا پھر وہ واپس ہوا اور وہ مجھے لوٹ لوٹ

کر دیکھتا تھا اور میں اس کو دیکھتا رہا یہاں تک وہ نظر سے غائب ہو گیا۔

(۵۲۴) سہل الاخلاطی سے منقول ہے کہ دو ڈھوکے بازوں نے ایک گدھا چوری کیا اور ان دونوں میں سے ایک اس کو بیچنے کیلئے لے گیا تو اس کو ایک شخص ملا جو ایک طباق لئے ہوئے تھا جس میں مچھلیاں تھیں۔ اور اس نے چور سے پوچھا کہ کیا تو اس گدھے کو بیچتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا اس طباق کو پکڑ لے میں اس پر سوار ہو کر دیکھ لوں اور اس (کی چال) کا اندازہ کر لوں۔ تو وہ شخص اس کو مچھلیوں کا طباق دے کر گدھے پر سوار ہو گیا پھر لوٹ کر آیا پھر سوار ہو کر ایک گلی میں داخل ہوا اور چلتا پھرتا ہوا اس کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں غائب ہو گیا پھر وہ چور اپنے گھر واپس آ گیا تو اس کا ساتھی اس سے ملا اور اس سے پوچھا گدھا کیا ہوا اس نے جواب دیا جتنے میں خریدا تھا اتنے ہی میں بیچ دیا نفع میں یہ مچھلیوں کا طباق ملا۔

(۵۲۵) اسی طرح کی ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ ایک شخص نے ایک گدھا چرایا پھر اس کو بیچنے کیلئے بازار پہنچا۔ وہاں اس سے کوئی اور شخص چرا لے گیا۔ پھر جب یہ اپنے گھر واپس ہوا تو بیوی نے پوچھا کتنے میں فروخت کیا۔ بس راس المال پر ہی دے دیا (یعنی قیمت خرید پر ہی بیچ دیا)

(۵۲۶) عبداللہ بن محمد الصروی کا بیان ہے کہ ہم کو ہمارے ایک بھائی نے یہ قصہ سنایا کہ بغداد میں ایک شخص تھا جو نوعمری کے زمانہ میں چوری کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے توبہ کر کے کپڑے کی دکان کر لی۔ ایک رات جب کہ وہ دکان سے اپنے گھر واپس آ گیا اور اس کو مقفل کر گیا تھا تو ایک دھوکے باز چور آیا جو صاحب دکان کا سا لباس پہنے ہوئے تھا اس کی آستین میں ایک چھوٹی سی موم بتی اور کنجیاں تھیں اور آ کر نگہبان (جو دکان کی حفاظت کرتا تھا) کو آواز دی اور (جب وہ آیا) تو اس کو اندھیرے میں وہ موم بتی دی کہ اس کو جلا کر لے آؤ مجھے آج رات اپنی دکان میں کچھ کام کرنا ہے پہرہ دار بتی جلانے کیلئے چلا گیا تو اس موقع پر چور تالوں کو لپٹ گیا اور کھول ڈالے اور دکان میں داخل ہو گیا۔ جب پہرہ دار بتی لے آیا تو اس سے لے کر اس کو سامنے رکھی اور حساب کتاب کی الماری کھولی اور سب (کاغذات) کو باہر نکال کر رجسٹروں کو دیکھنا شروع کر دیا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ حساب کر رہا ہے اور پہرہ دار گھوم رہا تھا اور اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دوکان دار ہے۔ یہاں تک کہ سحر قریب

آگئی تو اس نے پہرہ دار کو پکارا اور دور سے ہی یہ کہا کہ کوئی حمّال (مزدور) بلا لاؤ۔ پہرہ دار حمّال کو لے آیا۔ تو اس نے حمّال کے سر پر چار گٹھڑیاں قیمتی کپڑے کی رکھیں اور دکان کو تالا لگایا اور حمّال کو ساتھ لے کر چلا گیا اور چوکیدار کو دو درہم دیئے۔ جب صبح کو دکان دار آیا تاکہ دکان کھولے تو اس کے پاس پہرہ دار آکھڑا ہوا اور اس کو دعائیں دینے لگا کہ اللہ آپ کیساتھ ایسا کرے اور ایسا کرے جیسا آپ نے پچھلی رات مجھے دو درہم دیئے تو اس کو پہرہ دار کی باتوں سے کھٹکا ہوا اور اس نے اپنی دکان کھولی تو اس نے بتی کا بہا ہوا موم دیکھا اور اپنے کاغذات حساب کو بھی بکھرا ہوا پایا اور چار گٹھڑیاں گم ثابت ہوئیں تو اس نے چوکیدار کو بلایا اور اس سے کہا کہ وہ کون تھا جو میرے ساتھ دکانوں سے گٹھڑیاں اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس نے کہا کیا آپ ہی نے مجھ سے نہیں کہا تھا کہ میں ایک حمّال لے آؤں تو میں آپ کے پاس بلا لایا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن میں اونگھ رہا تھا اس لئے مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا، ذرا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ پہرہ دار جا کر حمّال کو بلا لایا اور اس نے دکان بند کر کے اس حمّال کو ساتھ لیا اور چلتے ہوئے اس سے پوچھا کہ آج رات گٹھڑیاں اٹھا کر میرے ساتھ تو کس راستے گیا تھا۔ میں اس وقت نشہ میں تھا۔ اس نے کہا فلاں سڑک سے گیا تھا اور میں آپ کیلئے فلاں ملاح کو بلا کر لایا تھا تم اس کی کشتی میں سوار ہو کر گئے تھے تو یہ شخص اسی سڑک سے روانہ ہوا اور ملاح کو بلایا جب وہ آگیا تو اس کے ساتھ سوار ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ میرے اس بھائی کو تم نے کہاں اتارا تھا جس کے ساتھ چار گٹھڑیاں تھیں؟ اس نے بتایا کہ فلاں راستہ پر اتارا تھا۔ اس نے کہا مجھے بھی وہیں اتار دینا۔ چنانچہ ملاح نے وہیں اتار دیا۔ پھر اس نے ملاح سے پوچھا کہ اس کا سامان کون اٹھا کر لے گیا تھا اس نے بتایا کہ فلاں حمّال لے گیا تھا۔ پھر اس حمّال کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ چل۔ وہ ساتھ ہو لیا اور اس کو اس نے کچھ معاوضہ بھی دیا اور اس سے پھسلا کر اس نے وہ جگہ دریافت کی جہاں وہ گٹھڑیاں لے گیا تھا۔ وہ اس کو ایک بالاخانہ کے دروازہ پر لے آیا جو ایک ایسے مقام پر واقع تھا جو دریا کے کنارے سے دور اور صحرا کے قریب تھا۔ تو اس نے دروازے کو مقفل پایا۔ تو اس نے حمّال کو ٹھہرالیا اور تالا کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا تو اس نے گٹھڑیوں کو اسی طرح رکھا ہوا پایا۔ اور اس کے گھر میں سیاہ چادر رسی پر لٹکی ہوئی نظر پڑی تو اس نے گٹھڑیوں کو اس میں لپیٹ لیا اور حمّال کو بلایا اس نے اٹھا لیا اور

سڑک پر روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ تو جب بالاخانہ سے اترا تو وہ چور اس کے ساتھ ہو لیا اور اس نے حمّال کو اور جو کچھ دے دیئے چار ہاتھ اس کو دیکھا۔ مگر وہ شک میں پڑ گیا تو اس کے پیچھے کنارے تک آیا اور اس نے ملاح کو دریا پار کرانے کیلئے بلایا۔ حمّال نے کہا کہ کوئی بوجھ اتروانے میں ہاتھ لگا دے تو اس چور ہی نے بڑھ کر ہاتھ لگایا اور چادر کھولی۔ اس طرح کہ گویا ایک راہگیر احسان کیا کر رہا ہے اور گٹھڑیوں کو مالک کیساتھ ملکر کشتی میں رکھوایا اور چادر کو اپنے کندھے پر ڈال لیا اور مالک سے کہا اچھا بھائی صاحب فی امان اللہ آپ کی گٹھریاں واپس آ گئیں، میری چادر چھوڑتے جایئے تو مالک ہنس پڑا اور اس سے بولا کہ تم (کشتی میں) اتر آؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ وہ اندر آ گیا۔ اس نے اس سے توبہ کرائی اور اس کو کچھ روپیہ دیا اور واپس کر دیا اور نقصان نہیں پہنچایا۔

(۵۲۷) محمد ابن ابی طاہر نے ہم سے بیان کیا کہ بنی عقیل میں کا ایک شخص ایک گھوڑا چرانے کے لئے نکلا۔ اسکا بیان ہے کہ میں اس قبیلہ میں (جہاں سے گھوڑا چرانا تھا) داخل ہو گیا اور گھوڑے کے ستھان کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ایک حیلہ سے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک مرد اور اسکی بیوی دونوں سخت اندھیرے میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ چونکہ میں بھوکا تھا اس لئے میں نے بھی اپنا ہاتھ پیالہ کی طرف بڑھا دیا تو مرد کو میرا ہاتھ اوپرا معلوم ہوا اور اس نے فوراً پکڑ لیا۔ میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ لیا عورت نے کہا تجھے کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو اس نے خیال کیا کہ وہ عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے عورت سے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر وہ سو گیا تو میں گھوڑا پکڑ لایا۔

اور یہ حکایت ہم کو دوسرے ذریعہ سے اس طرح پہنچی۔ ہم کو واقعہ سنایا محمد بن ابی طاہر نے ان کو تنوخی نے ان کو ان کے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو الحسن محمد بن احمد الکاتب نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یزمع العقیلی نے اور یہ شخص قبیلہ بنی عقیل کے سربر آوردہ رؤسا میں سے تھے اور یہ معزوالدولہ سے بھی ملاقات کر چکے ہیں تو اس نے ان کی بہت عزت کی تھی اور ان کیساتھ بہت اچھا معاملہ کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بنی عقیل میں

کہ ایک شخص کو دیکھا جس کی کمر پر ایسے نشانات تھے جیسے پچھنے لگانے سے ہو جاتے ہیں مگر یہ ان سے بڑے بڑے تھے میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا۔ تو اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر فریفتہ تھا۔ تو میں نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو لڑکی والوں نے یہ جواب دیا کہ ہم تجھ سے نکاح صرف اس صورت سے کر سکتے ہیں کہ تو مہر میں شبکہ دے یہ ایک گھوڑی تھی جو نہایت تیز رفتار تھی۔ اور جو کہ بنی بکر کے ایک شخص کے پاس تھی میں نے اس سے اس شرط پر نکاح کر لیا اور میں اس فکر میں نکلا کہ کسی حیلہ سے وہ گھوڑی اس کے مالک کے یہاں سے نکال لاؤں تاکہ اس منکوحہ کا پانا ممکن ہو سکے۔ تو میں اس قبیلہ میں پہنچا جس میں گھوڑی تھی اور میں اس کا سراغ لگانے کیلئے جاتا آتا رہا۔ تو ایک مرتبہ میں فقیر بن کر اس خیمہ میں پہنچا جس میں وہ شخص رہتا تھا تاکہ گھوڑی بندھنے کی جگہ معلوم کر لوں کہ خیمہ کے کس موقع پر ہے اور میں چھپ گیا۔ اور پیچھے سے اندر جانے میں کامیاب ہو گیا اور روئی کے ایسے انبار کے پیچھے پہنچ گیا جو انہوں نے دھنک کر کاتنے کیلئے جمع کر رکھی تھی۔ (دن بھر اس میں چھپا رہا) جب رات آگئی تو گھر والا آگیا اور اس کی بیوی نے اس کے لئے رات کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اور دونوں کھانے بیٹھ گئے۔ اندھیرا پورے طور پر چھا چکا تھا اور ان کے پاس چراغ موجود نہیں تھا (اس لئے اندھیرے میں ہی کھانا شروع کر دیا) چونکہ میں بھوکا تھا تو میں نے بھی پیالے پر ہاتھ بڑھا کر ان دونوں کیساتھ کھانا شروع کر دیا۔ مرد نے میرے ہاتھ کو اوپرا محسوس کرتے ہوئے پکڑ لیا تو میں نے فوراً ہی عورت کا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی دوسرے ہاتھ سے) تو اس سے عورت نے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ کیوں پکڑا۔ تو اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب نے پھر کھانا شروع کر دیا۔ پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے اسے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے کہا کیا ہو گیا میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور کھانا ختم ہو گیا اور وہ شخص سونے کیلئے لیٹ گیا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا اور میں ان کی تاک لگائے ہوئے تھا اور گھوڑی گھر کے ایک طرف بندھی ہوئی تھی (اور اس حصہ کو تالا لگا ہوا تھا) اور تالی عورت کے سرہانے تھی تو میں نے دیکھا کہ اس شخص کا حبشی غلام آپہنچا اور اس نے عورت پر ایک کنکری پھینکی تو وہ بات

گئی اور اس کی طرف چل کھڑی ہوئی اور نالی اسی جگہ چھوڑ گئی میں آہستہ سے خیمہ سے گھر کے صحن کی طرف آیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ غلام اس عورت کے اوپر ہے تو میں تالی اٹھالایا اور قفل کھول کر میں نے بالوں کی بنی ہوئی لگام جو میرے ساتھ تھی گھوڑی کے لگادی اور اس پر سوار ہو کر خیمہ سے نکل گیا۔ تو وہ عورت غلام کے نیچے سے نکلی اور خیمہ میں جاکر اس نے شور مچایا اور قبیلہ کو بیدار کر دیا تو قبیلے والے میرے پیچھے لگے اور مجھے پکڑنے کیلئے سوار ہو کر میرے پیچھے دوڑے اور میں گھوڑی کو دوڑاتا ہوا جارہا تھا اور میرے پیچھے ان میں کی ایک مخلوق دوڑ رہی تھی، پھر صبح ہوگئی اور میرے پیچھے صرف ایک سوار رہ گیا جس کے پاس نیزہ تھا وہ مجھ سے آملا اور آفتاب طلوع ہوگیا تھا تو اس نے میرے نیزہ مارنا شروع کیا۔ میرے جسم پر یہ نشانات اسی کے چوکوں کے ہیں۔ نہ اسکا گھوڑا مجھ سے اتنا قریب ہوسکا کہ اس کے نیزے کا وار مجھ پر بھرپور پڑسکتا اور نہ میری گھوڑی اتنا آگے نکل سکی کہ اسکا نیزہ مجھے چھو سکتا یہاں تک کہ ہم ایک بڑی نہر پر پہنچ گئے تو میں نے اپنی گھوڑی کو للکارا تو وہ اس کو کود گئی (عرب کی نہریں اتنی عریض نہیں ہوتیں جیسی ہند کی اس لئے اس کو مستبعد نہ سمجھا جائے۔ مترجم) اور اس سوار نے بھی اپنی گھوڑی کو للکارا مگر وہ رک گئی اور نہیں کودی۔ جب میں نے اس کو دیکھ لیا کہ وہ عبور سے عاجز ہے تو ٹھہر گیا تاکہ گھوڑی کو آرام دے لوں اور خود بھی آرام کرلوں تو اس سوار نے مجھے آواز دی میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا اے شخص میں اس گھوڑی کا مالک ہوں جو تیرے نیچے ہے اور یہ اسی کی بیٹی ہے (جو میری سواری میں ہے) اور اب کہ تو اسکا مالک بن گیا تو اسکے ساتھ دھوکا نہ کرنا (یعنی اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا) اس کی قیمت دس دیت اور دس دیت کے برابر ہے (یعنی ایک انسان کے بیس گنا خونبہا کے برابر ہے) اور میں نے اس پر بیٹھ کر جس چیز کو بھی پکڑنا چاہا اس سے جا ملا اور جب میں اس پر سوار ہوا تو جس نے بھی میرا پیچھا کیا میں کبھی اس کے ہاتھ نہیں آیا اور میں نے اسکا نام شبکہ رکھا تھا کیونکہ وہ جس چیز کے بھی پیچھے لگی اس کو اس نے نہیں چھوڑا تو یہ ایسی ہے جیسا کہ شبکہ (جال، پھاند) شکار کے حق میں میں نے کہا جب تو نے مجھے نصیحت کی تو واللہ میں بھی تجھے ضرور نصیحت کروں گا۔ میرا آج رات کا قصہ اس طرح اور اسطرح گذرا ہے۔ میں نے سرگذشت بیان کرتے ہوئے اس کو عورت اور غلام کا قصہ بھی سنادیا اور گھوڑے پر قبضہ کس حیلہ سے کیا وہ بھی کہدیا یہ سن کر اس نے گردن جھکالی۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا یہ تو نے کب

کہا خدا تجھ جیسے چھاپہ مارنے والے کو کبھی اچھی جزا نہ دے تو نے میری بیوی کو طلاق دی اور میری گھوڑی پر قبضہ کیا اور میرے غلام کو بھی قتل کیا۔

(۵۲۸) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ ایک شخص مسجد میں سو رہا تھا اور اس کے سر کے نیچے ایک تھیلی تھی جس میں ڈیڑھ ہزار دینار تھے وہ کہتا ہے کہ میری آنکھ اس وقت کھلی جب کہ کسی شخص نے اس کو میرے سر کے نیچے سے کھینچا تو میں گھبرا کر جاگا۔ دفعتہً دیکھتا ہوں کہ ایک جوان میری تھیلی لے کر بھاگا جا رہا ہے تو میں اٹھا تاکہ اس کے پیچھے بھاگوں تو دیکھتا ہوں کہ میری سواری کا (اونٹ) سن کی رسی سے ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے جو مسجد کے آخر حصہ میں گڑا ہوا ہے۔ (اس طرح وہ دوسری طرف متوجہ کرنے اور حیرت زدہ کر کے تعاقب ترک کرانے میں کامیاب ہو گیا)۔

(۵۲۹) محمد بن ابی طاہر سے منقول ہے کہ بصرہ میں ایک چور تھا جو رات کو چوری کیا کرتا تھا نہایت چالاک چوروں کا سردار تھا اس کو عباس بن الخیاطہ کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے امیروں پر غالب آچکا تھا۔ اس نے اہل شہر کو پریشان کر رکھا تھا سب اس کو پکڑنے کے حیلوں میں لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہاتھ آ گیا۔ اور ایک سو رطل (سو امن) لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا۔ جب کہ اس کی قید کو ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایلہ میں کچھ لوگوں نے ایک تاجر کو لوٹا جس کے پاس دسوں ہزار دیناروں کے جواہر تھے اور وہ بہت ہوشیار اور تیز فہم تھا۔ تو بصرہ میں فریاد لے کر آیا اور بہت سے تاجر اس کی مدد کیلئے کھڑے ہو گئے اور امیر سے اس نے کہا میرے جواہر آپ کی سازش سے گئے ہیں اور میرا دشمن آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ حاکم پر یہ ایک سخت الزام عائد ہوا اس نے جو نگہبانان شہر تھے ان کو سخت پکڑا تو انہوں نے مہلت طلب کی۔ حاکم نے مہلت دیدی ان لوگوں نے بہت چھان بین اور کوشش کی مگر بالکل نہ پتہ چلا سکے کہ کس کی حرکت ہے۔ پھر حاکم نے ان کو سخت پکڑا تو پھر انہوں نے دوبارہ مہلت طلب کی اور ان میں سے ایک شخص نے قید خانہ میں پہنچ کر ابن الخیاط کی خدمت شروع کر دی اور تقریباً ایک ماہ اس کی خدمت میں لگا رہا اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا رہا۔ تو ابن الخیاط نے اس سے کہا بتا [illegible] تجھے تیری حاجت کیا ہے تو اس نے کہا [illegible] کے جواہر ایلہ میں چوری [illegible]

گروی رکھی ہوئیں اور اس کو تمام قصہ سنایا تو اس نے اپنا دامن اٹھا دیا تو وہ جواہر کا ڈبہ اسکے نیچے تھا وہ اس نے نگہبان کے سپرد کر دیا اور کہا میں تجھے ہبہ کرتا ہوں تو اس نے اس کو بہت بڑا معاملہ محسوس کیا تو اس ڈبہ کو لے کر امیر کے پاس آیا۔ اس نے اس کا قصہ دریافت کیا تو اس نے سب حال بیان کر دیا تو امیر نے حکم دیا کہ عباس (یعنی ابن الخیاطہ) کو میرے پاس لاؤ اور اس نے حکم دیا کہ اس پر سے تمام سختی اٹھالی جائے اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں اور حمام میں داخل کیا جائے اور خلعت پہنا جائے اور اس کو اپنے برابر بٹھایا بہت عزت کے ساتھ اور کھانا منگا کر اپنے ساتھ کھلایا اور رات کو بھی اپنے ہی پاس رکھا۔ اگلے دن اس سے کہا کہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ اگر تیرے ایک لاکھ کوڑے بھی مارے جائیں تو تو اقرار کرنیوالا نہیں۔ (میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ) جواہر کو کیونکر حاصل کیا گیا اور میں نے تیرے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ اس لئے کیا کہ میرا حق تجھ پر واجب ہو جائے جو جوانمردوں کا طریقہ ہے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے بالکل سچی سچی بات بتا دے جو کچھ ان جواہر کا واقعہ ہوا اس نے کہا اس شرط پر کہ آپ مجھ کو اور جن لوگوں نے مجھے اس بارہ میں مدد دی ان سب کو امن دے دیں اور جن لوگوں نے اس کو لیا ان سے کوئی باز پرس کریں۔ حاکم نے اقرار کیا تو اس نے حاکم سے حلف لیا۔ اس کے بعد اس سے یہ واقعہ بیان کیا کہ چوروں کی جماعت میرے پاس قید خانہ میں آئی۔ اور انہوں نے ان جواہر کا حال بیان کیا اور یہ کہ اس تاجر کا مکان ایسا ہے جس میں نہ پاڑ لگانا ممکن ہے اور نہ کمند لگا کر چڑھنا اور اس پر لوہے کا دروازہ ہے اور آدمی ہوشیار ہے اور تدبیریں کرتے ہوئے ایک سال گذر گیا مگر انکا بس نہیں چلا اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا اور میں ان کی مدد کے لئے آمادہ ہو گیا تو میں نے داروغہ جیل کو ایک سو دینار دیئے اور بیبا کی کے ساتھ اس سے عہد کیا اور مغلظ قسم کھائی کہ اگر اس نے مجھے رہا کر دیا تو میں اگلے دن ضرور اس کے پاس واپس جاؤنگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں قیدخانہ میں ہونے کے باوجود اس کو مبتلائے مصیبت کر کے قتل کر دوں گا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور میری بیڑیاں بدن سے اتار لیں اور ان کو وہیں چھوڑ دیا اور مغرب کے وقت میں قید خانہ سے نکل گیا اور ہم سب (چوروں کی پارٹی) عشا کے وقت ایک جگہ پہنچ گئے اور ہم اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے وہ تاجر اس وقت مسجد میں تھا اور اس کے مکان کا دروازہ بند تھا میں نے ان میں سے ایک سے کہا کہ دروازہ پر بیٹھ

مانگ. جب وہ کواڑ کھولنے کیلئے آئے تو میں نے کہا چپ رہ۔ ایسا کئی مرتبہ کیا لڑکی نکلتی تھی جب
اس نے کسی کو نہ دیکھا تو واپس ہو جاتی تھی یہاں تک کہ دروازے سے نکلی اور سائل کو ڈھونڈنے
کے لئے چند قدم باہر نکلی پھر کچھ وقفہ سائل کو صدقہ دینے میں لگا تو میں اس دوران میں گھر میں
داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ دہلیز میں ایک کمرہ ہے جس میں گدھا بندھا ہوا ہے تو میں اس میں
جا گھسا اور گدھے کی آڑ میں کھڑا ہو گیا اور گدھے کی جھول کا ایک حصہ اپنے اوپر بھی ڈال لیا اتنے میں
وہ تاجر آیا اور اس نے دروازے بند کئے اور دیکھ بھال کر کے اپنے اونچے تخت پر سو گیا اور جواہرات
تخت کے نیچے تھے. جب آدھی رات گزر گئی تو گھر میں جو بکری بندھی ہوئی تھی میں اس کے پاس پہنچا اور
اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ چیخی پھر اس شخص نے لڑکی سے کہا اس کے آگے چارہ ڈال دے وہ
ڈال کر سو گئی میں نے پھر اس کا کان اینٹھ دیا تو وہ پھر چلانے لگی تو اس نے لڑکی سے کہا کیا ہو گیا
تجھے میں نے تجھ سے اس کی خبر گیری کیلئے کہا تھا اس نے کہا میں تو لے گئی تھی اس نے کہا تو پھر یہ
بولتی ہے اور چارہ ڈالنے کے لئے خود اٹھ کھڑا ہوا میں موقع ملتے ہی تخت کے نیچے جا پہنچا اور خزانہ
کو کھول کر جواہرات کا ڈبہ نکال لیا اور اپنی جگہ واپس پہنچ گیا اور وہ شخص واپس آکر سو گیا پھر میں
نے کوشش کی کہ کوئی ایسا حیلہ نکل آئے کہ میں کسی ایسے موقع پر نقب لگا سکوں جہاں سے گھر
میں نکل آئے اور اس میں سے نکل جاؤں مگر ممکن نہ ہو سکا کیونکہ پورے گھر میں سال کے تختے
دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے اور میں نے ارادہ کیا چھت پر چڑھ جانے کا مگر اس پر بھی قادر نہ
ہو سکا کیونکہ ہر راستہ پر تین تین تالے لگے ہوئے تھے پھر مجھے خیال آیا کہ اس شخص کو ذبح کر دوں
مگر اس کو دل نے برا سمجھا اور میں نے سوچا کہ یہ تو میرے سامنے ہے ہی اگر اس کے سوا کوئی حیلہ ہی نہ
ہو سکا. تو جب سحر ہو گئی تو میں واپس ہو کر پھر وہیں گدھے کے پاس پہنچا اور اس شخص نے جب
باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے لڑکی سے کہا کہ دروازوں کے تالے کھول دے اور موسلے لگے
رہنے دے اس نے ایسا کر دیا اور میں گدھے کے پاس آیا تو اس نے لات ماری پھر رینگنا شروع
کر دیا تو میں باہر نکلا اور میں نے موسلا کھینچ کر کواڑ کھولے اور نکل کر بھاگا یہاں تک کہ گھاٹ
پر آکر کشتی میں پہنچ گیا اور اس تاجر کے مکان میں چیخ پکار مچ گئی پھر میرے ساتھیوں نے
مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس میں سے کچھ ان کو بھی دوں تو میں نے کہا نہیں یہ واقعہ ہے...

اہم ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ یہ راز کھل جائیگا۔ ابھی تم اس کو میرے پاس ہی چھوڑے رکھو اگر اس پر تین مہینے گذر گئے اور یہ چھپا رہا تو تم میرے پاس آجانا میں آدھا تم کو دے دونگا اور اگر ظاہر ہو گیا اور میں نے تمہاری اور اپنی ذات کو خطرہ میں محسوس کیا تو میں اس کے ذریعہ سے تمہاری جانیں بچا سکوں گا"، تو سب اس پر راضی ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس نگہبان کو مبتلائے مصیبت کر دیا اس نے میری بہت خدمت کی تو مجھے اس سے شرم آئی اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے جائیں گے اور میں اپنی جان پر جو عذاب بھی آپڑے تو اس پر ثابت قدم رہنے کا تہیا کئے ہوئے ہوں مگر آپ نے میرے ساتھ دوسرے طریقہ کا برتاؤ کیا تو جوانمردی کا طریقہ یہی تھا کہ میں بھی سچائی کے سوا اور کوئی طریقہ مستحسن نہ سمجھوں امیر نے کہا پھر اس فعل کی جزا یہ ہے کہ ہم تجھے رہائی دیتے ہیں لیکن تو توبہ کرے تو اس نے توبہ کر لی اور امیر نے اس کو اپنے مصاحبین میں داخل کر لیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا تو وہ سیدھے راستہ پر قائم رہا۔

(۵۳۰) ابوالحسین نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے تھے کہ مجھ سے طالوت بن عباد صراف نے بیان کیا کہ بصرہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک رات اپنے بستر پر سو رہا تھا اور میرے پہرہ دینے والے پہرہ پر موجود تھے اور دروازے مقفل تھے، دیکھتا کیا ہوں کہ ابن الخیاط مجھے میرے بستر پر سے جگا رہا ہے تو میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور میں نے کہا تو کون ہے اس نے کہا ابن الخیاط تو مجھ پر مردنی چھائی گئی۔ اس نے کہا گھبراؤ نہیں میں نے اس وقت پانچسو دینار کا جوا کھیلا ہے یہ تم مجھے قرض دے دو میں یہ ضرور تم کو واپس دیدونگا تو میں نے پانچسو دینار نکال کر اس کو دے دیئے اس نے کہا اب تم سو جاؤ اور میرے پیچھے نہ آنا تاکہ میں جیسے آیا تھا ویسے ہی نکل جاؤں ورنہ قتل کر دونگا اور خدا کی قسم میں اپنے پہرہ داروں کی آوازیں سن رہا تھا اور نہیں سمجھ سکا کہ وہ کدھر سے اندر آیا اور کہاں کو گیا اور میں نے اس کے ڈر سے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور پہرہ میں اضافہ کر دیا اس قصہ کو چند راتیں گزری تھیں۔ کہ دیکھتا ہوں کہ اسی ہیئت کے ساتھ وہ مجھے پھر جگا رہا ہے میں نے اٹھ کر مرحبا کہا اور یہ کہ کیا ارادہ ہے کہنے لگا وہ دینار لے کر آیا ہوں مجھ سے لے لیجئے میں نے کہا وہ تمہیں معاف ہیں۔ اگر تم کو اور ضرورت ہو تو لے لو تو جواب دیا کہ تم تاجروں سے زیادہ شریف ہو اور تمہارے شخص کے ساتھ میں یہ حصہ داری نہیں چاہتا اور اگر میں اس کو پسند کرتا کہ تمہارا مال چرا لیجاؤں تو

ایسا کر سکتا تھا لیکن تم اپنے شہر کے رئیس ہو اور میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہا یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے۔ یہ تم کو لے لینا چاہیئے اگر مجھ کو اس کے بعد کوئی ضرورت لاحق ہوگی تو میں تم سے پھر لے لوں گا میں نے کہا تمہارا اس طرح آنا میرے لئے گھبراہٹ کا سبب ہوتا ہے لیکن جب تم کچھ لینا چاہو تو دن میں آؤ یا اپنے ایلچی کو بھیجدو اس نے کہا ایسا ہی کیا جائے گا تو میں نے اس سے دینار لے لئے اور وہ واپس ہوگیا اور اسکا ایلچی میرے پاس اس کے بعد ایک نشانی لے کر آیا کرتا تھا اور جو کچھ چاہتا لے جایا کرتا تھا اور کچھ مدت کے بعد واپس دے جایا کرتا تھا میری کوئی رقم اس کے ذمہ باقی نہیں رہی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا۔

(۵۲۱) ابو محمد عبداللہ بن علی بن خشاب نحوی نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ایک صابون گر سے ایک ٹکیہ صابون کی خریدی اور اپنے کپڑے دھونے کے لئے نہر پر گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھتا ہے کہ وہ تو ایک اینٹ کا ٹکڑا ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور اس نے خیال کیا کہ یہ شخص لوگوں کو (دھوکے سے) اینٹ اور صابون (ملا جلا کر) بیچتا ہے تو اس کے پاس واپس کرنے کیلئے پہنچا اور پہنچ کر کہا بڑا افسوس ہے تو لوگوں کو اینٹ اور صابون بیچتا ہے اس نے کہا میں تو نہیں بیچتا ہوں تو اس نے ٹکیہ کو آستین سے نکالا تو دیکھا کہ وہ تو صابون کی ٹکیہ ہے وہ شخص شرمندہ ہوا اور نہر پر واپس گیا لیکن جب اسکو نکالا تو وہ پھر اینٹ نکلی پھر واپس صابون گر کے پاس آیا اور اس کو دکھانے لگا اور ٹکیہ کو نکالا تو پھر وہ صابون ہی کی ٹکیہ تھی پھر دوبارہ واپس ہوا اور پھر صابون گر سے ملا یہاں تک کہ تنگ ہوگیا۔ اس سے صابون گر نے کہا آپ پریشان نہ ہوں ہمارا ایک بیٹا ہے جس کو ہم نے اپنے یہاں سے نکال دیا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ شرارت اور دھوکہ کر رہا ہے۔ جب تم یہاں سے جاتے ہو تو وہ یہ حرکت کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ تم واپس آ رہے ہو تو وہ اس صابون کی ٹکیہ کو تمہاری آستین میں لوٹا دیتا ہے اور تم کو خبر دیتا ہے۔

(۵۲۲) ایک چور بعض لوگوں کے گھر میں چوری کے لئے پہنچا۔ وہاں چوری کے لیے کچھ نہیں ملا بجز ایک ٹوٹی ہوئی دوات کے تو وہ دیوار پر یہ لکھ آیا

(ترجمہ مجھ پر عزیز ہوگیا تمہارا فقر اور اپنی تو نگری یعنی تمہارے فقر کو دیکھ کر میں اپنے کو مالدار سمجھنے لگا ہوں)

(۵۳۳) ایک چور ایک شخص کے گھر میں پہنچا اور اس کا سامان لے کر نکلا۔ اس شخص نے شور مچاتے ہوئے کہا کہ یہ رات کیسی منحوس ہے تو چور نے کہا ہر ایک کے لئے نہیں۔

(۵۳۴) ہم کو احباب نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص بزاز کے پاس آیا اور اس کے کچھ کپڑے تین سو دینار میں خریدے پھر پوری قیمت اس کو ادا کر دی جب اس کے سپرد کر چکا تو کہنے لگا تو نے مجھ سے زیادہ قیمت لی ہے اور کپڑا لوٹا دیا اور دینار سمیٹ لئے اور انکو ایک کپڑے میں ڈال کر گرہ باندھی اور اس کو غلام کی آستین میں ڈال دیا پھر بولا کہ میں تردد میں پڑ گیا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیں گے کہ میں یہ کپڑے اس کو دکھالاؤں جس کیلئے خرید رہا ہوں اگر وہ لینے پر رضامند ہو گیا۔ تو فبہا ورنہ واپس کر دیئے جائیں گے۔ بزاز نے کہا ہاں تو اس نے اپنا ہاتھ غلام کی آستین میں ڈال کر وہ کپڑا نکالا اور بزاز کی طرف پھینک دیا اور کپڑے لے کر چلا گیا۔ پھر بزاز نے اس کپڑے کو کھولا تو اس میں سے پیسے برآمد ہوئے اور اس شخص نے غلام کی آستین میں اسی طرح کے کپڑے میں تین سو دینار کے برابر پیسے باندھ کر پہلے ہی رکھ دیئے تھے۔

(۵۳۵) ابو الفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھی تھی انکے پاس سے ایک شیخ تھیلی لئے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ ان میں سے ایک چور بولا کیا رائے ہے اس شخص کے بارے جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔ انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اسکا پیچھا کیا اور وہ تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے پانی لے کر بالاخانہ پر آجا اور اوپر چڑھ گیا جب لونڈی اوپر چڑھ گئی تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھا لایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آپہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔ انہوں نے کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اس طرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پٹتا ہے اور عذاب دیتا ہے۔ یہ اچھی بات نہیں اس نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے اس نے کہا اچھی بات ہے۔ تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ درحقیقت لونڈی کو مار رہا تھا اس نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دوکان کا غلام اس نے باہر آکر کہا کیا کہتے ہو اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا آپ اپنی تھیلی دکان پر پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے،

وہ یہی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں واللہ اس نے سچ کہا۔ صراف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دیدیجئے اور گھر میں جا کر ایک رقعہ پر یہ لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی تا کہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لئے گیا۔ اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہوا۔

(۵۳۶) ابو جعفر محمد بن الفضل الصمیری نے بیان کیا کہ ہمارے شہر میں ایک بہت نیک بوڑھیا تھی جو کثرت روزے رکھتی تھی اور بہت نماز پڑھتی رہتی تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا جو صرافہ کا کام کرتا نیز وہ شراب اور کھیل میں منہمک رہتا تھا۔ دن کے اکثر حصہ میں تو وہ اپنی دکان میں مشغول رہتا پھر گھر میں واپس آتا اور تھیلی اپنی والدہ کے پاس رکھوا دیتا۔ اور چلا جاتا اور اپنے دوستوں میں رات گذارتا جہاں شراب پیتا رہے۔ ایک چور نے اس کی تھیلی اڑانے کی ٹھان لی اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور اس طرح گھر میں داخل ہو گیا کہ اسے خبر نہ ہو سکی اور چھپ گیا اور اس شخص نے تھیلی ماں کے سپرد کر کے اپنی راہ لی اور یہ گھر میں تنہا رہ گئی۔ اور مکان میں اس کا ایک ایسا کمرہ تھا جس کی دیواروں پر سال کے تختے جڑے ہوئے تھے اور اس کا دروازہ لوہے کا تھا۔ وہ اپنی قیمتی اشیاء اسی میں رکھتی تھی اور تھیلی بھی چنانچہ اس نے تھیلی اسی کمرہ میں دروازہ کے پیچھے رکھی اور وہ بیٹھ گئی اور اپنے سامنے افطار کا سامان رکھ لیا۔ چور نے دیکھا اب وہ اسے تالا لگائے گی اور سو جائے گی تو میں دروازہ جدا کر کے تھیلی لے لوں گا۔ جب وہ روزہ افطار کر چکی تو نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور نماز لمبی ہو گئی۔ روہ آدمی رات گزر گئی اور چور متحیر ہوا اور اس کو ڈر ہوا کہ صبح نہ ہو جائے۔ اب وہ گھر میں پھرا وہاں ایک نئی لنگی اس کو مل گئی اور کچھ بخور پا لیا تو اس نے وہ لنگی باندھی اور بخور سلگا لیا اور زینے سے اترنا شروع کیا اور بہت موٹی آواز بنا کر آواز نکالنا شروع کی تا کہ بوڑھیا ڈر جائے۔ وہ دلیر تھی سمجھ گئی کہ یہ چور ہے تو بڑھیا نے کانپتی ہوئی اور گھبرائی ہوئی آواز بنا کر کہا یہ کون ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں رب العالمین کا بھیجا ہوا اس نے مجھے تیرے بیٹے کے پاس بھیجا ہے یہ فاسق ہے تا کہ اسے نصیحت کروں اور اس کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس کی وجہ سے وہ گناہوں کے ارتکاب سے باز رہے۔ تو بڑھیا نے یہ ظاہر کیا کہ گھبرا۔ شفقت سے اس پر غشی طاری ہو گئی ہے اور اس نے یہ کہنا شروع کیا اے جبرئیل

میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ وہ میرا اکلوتا ہے تو چور نے کہا میں
اس کو قتل کرنے کیلئے نہیں بھیجا گیا ہوں بوڑھیا نے کہا پھر کس لئے بھیجا گیا کہا کہ اس لئے کہ
اس کی تھیلی لے لوں اور اس کے دل کو اس سے رنج پہنچاؤں پھر جب وہ توبہ کرے تو اس کو واپس
دے دوں بوڑھیا نے کہا اچھا جبریل اپنا کام کرو اور جو کچھ حکم دیا گیا اس کی تعمیل کرو تو اس نے کہا
تو کمرے کے دروازے سے ہٹ جا وہ ہٹ گئی اور اس نے دروازہ کھول لیا، و اندر داخل ہو گیا
تاکہ تھیلی اور قیمتی کپڑے لے جائے اور ان کی گٹھڑی بنانے میں مشغول ہو گیا تو بوڑھیا نے آہستہ
آہستہ جا کر دروازہ بند کر لیا اور زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا اور تالا لگا کر اسے مقفل بھی کر دیا۔ اب تو
چور کو موت نظر آنے لگی اور باہر نکلنے کیلیے حیلہ نقب لگانے یا اور کسی سوراخ کو کھولنے کا سوچنے لگا
مگر کوئی صورت ممکن نظر نہ آئی۔ پھر بولا کھول تاکہ میں باہر نکلوں کیونکہ تیرا بیٹا اب نصیحت قبول کر
چکا ہے تو بوڑھیا نے کہا اے جبریل مجھے ڈر ہے کہ میں کواڑ کھولوں تو تیرے نور کے ملاحظہ سے
میری بینائی نہ جاتی رہے۔ تو اس نے کہا میں اپنے نور کو بجھا دوں گا تاکہ تیری آنکھیں ضائع نہ ہوں
تو بوڑھیا نے کہا اے جبریل تیرے لئے اس میں کیا دشواری ہے کہ تو چھت سے نکل جائے یا اپنے پر
سے دیوار کو پھاڑ کر چلا جائے اور مجھے یہ تکلیف نہ دے کہ میں نگاہ کو برباد کر ڈالوں۔ اب چور نے
محسوس کر لیا کہ بوڑھیا دلیر ہے اب اس نے نرمی اور خوشامد یں شروع کیں اور توبہ کرنے لگا تو
بوڑھیا نے کہا یہ باتیں چھوڑ اب نکلنے کی کوئی ترکیب نہ ہو سکے گی جب تک دن نہ ہو جائے اور
نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی اور وہ اس سے سوال کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اسکا بیٹا بھی
واپس آ گیا اور تمام سرگذشت اور ساری باتیں اس کو سنائیں وہ کوتوال پولیس کو بلا لایا۔ اس نے
دروازہ کھول کر چور کو باندھ لیا۔

باب ۲۹ : ذہین بچوں کی ذہانت کے واقعات

(۵۲۷) محمد بن الضحاک سے منقول ہے کہ عبد الملک بن مروان نے رأس الجالوت یا ابن
رأس الجالوت سے سوال کیا کہ بچوں کی فراست کا تم کس طرح اندازہ کرتے ہو؟ اس نے کہا ہمارے
پاس ان کے بارے میں کوئی خاص اصول نہیں ہے کیونکہ وہ اس زمانہ میں ایک حال سے
دوسرے حال کی طرف جاتے رہتے ہیں بجز اس کے کہ ایک گوشہ چشم ہے ہم ان کو دیکھ

لیں، اور ان کی گفتگو اور اوضاع سے ان کی فساد طبع کا کچھ اندازہ کر لیں، تو اگر ہم نے ان میں سے کسی کو کھیل میں یہ کہتا ہوا سن لیا کہ کون میری ساتھ ہوگا تو ہم نے اس کے بارے میں یہ رائے قائم کر لی کہ یہ صاحب ہمت ہوگا اور اس کے بارے میں یہ پہلو سچا ہوتا ہے۔ اور اگر ہم نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کس کیساتھ ہوں گا تو ہم کو اس کی یہ بات مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے جس کے بارے میں اس طرح اندازہ لگایا گیا وہ ابن الزبیر تھے کہ وہ ایک دن جب وہ بچے تھے تو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو ایک شخص وہاں سے گذرا اور اس نے بچوں کو ڈانٹا تو سب بھاگ گئے اور ابن الزبیر پچھلے پاؤں اس کی طرف منہ کئے ہوئے ہٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے بچو تم مجھے اپنا امیر بنالو اور ہمارے ساتھ ہو کر اس پر حملہ کرو۔

(۵۳۸) اور ایک مرتبہ جب کہ بچپن میں عبداللہ بن الزبیر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو وہاں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے، وہ کھڑے رہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا بات ہے اپنے دوستوں کیساتھ تو نہیں بھاگا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لئے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

(۵۳۹) سنان بن مسلمہ سے جو بحرین کے امیر تھے مروی ہے کہ ہم جب مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے تو کھجور کی جڑ کے پاس سے چھوٹی چھوٹی کچی کھجوروں کو جن کو خلال کہا جاتا ہے۔ جمع کر رہے تھے تو اس طرف حضرت عمرؓ آنکلے تو سب بچے اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور میں اپنی جگہ جما رہا جب وہ مجھ پر آکر جھک گئے تو میں نے کہا اے امیرالمومنین یہ تو وہ ہیں جو ہوا سے جھڑ جاتے ہیں تو انہوں نے کہا مجھے دکھا میں دیکھوں گا۔ (ہوا سے جھڑا ہوا ہونا) مجھ سے چھپا تو نہیں رہیگا تو انہوں نے میری گود پر نظر ڈالی اور فرمایا تو نے سچ کہا پھر میں نے کہا اے امیر المومنین آپ دیکھتے ہیں ان لڑکوں کو واللہ جب آپ چلے جائیں گے تو یہ مجھے آگر لپٹ جائیں گے اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب چھین لیں گے تو آپ میرے ساتھ چلے اور مجھے ٹھکانے تک پہنچا دیا۔

(۵۴۰) ابو محمد الیزیدی نے بیان کیا کہ میں مامون الرشید کا اتالیق تھا جب کہ وہ سعید

الجوہری کی گود میں (یعنی زیر تربیت) تھا میں ایک دن آیا جب کہ وہ محل کے اندر تھا میں نے اس کے پاس اس کے ایک خادم کو بھیجا کہ میرے موجود ہونے کی اس کو اطلاع کر دے مگر اس نے آنے میں دیر کی پھر میں نے دوسرا بھیجا تو اس نے پھر دیر کی تو میں نے سعید سے کہا کہ یہ لڑکا اکثر اوقات کھیل میں لگا رہتا ہے اور آنے میں دیر کرتا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے ساتھ ایک حرکت یہ بھی کہ جب وہ آپ سے جدا ہوتا ہے تو اپنے خدمت گاروں کے سر ہو جاتا ہے اور وہ اس سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ اس کو ادب سکھائیں (میں انتظار میں بیٹھا رہا) جب وہ باہر نکلا تو میں نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لائیں۔ تو میں نے اس کے سات درے مارے کہ وہ رونے کے لئے اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔ جبھی اطلاع پہنچی کہ جعفر بن یحییٰ (برمکی وزیر) آ گئے۔ تو فوراً رومال لے کر آپنی دونوں آنکھیں پونچھیں اور اپنے کپڑوں کو ٹھیک کر کے فرش کی طرف بڑھا اور اس پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر خدام سے کہا اس کو آ جانا چاہیئے۔ اور میں مجلس سے اٹھ کر باہر آگیا مجھے یہ ڈر ہو گیا کہ یہ جعفر سے میری شکایت کرے گا تو وہ میرے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کرے گا۔ (وزیر جعفر اندر آکر مامون سے ملا) تو اسکی طرف منہ کر کے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو بھی ہنسایا اور خود بھی ہنستا رہا۔ پھر جب (وزیر کے ساتھ) سیر کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے غلاموں کو تو وہ سب اس کے سامنے دوڑ بھاگ کرنے لگے پھر میرے بارے میں سوال کیا اندر آیا تو مجھ سے کہا میرا بقیہ سامان (تعلیم کا) آپ لیجئے میں نے کہا اے امیر اللہ تعالیٰ نے آپ کی عمر دراز کرے مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ تم میری شکایت جعفر بن یحییٰ سے کرو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو ان کا برتاؤ مجھ سے سخت ہو گا تو جواب دیا کہ اے ابو محمد کیا تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے رشید کو بھی کبھی ایسے امور سے باخبر کیا ہو تو جعفر بن یحییٰ سے کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ میں اس کو اطلاع دیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ادب کا حاجتمند ہوں ایسی صورت میں اللہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے تمہارا گمان کس قدر بعید از قیاس اور تمہارا دل غلط وہم میں مبتلا ہے۔ آپ اپنا کام کیجئے جو خطرہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ایسا آپ کبھی نہ دیکھیں گے خواہ آپ اس عمل کا اعادہ روزانہ سو مرتبہ کریں۔

(۱۴۵) حسن قزوینی نے بیان کیا کہ ابو بکر نحوی سے میں نے سنا کہ معذرت کے طور پر سب سے زیادہ لطیف رقعہ جو لکھا گیا ہے وہ معذرت کا رقعہ ہے جو (خلیفہ) راضی باللہ نے اپنے بھائی ابو

اسحٰق متقی کے نام لکھا تھا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ دونوں بھائیوں کے درمیان مؤدب یعنی استاد کی وجہ سے کچھ کہا سنی ہو گئی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بھائی (متقی) کی طرف سے ہی راضی پر زیادتی ہوئی تھی تو راضی نے اس کو یہ رقعہ لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں اپنے فرض کی بنا پر اور آپکو اعتراف ہونا چاہیے کہ میں آپ کا بھائی ہوں فضل کی بنا پر جو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے) اور غلام خطا کرتا ہے تو آقا معاف کر دیتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے

یا ذا الذی یغضب من غیر شیء اعتب فعتباک حبیب الیَّ

(ترجمہ) اے وہ شخص جو بغیر سبب ناراض ہو جاتا ہے جتنا عتاب دل چاہے کر کیونکہ تیرا عتاب بھی مجھے پیارا ہے۔

انت علی انک لی ظالم اعز خلق اللہ طرا الیَّ

(ترجمہ تو باوجود اس کے کہ مجھ پر ظلم کرتا ہے خدا کی تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔
تو ابو اسحٰق اس کے پاس آ کر اس پر اٹھا ہو گیا۔ راضی باللہ بھی کھڑا ہو گیا اور دونوں گلے مل گئے اور مصالحت ہو گئی واللہ اعلم۔

(۵۴۲) عبیداللہ بن المامون سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ مامون الرشید میری والدہ ام موسیٰ سے سخت ناراض ہو گئے پھر اسی بنا پر مجھ سے بھی اس درجہ برہم ہو گئے کہ قریب تھا کہ اس کا نتیجہ میرے تلف ہو جانے کی صورت میں برآمد ہو میں نے ایک دن ان سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اپنے چچا کی بیٹی پر ناراض ہیں تو ان ہی پر مجھ کو الگ کر کے عتاب کریں کیونکہ میں تو آپ کا ان کے پاس گیا ہوا ہوں اور آپ ہی کا ہوں نہ کہ ان کا۔ مامون الرشید نے سن کر کہا تو نے سچ کہا اے عبیداللہ تو میری طرف سے اس کے پاس گیا ہوا ہے اور میرا ہی بیٹا ہے اس کا نہیں اور میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ کو اس حقیقت پر آگاہ کیا تیرے ذریعہ سے اور تیرے اس فضل (یعنی فراست کو جو تجھ میں موجود ہے مجھ پر عیاں کر دیا۔ واللہ آج کے بعد تو میری طرف سے کوئی برائی نہ دیکھے گا ورپسندیدہ طرز عمل ہی دیکھے گا پھر یہ گفتگو ہی میری والدہ سے خوش ہو جانے کا سبب بن گئی۔

(۵۴۳) اصمعی نے بیان کیا جس زمانہ میں کہ میں بیدانی قبائل عرب کی سیاحت کرتا تھا

میرا گذر ایک لڑکے پر ہوا یا لڑکی پر (اصمعی سے روایت کرنے والے نے اپنے شک کا اظہار کیا) جس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی زیادہ بھرا ہوا (ہونے کی وجہ سے اسکا دہانہ اس کے قابو سے باہر ہو گیا) تھا اور وہ (اپنے باپ کو پکار رہا تھا یا ابت ادرک فاھا، غلبنی فوھا لا طاقۃ لی بفیہا - (ترجمہ، اے ابا اس کا منہ پکڑو، مجھ پر اس کا منہ غالب آگیا۔ مجھ میں اس کا منہ سنبھالنے کی طاقت نہیں) اصمعی نے کہا خدا کی قسم ان تین جملوں میں اس نے تمام عربیت کو جمع کر دیا۔

(۱۲۴۴) صولی نے کہا کہ جاحظ سے منقول ہے کہ ثمامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کے یہاں اس کی مزاج پرسی کیلئے گھر میں داخل ہوا اور اپنے گدھے کو دروازے پر چھوڑ دیا اور میرے ساتھ کوئی غلام نہیں تھا (جو گدھے کا خیال رکھتا) پھر میں مکان سے باہر آیا تو دیکھا کہ اس پر ایک لڑکا بیٹھا ہے میں نے کہا کہ تم بغیر اجازت لئے گدھے پر سوار ہو بیٹھے؟ اس نے فی البدیہہ اپنی شرارت کی تاویل کے طور پر) جواب دیا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ بھاگ جائے گا تو میں نے آپ کی خاطر اس کی حفاظت کی میں نے (غصہ سے) کہا اچھا ہوتا نہ ٹھہرتا اور بھاگ جاتا (آپ کو اس کے فکر کی کیا حاجت تھی) کہنے لگا کہ اگر آپ کی اپنے گدھے کیلئے یہ رائے ہے تو اس پر عمل کیجئے (اور سمجھ لیجئے) کہ وہ بھاگ ہی گیا اور مجھے ہبہ کر دیجئے اور اس پر میری طرف سے مزید شکریہ قبول کیجئے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دوں۔

(۱۲۴۵) اہل شام میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ مدینہ میں پہنچا تو ابراہیم بن ہرمہ کے مکان کا ارادہ کیا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی مٹی سے کھیل رہی ہے میں نے اس سے کہا تمہارے ابا کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگی کسی کریم کے یہاں گئے ہوئے بہت عرصہ گذر گیا ہم کو ان کی کچھ خبر نہیں ہے تو میں نے کہا کہ ہمارے لئے اونٹنی ذبح کرلو کیونکہ ہم تمہارے مہمان ہیں بولی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے میں نے کہا اچھا بکری ذبح کرلو کہنے لگی واللہ ہمارے پاس نہیں ہے میں نے کہا مرغی، کہنے لگی واللہ یہ بھی ہمارے پاس نہیں میں نے کہا انڈا بولی واللہ یہ بھی نہیں میں نے کہا تو تمہارے ابا کا یہ قول غلط ہے:۔

کم ناقۃ قد وجأت منحرھا ۔۔۔ بمستھل الشؤبوب او جمل

ترجمہ بہت سی اونٹنیوں اور اونٹوں کے گلے پر میں نے چھری پھیری ہے متواتر بارش کا ہلال طلوع ہونے کے وقت. کہنے لگی کہ ابا کا یہی تو وہ فعل ہے جس نے ہم کو اس حال تک پہنچا دیا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔

(۵۴۶) بشر بن الحارث نے بیان کیا کہ میں نے معافی بن عمران کے مکان پر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھ سے کہا گیا کون ہے تو میں نے جواب دیا بشر الحافی تو گھر میں سے ایک چھوٹی سی بچی نے مجھ سے کہا اگر تم دو دانگ کے جوتے خرید لیتے تو تمہارے نام میں سے حافی نکل جاتا (حافی کے معنے ہیں برہنہ پا)

(۵۴۷) منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ خاقان کی عیادت کیلئے گئے اور فتح بن خاقان اس وقت بچہ تھا تو فتح سے معتصم نے کہا کون سا مکان زیادہ اچھا ہے. امیر المؤمنین کا یا تمہارے والد کا. فتح نے جواب دیا کہ جب امیر المؤمنین میرے والد کے مکان میں ہوں گے تو میرے والد ہی کا مکان اچھا ہوگا پھر اس کو ایک نگینہ دکھایا جو ان کے ہاتھ میں تھا اور پوچھا کیا اے فتح تم نے اس نگینہ سے اچھا دیکھا ہے تو فتح نے جواب دیا ہاں! وہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے۔

(۵۴۸) ابو علی البصیر نے بیان کیا کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میں چھوٹا تھا اس لئے میراث سے روک دیا گیا تو میں جھگڑتا ہوا قاضی کے یہاں پہنچا. قاضی نے مجھ سے کہا کیا تو بالغ ہو گیا میں نے کہا ہاں. پھر کہا اور یہ بات کون جانتا ہے میں نے کہا جس نے اس کو نعوظ کی طاقت دی (نعوظ عضو مخصوص کا دراز ہو جانا) قاضی نے تبسم کیا اور میرا حصہ واگذار کرنے کا حکم دیدیا۔

(۵۴۹) منقول ہے کہ ایاس بن معاویہ جب لڑکے تھے تو ایک بوڑھے کے ساتھ قاضی دمشق کے سامنے گئے اور کہا کہ اللہ تعالٰی قاضی کے ساتھ نیکی کرے اس بوڑھے نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ پر زیادتی کی اور میرا مال لے لیا تو قاضی نے کہا اس کے ساتھ نرمی سے بات کر اور اس قسم کی گفتگو سے بوڑھے کا مقابلہ مت کر تو ایاس نے کہا اللہ قاضی کے ساتھ نیکی کرے حق (میرے ساتھ ہے) جو مجھ سے اس سے اور آپ سے بھی بڑا ہے. قاضی نے کہا چپ ہو جاؤ ایاس نے کہا اگر میں چپ ہو گیا تو میری حجت کون پیش کریگا قاضی نے کہا بول! اور خدا کی قسم تیرے کلام میں خیر نہیں ہوگی. تو ایاس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ترجمہ اس کلمہ کے خیر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اس لئے قاضی صاحب حانث ہو گئے یعنی

قسم ٹوٹ گئی، شاہی وقائع نگار نے یہ قصہ خلیفہ کو لکھ بھیجا تو خلیفہ نے قاضی کو معزول کر دیا اور ایاس کو اس کے بجائے قاضی بنا دیا۔

(۵۵۰) مامون الرشید نے اپنے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک رجسٹر تھا پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ذہانت قوی ہوتی ہے اور غفلت سے بیداری حاصل ہوتی ہے اور وحشت سے انس۔ تو مامون نے کہا میں اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایسے بچے عطا کئے جو اپنی عمر کے مناسب اپنے جسم کی آنکھ سے زیادہ اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

(۵۵۱) فرزدق نے ایک نوعمر لڑکے سے کہا کیا تو اس سے خوش ہوگا کہ میں تیرا باپ بن جاؤں اس نے کہا نہیں مگر ماں بن جانے سے خوش ہوں گا تاکہ میرے والد آپ کی مزیدار باتوں سے محفوظ ہوتے رہیں

(۵۵۲) ایک لڑکا چند لوگوں کے ساتھ کھانے بیٹھا پھر رونے لگا انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتا ہے تو اس نے کہا کھانا بہت گرم ہے۔ لوگوں نے کہا تو صبر کر یہاں تک کہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس نے کہا پھر تم اسے نہیں چھوڑو گے۔

(۵۵۳) اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے سے جو اولاد عرب سے تھا کہا کیا تم اس بات سے خوش ہو سکتے ہو کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور ان کے ساتھ حماقت بھی ہو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں! میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میری حماقت مجھ سے ایسی حرکت نہ کرا دے کہ مال تو جاتا رہے اور میرے پاس صرف حماقت باقی رہ جائے۔

(۵۵۴) ہم کو یہ بات پہنچی کہ ایک لڑکا (راستہ میں) ایک سمجھدار آدمی سے ملا پھر اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا مطبخ کی طرف (بجائے مطبخ کے مطبَخ کہا کیونکہ مخاطب بچہ تھا جو خاکو زیادہ بولتا تھا) مگر مطبق کے تینے میں پاؤں جوڑ کر کودنے لگا تو اس نے کہا تو قدم کشادہ کر دو (یعنی چھلانگیں مارو)۔

(۵۵۵) ہارون رشید کے پاس اس کا ایک بچہ لایا گیا جس کی چار سال کی عمر تھی تو ہارون نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے جو تم کو دی جائے تو اس نے کہا آپ کی حسن رائے۔

باب ۱۱ : ذہنی مختل مجنونوں کے واقعات

(۵۵۶) محمد بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں قبیلہ جہینہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابو نصر تھی اس کی عقل جاتی رہی تھی میں نے ایک دن اس سے بات چیت کی ہے تو اس نے جواب دیا جہد المقل (قلیل کے معنے میں کم استطاعت یعنی کم استطاعت شخص کا) حاجت روک کر دوسرے کی امداد کی کوشش کرنا میں نے کہا اور بخل کیا ہے تو اس نے کہا اف اور منہ پھیر لیا۔ میں نے کہا جواب دو تو بولا کہ دے تو دیا ہے (لفظ اُف سے جواب دے دیا یہ لفظ تکلیف کے وقت بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو دینے سے دلی تکلیف کا نام بخل ہے

(۵۵۷) شبلی نے بیان کیا کہ میں نے ایک دیوانہ کو رصافہ کی جامع مسجد کے قریب ننگا کھڑا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا میں اللہ کا مجنون ہوں میں اللہ کا مجنون ہوں میں نے کہا مسجد میں کیوں نہیں جاتا اور اپنا ستر کیوں نہیں چھپاتا اور نماز کیوں نہیں پڑھتا تو جواب میں یہ اشعار کہے

يقولون [illegible] وقال [illegible]

(ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات کرو اور ہمارے حق واجب کو ادا کرو [illegible] مجھ پر سے ان کے سب حقوق ساقط کر دیئے۔

اذا [illegible] [illegible]

(ترجمہ) جب وہ میرا حال دیکھتے ہیں اور اس کو ناپسند نہیں کرتے۔ اور جب وہ [illegible] کراہت نہیں کرتے تو میں بھی اپنے حال کو ناپسند نہیں کیا جو ان سے متعلق ہے۔

(۵۵۸) ابن اعتصاب الصوفی نے بیان کیا کہ میں مارستان (شفاخانہ) میں پہنچا وہاں میں نے ایک جوان مبتلا کو دیکھا تو میں اسکا گرویدہ ہو گیا اور میری گرویدگی بڑھتی ہی رہی میں اس کے پیچھے لگا رہا تو اس نے چلا کر کہا دیکھو سنوارے ہوئے بالوں والے لڑکوں کو جنہوں نے محبت کو اپنی پونجی اور حماقت کو پیشہ بنا لیا ہے یعنی باغ عشق ایسے ہی سنورے ہوا کرتے ہیں، پھر میں نے اس سے سوال کیا کہ سخی کون ہے؟ جواب دیا کہ سخی وہ ہے جو کہ تم جیسوں کو جب کہ تمہارے پاس ایک دن کی غذا کا سہارا موجود نہ ہو رزق دیدے میں نے کہا دنیا میں کم سے کم شکر کرنیوالا کون ہے تو اس نے کہا جو شخص کسی بلا سے نجات پا جائے

پھر اس میں کسی دوسرے کو مبتلا دیکھے تو شکر کو ترک کر دے تو مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا اور میں نے اس سے کہا دانائی کیا ہے اس کا جواب دیا کہ جس طریق پر تم ہو اس کا خلاف۔

(۵۵۹) مبرّد کے ایک شاگرد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن میں مبرد کی مجلس سے آ رہا تھا راستہ میں جب میں ایک ویرانہ سے گزرا تو دفعۃً ایک شیخ نکل کر میرے سامنے آگیا اور وہ ایک پتھر لئے ہوئے تھا پھر اس نے ایسا انداز اختیار کیا کہ وہ پھینک کر میرے مارنا چاہتا ہے میں نے قلمدان اور رجسٹر کو اپنے آگے بچاؤ کے لئے کر لیا تو بولا شیخ کے لئے مرحبا (خوش آمدید) میں نے کہا آپ کے لئے بھی۔ پھر کہا کہاں سے آئے ہو میں نے کہا مُبَرِّد کی مجلس سے تو کہا بارِد کی پھر کہا اس نے تم کو کونسا شعر سنایا (مبرد کے شاگرد کہتے ہیں کہ مبرد کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی مجلس کو ہمیشہ کسی شعر کے ایک یا دو بیت پر ختم کیا کرتے تھے) تو میں نے کہا انہوں نے یہ شعر سنایا۔

أعار الغيث [illegible]   إذا ما [illegible]

(ترجمہ) (وہ ممدوح) بادل کو جود و کرم مانگا ہوا دیدیتا ہے جب کبھی اس کا پانی ختم ہو جاتا ہے۔

وإن أسد شكا جبناً [illegible]   [illegible]

اور اگر کسی شیر کو بزدلی کی شکایت ہو جائے تو شیر کو اپنا دل مانگا ہوا دے دیتا ہے۔

تو بولا کہ اس شعر کے کہنے والے نے خطا کی۔ میں نے کہا کیونکر؟ کہنے لگا تو نہیں سمجھا جب کہ ممدوح نے اپنا کرم بادل کو دیدیا تو وہ بلا کرم رہ گیا اور جب اس نے شیر کو اپنا دل دیدیا تو وہ بغیر دل کے رہ گیا (یعنی اسی حالت میں ممدوح کو کرم اور شجاعت سے عاری ثابت کیا گیا ہے تو یہ شعر بجائے مدح کے ذم بن گیا) میں نے کہا پھر کیا کہا جانا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے۔

علّم الغيث الندى [illegible] إذا   ما [illegible] علم البأس الأسد

(ترجمہ) (ممدوح نے) بادل کو جود و کرم سکھایا تو جب بادل نے اس کو خوب محفوظ کر لیا تو شیر کو بہادری سکھائی۔

فاذا الغيث مقرٌّ بالندى

واذا الليث مقرٌّ بالجلد

(ترجمہ) پھر تو بادل جود و عطا کا مخزن بن گیا   اور شیر دلیری کا مستقر بن گیا

میں نے ان اشعار کو لکھ لیا اور واپس آگیا پھر دوسرے دن میرا گذر اسی موقع سے ہوا تو وہ

پھر ہاتھ میں پتھر لئے ہوئے نکل آیا اور ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر پھینکنا ہی چاہتا ہے تو میں نے پھر اس سے (پہلے کی طرح) پچھاڑ کیا تو ہنسنے لگا اور بولا شیخ کے لئے مرحبا۔ میں نے کہا آپ کیلئے بھی۔ کہا مبرّد کی مجلس سے (آرہے ہو) میں نے کہا جی ہاں۔ تو سوال کیا کہ تم کو کیا شعر سنایا۔ میں نے یہ شعر پڑھے ؎

ان السّماحة والمروءة والندیٰ

قبر بمرو علی الطریق الواضح

(ترجمہ) بیشک سخاوت اور مروت اور بخشش ایک قبر میں مدفون ہیں جو ایک کھلے ہوئے راستہ پر یعنی گزرگاہ پر ہے۔

فاذا مررت بقبره فاعقر به

کوم الجیاد وکل طرف سابح

جب تو اس کی قبر سے گزرے تو اس کے صدقہ کے لئے ذبح کر ڈال اونچے کوہان والے اونٹوں کے گلے کو اور ہر اصیل تیز رفتار گھوڑے کو تو کہنے لگا اس شعر کے کہنے والے نے غلطی کی ہے میں نے کہا کیسے تو بولا افسوس ہے تجھ پر اگر تو نے خراسان کا اونٹ بھی ذبح کر ڈالا تب بھی تو اس کے حق سے بری الذمہ نہیں ہوا میں نے کہا پھر کیا کہنا چاہیے تھا تو یہ شعر کہے۔

ادملانی ان لم تکن لک ناقة الی جنب قبره فاعقرانی

(ترجمہ) مجھے ہی اس کی قبر کے پاس اٹھا لے جاؤ اگر تمہارے پاس کوئی جانور صدقہ کیلئے نہ ہو اور مجھے ہی ذبح کر دو۔

وانضحا من دمی علیه فقد کان

دمی من نداه لو تعلمان

(ترجمہ) اور میرا خون اس پر چھڑک دو کاش تم جان سکو کہ میرا خون اس کی بخشش میں سے ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ جب میں پھر مبرد کے یہاں گیا تو میں نے ان کو پورا قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں تو بتایا کہ وہ خالد کاتب ہیں جب بیلن پیدا ہونے کا زمانہ آتا ہے تو ان پر سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۵۶۰) علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے۔ بہلول نے بھی ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آگیا تو انہوں نے کہا اے بہلول اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو

ہم تمہیں دس درہم دیں۔ کہا اچھی بات (لاؤ!) انہوں نے دس دیدیئے اس نے ان کو آستین میں ڈال لیئے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ لاؤ سیڑھی، تو انہوں نے کہا کہ یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا۔ بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھا۔

(۵۶۱) بعض امراء کوفہ کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو اتنا ملال ہوا کہ اس نے کھانا بھی چھوڑ دیا تو اس کے پاس بہلول پہنچے اور اس سے کہا "یہ رنج کیسا ہے کیا تم خدا کی ایسی صحیح الاعضاء کی مخلوق کے پیدا ہونے اور رب العالمین کے عطیہ سے گھبرا گئے۔ کیا اس سے خوش ہو سکتے ہو کہ اس کے بجائے بیٹا ہوتا (یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ بڑا ہو کر) وہ مجھ جیسا ہوتا وہ خوش ہو گیا۔

(۵۶۲) ایک دن بہلول بچوں سے بھاگ کر ایک گھر کی طرف دوڑے اسکا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر جا گھسے صاحب مکان کھڑا ہوا تھا جس کے بال دو چوٹیوں کی صورت میں دائیں بائیں لٹکے ہوئے تھے) اس نے چلا کر کہا گھر میں کیوں آگھسے ہو تو بولے یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (ترجمہ، اے ذوالقرنین (یہ اُس کی دونوں چوٹیوں کی طرف اشارہ ہو گیا) یاجوج اور ماجوج نے (اس سے بچے مراد لیئے) زمین میں فساد مچا رکھا ہے۔

(۵۶۳) ایک مرتبہ ان پر بچوں نے حملہ کیا تو وہ ایک گھر میں جا گھسے صاحب مکان نے کھانا منگالیا تو بچوں نے دروازے پر شور مچانا شروع کر دیا اور وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہتے جاتے تھے فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ بَاطِنُہٗ فِیْہِ الرَّحْمَۃُ وَظَاھِرُہٗ مِنْ قِبَلِہِ الْعَذَابُ: (ترجمہ پھر ان (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی جانب میں رحمت اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا)۔

(۵۶۴) بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کہ بیٹے کے حصہ میں یتیمی اور بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوی کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

(۵۶۶) بہلول اور علیان (دونوں دیوانے) موسیٰ بن مہدی کے یہاں پہنچے (موسیٰ ہادی بن مہدی اپنے باپ کے بعد خلیفہ ہوا اس کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہارون الرشید خلیفہ ہوا

تھا، تو موسیٰ نے علیان سے کہا کیا معنے ہیں علیان کے علیان نے کہا کیا معنے ہیں موسیٰ کے تو وہ ان نے غصہ سے کہا پکڑو اس بدکار کے بچے کو تو علیان نے بہلول کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس کو بھی ساتھ لے لے پہلے ہم دو تھے اب تین ہو گئے۔

(۵۶۶) قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا ایک مرتبہ اس کا گزر قبیلہ بنی تیم اللہ میں ہوا تو لوگوں نے وہاں اس کے ساتھ بہت چھیڑ چھاڑ کی اور اذیت پہنچائی تو اس نے کہا اے بنی تیم اللہ میرے علم میں تم سے زیادہ خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کیسے۔ تو کہا کہ بنی اسد میں میرے سوا کوئی مجنون نہیں اور ان لوگوں نے میرے [illegible] ڈال دیں اور مجھے زنجیر سے جکڑ دیا۔ اور تم لوگ سب کے سب مجنون ہو مگر تم میں کوئی جکڑا ہوا نہیں۔

(۵۶۷) ایک مجنون کا گزر ایک معتزلی پر ہوا جو مناظرہ کر رہا تھا۔ اس سے مجنون نے کہا کہ کیا تو اس بات کا قائل ہے کہ تجھے پورا اختیار حاصل ہے دو کاموں کے درمیان کہ اگر تو چاہے تو ان میں سے ایک کو کرے اور دوسرے کو نہ کرے؟ اس نے کہا ہاں۔ مجنون نے کہا تو پیشاب روک کر اپنا اختیار دکھا لوگ اس کی بات سے حیران رہ گئے

(۵۶۸) ابو محمد بن عجیف نے بیان کیا کہ ایک مجنون میرے پاس سے گزرا تو میں نے کہا اے مجنون! اس نے کہا اور تو صاحب عقل ہے؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا نہیں ہم دونوں مجنون ہیں مگر میرا جنون کھلا ہوا ہے اور تیرا چھپا ہوا ہے۔ میں نے کہا اس کلام کی وضاحت کرو۔ کہنے لگا میں کپڑے پھاڑتا ہوں اور پتھر پھینکتا ہوں اور تو ایسے گھر بنا رہا ہے جو نا پائیدار ہیں اور بڑی لمبی امیدیں قائم کر رہا ہے حالانکہ تیری زندگی تیرے قبضہ میں نہیں اور اپنے دوست کا نازبان اور دشمن کا فرمان بردار ہے۔

(۵۶۹) نظام نے ذکر کیا کہ میں نے ایک مجنون سے کہا کہ یہاں بیٹھ جاؤ [illegible] آؤں تو کہنے لگا واپس آنے تک کا میں ذمہ دار نہیں۔ لیکن میں رات تک بیٹھا رہوں گا۔

(۵۷۰) ایک شخص نے [illegible] بیان کیا کہ وہ فوت [illegible] تو اس کو پھانسی دی گئی وہاں ایک مجنون کا گزر ہوا کہنے لگا اے [illegible] تو اپنی کشتی سے [illegible] تک [illegible] پہنچ سکا۔

(۵۷۱) بلال بن ابی بردہ نے ابی علقمہ مجنون کو بلا کر بھیجا۔ جب وہ آ گیا تو اس سے کہا تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے اس نے کہا نہیں تو بلال نے کہا اس لئے بلایا ہے کہ تجھ سے ہنسیں، علقمہ نے کہا دونوں حاکم میں سے ایک نے بھی اپنے ساتھی کیساتھ ہنسی کی۔ بیان کے دادا ابو موسیٰؓ پر تعریض کی (حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے فیصلہ کے لئے حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص حاکم بن گئے تھے)۔

باب ۱۳: تیز فہم نیک بیبیوں کے حالات و واقعات

(۵۷۲) ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ بتائیے کہ اگر آپ کسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت تو ایسے ہوں جن کا ایک حصہ چر لیا گیا اور ایک درخت آپ کو ایسا ملا جس میں سے کچھ نہیں چرا گیا تو آپ کس درخت پر چرنے کیلئے اپنے اونٹ کو چھوڑیں گے آپ نے فرمایا اس پر جس میں سے نہیں چرا گیا۔ وہ اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے انکے اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔

(۵۷۳) قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جایا کرتے تھے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ ڈال لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ عائشہؓ اور حفصہؓ کے نام نکلا تو وہ دونوں آپ کیساتھ روانہ ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سفر میں چلتے تھے تو عائشہؓ کیساتھ چلتے تھے ان سے باتیں کرتے رہتے تھے تو ایک دن حفصہ نے عائشہ سے کہا تو میرے اونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی اس طرح تو بھی دیکھتی رہے گی اور میں بھی دیکھتی رہوں گی انہوں نے اس کو منظور کر لیا اور عائشہؓ حفصہؓ کے اونٹ پر بیٹھ گئیں اور حفصہ عائشہ کے اونٹ پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے اونٹ کی طرف آئے جس پر حفصہ بیٹھی تھیں تو آپ نے سلام کیا اور ان کیساتھ سفر شروع کر دیا پڑاؤ کرنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو نظر نہ آئے تو ان میں جوش غیرت پیدا ہوا جب اتریں تو اپنے پاؤں اذخر میں داخل کرتی اور یہ کہتی جاتی تھیں اے اللہ مجھ پر کوئی بچھو مسلط کر دے جو میرے کاٹ لے۔ تیرے رسول سے تو کچھ کہنے کی مجھے طاقت نہیں۔ (ایسی باتوں

سے ان امہات المومنین کے تقدس پر کلام نہیں کیا جا سکتا چند باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں حضرت عائشہؓ اور دوسری مسلمانوں کی مائیں انسان کی صنف سے تھیں اور جو کچھ جذبات قدرتی طور پر انسانوں میں ہوتے ہیں ان میں بھی تھے یہ فرشتوں کی قسم میں سے نہیں تھیں؛ ایک عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے شوہر سے محبت کرے جو اس کیلئے ایک جائز عمل ہے تو ان کو بھی وہی حق پہنچتا ہے اور محبت میں غیر اختیاری طور پر ایسی حرکات بھی سرزد ہو جاتی ہیں جو ایسے وقت میں جب محبت کا غلبہ نہ ہو تو خود صاحب حال بھی ان سے شرما جاتا ہے۔ حضور کی مفارقت سے بیتاب ہو کر حضرت عائشہؓ سے بھی ایسا فعل سرزد ہونا اسی غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔ پھر نوعمری کا زمانہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے جس میں زیادہ تر غیر سنجیدہ حرکات ہی کا صدور ایک طبعی امر ہوتا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنا قصہ اسی امر کے اظہار کیلئے ذکر فرمایا کہ بچپن میں انسان پر ایسی حالتیں بھی آجاتی ہیں جیسی کہ مجھ پر آئی تھی باس کے بعد فیضان محمدیؐ سے مستفیض ہونے کی وجہ سے وہ زمانہ بھی آیا کہ آپ ایثار وکرم کا مجسمہ بن گئیں آپ کا دولت کدہ مسلمانوں کی تہذیب اخلاق کا ایک مستقل مدرسہ تھا جس میں آپ پس پردہ بیٹھ کر تمام عمر اصلاح امت میں مشغول رہیں)۔

(۴۷۵) عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطابؓ نے ایک عام اجتماع سے جس میں پس پردہ عورتیں بھی جمع تھیں، فرمایا کہ عورتوں کے مہر کو چالیس اوقیہ سے آگے نہ بڑھاؤ اگرچہ ذی الغصہ کی بیٹی ہو ذی الغصہ سے یزید بن الحصین صحابی حارثی مراد ہیں اور اگر کسی نے اس سے بڑھایا تو جتنا چالیس اوقیہ سے زیادہ ہوا ہیں وہ لے کر بیت المال میں داخل کردوں گا تو ایک دراز قد عورت نے جس کی ناک دبی ہوئی تھی عورتوں کی صف میں سے کہا اسکا تمہیں اختیار نہیں عمرؓ نے فرمایا کیوں۔ اس نے جواب دیا اس لئے کہ عزوجل کا ارشاد ہے وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ترجمہ اور تم نے ان بیویوں میں سے کسی کو ایک انبار مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم اس کو بہتان لگا کر واپس لوگے اور کھلا ہوا گناہ کر کے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا عورت ٹھیک پہنچ گئی اور مرد خطا کر گیا۔

(۵۷۵) محمد بن معین الغفاری سے روایت ہے کہ ایک عورت عمر بن الخطاب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میرا شوہر دن کو روزے رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے اور مجھے اس کی شکایت کرنا بھی ناگوار ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔ وہ عورت جب اپنی بات کو دہراتی تھی تو آپ بھی اپنا وہی جواب دہرا دیتے تھے۔ تو آپ سے کعب الاسدی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ عورت شکایت کر رہی ہے اس کے شوہر نے اسے ہمبستری سے چھوڑ رکھا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے کعب سے فرمایا چونکہ تم نے ہی اس کا روئے سخن سمجھا اب ان دونوں میں فیصلہ تم ہی کر دو۔ تو کعب نے کہا کہ اس کے شوہر کو میرے پاس لایا جائے۔ جب وہ آگیا تو اس سے کہا تیری اس زوجہ کو تجھ سے شکایت ہے اس نے کہا کھانے میں یا پینے میں؟ انہوں نے کہا نہیں تو عورت نے کہا۔ (اور اس نے اشعار میں اپنا دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا)۔

یا ایہا القاضی الحکیم ارشدہ الھی خلیلی عن فراشی مسجدہ

(ترجمہ) اے قاضی دانا اس کو ہدایت کیجیے میرے پیارے کو میرے بستر سے اس کی مسجد کے شوق نے غافل کر دیا۔

زھدہ فی مضجعی تعبدہ

نھارہ ولیلہ ما یرقدہ

(ترجمہ) میرے آرامگاہ سے اس کو کنارہ کش کر دیا اس کی عبادت نے جو دن میں اور رات میں اس کو آرام نہیں کرنے دیتی۔

ولست فی امر النساء احمدہ (ترجمہ) اور میں عورتوں کے معاملہ میں اسکی تعریف نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا۔ (یہ بطور جواب دعویٰ ہے)

(ترجمہ) بیشک میں اس کے بستر سے یکسو رہا اور اس سے تخلیہ سے۔ (مگر میں معذور ہوں) کیونکہ میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے بھلا دیا ان احکام نے جو نازل ہوئے۔

فی سورۃ النمل وفی السبع الطول وفی کتاب اللہ تخویف جلل

(ترجمہ) سورہ نمل اور سبع طوال (سورہ بقر سے سات سورتیں) میں اور کتاب اللہ میں (عذاب سے) جو عظیم الشان خوف دلایا ہے۔ تو کعب نے کہا (انہوں نے بھی منظوم فیصلہ سنایا)۔

ان لہا حقا علیک یا رجل   تصیبہا فی اربع لمن عقل

(ترجمہ) اے شخص تجھ پر اسکا حق ہے کہ صاحب عقل کے نزدیک تو اس سے چار دن میں ایک مرتبہ ہمبستر ہو۔

فاعطہ ذاک ودع عنک العلل

(ترجمہ) تو یہ حق اس کو دے اور حیلے بہانے چھوڑ۔

پھر کہا اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے تیرے لئے دو دو تین تین چار چار عورتوں کو اس لئے تیرے لئے تین دن اور تین رات میں جن میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور اس عورت کیلئے ایک دن اور ایک رات۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ میں نہیں سمجھ سکا کہ تمہاری ان دونوں باتوں میں سے کونسی زیادہ عجیب ہے (اس عورت کے اشارات سے) زوجین کے اختلاف کو سمجھ جانا یا فیصلہ جو تم نے ان دونوں کے درمیان (کتاب اللہ سے استنباط کر کے) صادر کیا جاؤ میں تمہیں بصرے کیلئے عہدہ قضا دیتا ہوں (یہ حکایت تھوڑے اختلاف کیساتھ ۲۸۱ پر بھی لکھی گئی ہے منہ مترجم)

(۵۷۶) عبداللہ ابن الزبیرؓ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابو بکر آپ کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ اپنا تمام مال جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابو قحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کہنے لگے کہ میں اس کو (یعنی ابو بکر کو) دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر بھی تم کو دکھ پہنچایا ہے۔ میں نے کہا اے ابا ہرگز نہیں انہوں نے ہمارے لئے بہت مال چھوڑا ہے۔ اور اسمائؓ نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر ان کو گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابو بکر اپنا مال رکھتے تھے پھر ان پتھروں کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈھک دیا تھا۔ اسماء کہتی ہیں پھر میں ابو قحافہ کے پاس گئی اور انکا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابو بکرؓ نے ہمارے لیے یہ چھوڑا تو انہوں نے کپڑے کے اوپر ہی سے پتھروں کو ٹٹول کر دیکھا پھر بولے جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے" اور واللہ انہوں نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ۔

(۵۷۷) اصمعی نے بیان کیا کہ ایک عورت حاتم بن عبداللہ بن ابی بکر کے پاس آئی اور ان سے کہا:

اتیتك من بلاد شاسعة	میں آپ کے پاس ایسے شہروں سے آئی ہوں جو یہاں سے بہت
ترفعنی رافعة تخفضنی	دور ہیں کبھی مجھے اونچے ٹیلوں پر چڑھنا پڑا اور کبھی نشیبی زمینوں
خافضة بملمات من	میں اترنا پڑا مصیبتوں کی وجہ سے جو مجھ پر نازل ہوئیں جنہوں
الامور حللن بی فبرین	نے میرا گوشت کاٹ ڈالا اور ہڈیاں گھلا دیں اور مجھ کو پاگل
لحمی ووهن عظمی و	بنا دیا جیسا کوئی نیم جاں پڑا ہوا ہو مجھ پر فراخ شہر تنگ ہوگئے
ترکننی والهة کالحریض	والد ہلاک ہو گیا اور آگے چلنے والا یعنی شوہر بھی نہ رہا۔ اور
قد ضاق بی البلد العریض	نیا مال اور باپ دادا کا مال سب معدوم ہو چکا تو میں نے عرب کے
هلك الوالد وغاب الوافد	قبائل سے سوال کیا ایسی ذات کے بارے میں جس کی داد و دہش
وعدم الطارف والتالد	سے امید کی جا سکے اور جس کی عطا مستوجب شکر ہو جو بزرگ
فسالت فی احیاء العرب عن	خصائل ہو تو مجھ کو آپ کا نام بتایا گیا اور میں قبیلہ ہوازن کی
المرجو سیبه المحمود	ایک عورت ہوں تو آپ میرے ساتھ تین باتوں میں سے ایک
نائله الکریم شمائله فدللت	بات کیجئے یا میرے دل کی بجی دور کر دیجئے یا میرے ساتھ حسن
علیك وانا امرأة من هو	عطا کا معاملہ کیجئے اور یا مجھے میرے شہر میں واپس کر دیجئے
ازن فافعل بی احدی	یہ سنکر حاتم بن عبداللہ نے کہا ہم محبت اور عزت کے
ثلاث اما ان تقیم اودی	ساتھ تمہاری تینوں خواہشوں کو پورا کریں گے۔
واما ان تحسن صفدی	
واما ان تردنی الی بلدی	

(۵۷۸) اصمعی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی عورت کا بیٹا مر گیا تو وہ اس پر روتی رہتی تھی یہاں تک کہ اس کے رخساروں پر آنسوؤں نے گڑھے ڈال دیئے۔ پھر جب اس کو سکون ہوا تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور یہ دعا کی کہ اللہ تو جانتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی بنا پر تو نے ماں باپ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی اولاد کی

کی خدمت کیا کریں (کہ وہ تو اپنی محبت کی وجہ سے خدمت کرنے پر خود ہی مجبور ہیں) اور آپ کو معلوم ہے کہ اولاد والدین کی نافرمانی بھی کرتی ہے اس لئے آپ نے اولاد ہی کو والدین کی فرمانبرداری کی رغبت دلائی۔ اے اللہ میرا بیٹا اپنے والدین کا اس قدر خدمت گذار تھا جس قدر والدین اپنی اولاد کے ہوتے ہیں تو میری طرف سے تو اس کو بہتر جزا اور رحمت عطا فرما اور اس کو سرور اور تازگی سے ہمکنار کر۔ یہ سنکر اس سے ایک اعرابی نے کہا بہت اچھی دعا ہے جو تو نے اس کے لئے کی اگر تو اس کو بے فائدہ گریہ و بکاء سے آلودہ نہ کر دیتی تو اس نے جواب دیا کہ مجبوریوں پر اختیاری افعال کا حکم جاری نہیں ہوا کرتا اور میرا گریہ و بکا کو بند کر دینے پر قادر ہونا غیر ممکن تھا اور اس سے رک جانا میری قدرت سے باہر تھا اور اللہ اپنے فضل سے میرا عذر قبول کرنے والا ہے کیونکہ اس بزرگ و برتر اللہ نے فرمایا ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ۝ (ترجمہ) تو جو شخص بے اختیار ہو جائے بغیر سرکشی و حد سے گذر جانے کے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

(۵۷۹) ابو الحسن مدائنی نے ذکر کیا کہ ایک دن عمران بن حطان اپنی بیوی کے پاس آیا اور عمران بہت بھدا اور پستہ قد تھا اور وہ سنگار کئے بیٹھی تھی اور ایک خوبصورت عورت تھی جب عمران کی نگاہ اس پر پڑی تو اس کو بے اختیار تکتا رہا۔ بیوی نے کہا کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ واللہ اس سج کے وقت تو بہت پیاری دکھائی دے رہی ہے تو اس نے کہا بشارت ہو میں اور تو دونوں جنتی ہیں اس نے کہا تجھے کہاں سے معلوم ہو گیا تو اس نے کہا اس لئے کہ تجھے مجھ جیسی عورت ملی اس پر تو نے اللہ کا شکر کیا اور میں تجھ جیسے کے ساتھ مبتلا ہوئی تو میں نے صبر کیا اور صابر اور شاکر دونوں جنت میں جائیں گے۔

(۵۸۰) مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمران بن حطان ایک خارجی تھا اور اسی خبیث نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کر دینے پر عبد الرحمن بن ملجم کی مدح میں یہ شعر کہے تھے۔

یا ضربة من تقی ما اراد بها الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

(ترجمہ) کیا ہی متقی شخص کی کیسی اچھی ضرب تھی جس کو لگانے سے اس کی نیت صرف یہ تھی کہ اللہ

صاحب عرش کی رضا حاصل کرے۔

انی لاذکرہ یوماً فاحسبہ	اوفی البریۃ عند اللہ میزانا

میں جب اس کو یاد کرتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ اس کا عمل اللہ کی تمام مخلوقات سے زیادہ وزن میں بھاری ہے۔

اکرم بقوم بطون الارض اقبرھم	لم یخلطوا دینھم بغیاً وعدوانا

(ترجمہ) کیسی بزرگ قوم تھی جن کی قبریں زمین کے پیٹ میں بنی ہوئی ہیں جن لوگوں نے اپنے دین کی بغاوت اور سرکشی سے مخلوط نہ ہونے دیا۔

جب یہ ابیات قاضی ابوالطیب طبری کو پہنچے تو انہوں نے فی البدیہ اس کے جواب میں یہ اشعار کہے:۔

انی لابرأ مما انت قائلہ	علی ابن ملجم الملعون بہتانا

ترجمہ: میں اس جھوٹ اور غلط رائے سے جس کا تو ابن ملجم ملعون کے حق میں قائل ہے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

انی لاذکرہ یوماً فالعنہ	دیناً والعن عمران بن حطانا

(ترجمہ) میں جس دن اس کو یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں دین سمجھ کر اور عمران بن حطان پر بھی لعنت بھیجتا ہوں اور حطان پر بھی۔

علیک ثم علیہ الدھر متصلاً	لعائن اللہ اسراراً واعلانا

(ترجمہ) تجھ پر اور اس پر رہتی دنیا تک لگاتار خدا کی لعنتیں پوشیدہ طور پر اور ظاہر طور پر پڑتی رہیں۔

فانتم من کلاب النار جاء بہ	نص الشریعۃ تبیاناً وبرھانا

تم لوگ دوزخ کے کتے ہو اس پر شریعت کی نص وارد ہوئی ہے یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اور بدلائل ثابت۔

ابوالطیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کیا کہ خارجی لوگ دوزخ کے کتے ہیں۔

(۵۸۱) اسحٰق بن ابراہیم موصلی نے بیان کیا کہ مجھے ابوالمشیع نے یہ واقعہ سنایا کہ کثیر نے عزہ کی جستجو میں ایک سفر کیا اور اس کیساتھ ایک پانی کا مشکیزہ تھا جب اس پر پیاس کا غلبہ ہوا تو اس نے مشکیزہ کھولا دیکھا تو وہ بالکل خالی تھا۔ اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا اب اسکو پانی کی تلاش ہوئی، تو دور سے اسے آگ کی روشنی محسوس ہوئی تو ادھر کا قصد کیا تو اس نے دیکھا کہ اس آگ کے قریب ایک سائبان ہے جس کی چہار دیواری میں ایک بوڑھی عورت ملی اس نے کثیر سے کہا تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں کثیر ہوں۔ کہنے لگی کہ مجھے تو تجھ سے ملنے کی تمنا تھی تو میں خدا کا شکر کرتی ہوں جس نے تجھے مجھ کو دکھلا دیا۔ کثیر نے کہا کہ مجھ سے ملنے کی تمنا کا باعث کیا تھا اس نے کہا کیا یہ شعر تو نے ہی نہیں کہے۔

اذا ما اتینا خلۃ کی نزیلھا ابینا وقلنا الحاجبیہ اول

(ترجمہ) جب کبھی ہم کسی دوست صاحبہ، حاجت کے پاس پہنچتے ہیں کہ اس کو پورا کریں، تو انکار کر دیتے ہیں کہ حاجبیہ قبیلہ والی (عزہ سے ملنا) مقدم ہے۔

سنولیک عرفا ان اردت وصالنا ونحن لتلک الحاجبیۃ اوصل

(ترجمہ) ہم تجھ سے بڑی محبت تو کر سکتے ہیں اگر تو ہم سے وصال کا ارادہ رکھتی ہے اور ہم تو درحقیقت سب سے زیادہ وصال کی خواہش اس حاجبیہ سے رکھتے ہیں کثیر نے کہا ہاں میرے ہی ہیں۔ بولی تو نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تیرے سردار جمیل نے کہا تھا۔

یا رب عارضۃ علینا وصلھا بالجد تخلطہ بقول الھازل

(ترجمہ) بہت سی عورتیں کوشش کے ساتھ اپنے وصال کے لئے ہمارے سامنے آتی ہیں اور ہنسی مذاق سے مخلوط کر کے (اپنی محبت کا اظہار کرتی ہیں)

فاجبتھا بالقول بعد تأمل حبی بثینۃ عن وصالک شاغلی

تو نے تامل کے بعد ان کے جواب میں یہ کہا ہوں کہ تیرے وصال سے مجھے مانع ہے وہ بثینہ کی محبت ہے

لو کان فی قلبی کقدر قلامۃ فضلا لغیرک ما اتتک رسائلی

(ترجمہ) (اے بثینہ) اگر میرے دل میں ایک ناخن کے برابر بھی تیرے غیر کے لئے گنجائش ہوتی تو میرے پیغامات (محبت) تیرے پاس نہ آتے۔

کثیر کہتا ہے میں نے کہا یہ قصہ چھوڑ اور مجھے پانی پلا دے اس نے کہا واللہ میں تجھے پانی نہیں پلا سکتی میں نے کہا تجھ پر افسوس ہے پیاس مجھے ستا رہی ہے۔ بولی کہ بثینہ نوحہ کرے اگر میں تجھے اپنے پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی روکوں یہ سنکر کثیر (نے پھر کوئی بات نہ کی اور اس کی صرف یہی کوشش ہوئی کہ اپنی سواری پر چڑھ گیا اور پانی کی جستجو میں چل دیا اور نصف دن سے پانی تک نہ پہنچ سکا اور پیاس اس کو مارے ڈالتی تھی۔

(۵۸۲) ذوالرمہ کوفہ پہنچا۔ تو دوران سفر میں جب کہ وہ اپنے اصیل گھوڑے پر سوار کوفہ کی ایک سڑک پر جا رہا تھا کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی دیکھی جو ایک گھر کے دروازے پر کھڑی تھی تو وہ اسکو بہت پیاری معلوم ہوئی اور اُس کے دل میں اُتر گئی تو وہ اس کے قریب پہنچا اور کہا اے لڑکی مجھے پانی پلادے تو وہ اُس کے پاس ایک برتن میں پانی لائی جو اُس نے پیا پھر اس کے ساتھ کچھ چھیڑ کا ارادہ کیا اور چاہا کہ یہ کچھ بولے تو کہا اے لڑکی تیرا پانی بہت ہی گرم تھا۔ تو اس نے کہا اگر (آپ مجھ سے بات کرنا) چاہتے ہیں تو آپ کے اشعار کے عیوب میں آپ کے سامنے بیان کردوں اور اپنے پانی کے گرم اور ٹھنڈا ہونے کا قصہ ایک طرف ڈالوں۔ تو اُس نے کہا اور میرا کونسا شعر ہے جس میں عیب ہے تو لڑکی نے کہا کیا آپ ذوالرمہ نہیں ہیں۔ ذوالرمہ نے کہا بیشک۔ پھر بولی۔

فانت الذی شبھت عنزاً بقفرۃٍ　　لھا ذنب فوق استھا اُمَّ سالمِ

(ترجمہ) تُو وہ ہے جس نے (اپنی محبوبہ) اُمّ سالم کو ایک بکری سے تشبیہہ دی جو چٹیل میدان میں کھڑی ہو۔ اس کے سرین پر دُم بھی لگی ہُوئی ہے۔

جعلت لھا قرنانِ فوق جبینھا　　وطبیین مسودین مثل المحاجد

(ترجمہ) تو نے اس کے لئے دو سینگ بھی تجویز کردیئے جو اس کی پیشانی پر لگے ہوئے ہیں اور دو سیاہ رنگ چیزیں بالکل کالی جیسے سینگیں ہوتی ہیں۔

وساقین ان یستمکنا منک یترکا　　بجلدک یا غیلانُ مثلَ المآثمِ

(ترجمہ) اور (اس کیلئے) ایسی دو ساق (بھی تجویز کردی ہیں) کہ اگر وُہ تیرے دولتیاں جمادے تو اے مست تیری کھال کو ایسی کر چھوڑے جیسے کسی سزا میں (مجروم) کی ہو جاتی ہے۔

ایا ظبیۃ الوعساء بین جلاجل وبین النقا أنت ام ام سالم

(تو اب یہ تھا) کہ جلاجل اور نقا کے درمیان والی سبزہ زار کی ہرنی (تیرے قول ایا ظبیۃ الوساء بین جلاجل والنقاء میں) تو ہے یا ام سالم ذوالرمہ نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تو یہ میرا گھوڑا مع اس کے سب سامان کے لیلے مگر اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور گھوڑے سے اتر کر اس کو اس لڑکی کی طرف بڑھا دیا اور رخصت ہونے کے لئے چلنے لگا تو اس نے اس کو واپس کر دیا اور وعدہ کیا کہ جو کچھ ماجرا پیش آیا اس سے وہ اس کا ذکر نہیں کرے گی۔

(۵۸۲) زبیر بن حسن مولی ربیع بن یونس سے مروی ہے کہ حجاج ولید ابن عبدالملک سے ملنے آیا۔ اس کے (مسجد میں) دو رکعت پڑھیں۔ واپسی کے بعد ولید سوار ہو گیا تو حجاج اسکے سامنے پیدل ہو گیا۔ اس سے ولید نے کہا اے ابو محمد تم بھی سوار ہو جاؤ۔ تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے ایسا ہی رہنے دیجئے میں جہاد بکثرت کرنے کا عادی ہوں مگر سست ہو رہا ہوں پیدل چلنے سے سستی رفع ہو گی سستی اس لئے ہوا کیونکہ ابن الزبیر اور ابن الاشعث نے مجھے جہاد سے طویل عرصہ تک روکے رکھا۔ مگر ولید نے اس کو حکم دیا کہ سوار ہو جائے تو سوار ہو گیا اور ولید کے ساتھ تخلیہ میں داخل ہو گیا تو ایسے وقت میں جبکہ حجاج باتیں کر رہا تھا کہ میں نے ایسا کیا تو یہ کیا اور وہ کیا ایک جاریہ آئی اور اس نے ولید سے (علیحدگی میں) کچھ کہا اور چلی گئی تو ولید نے کہا اے ابو محمد کیا آپ کو معلوم ہے کہ جاریہ نے کیا کہا۔ حجاج نے کہا نہیں۔ ولید نے کہا اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے آپ کے پاس ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان نے بھیجا ہے کہ آپ کی ہمنشینی اس اعرابی کے ساتھ اس حال میں کہ یہ اعرابی مسلح ہے اور آپ (بغیر زرہ) سادے کپڑوں میں ہیں خطرناک ہے تو میں نے اس کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ وہ حجاج بن یوسف ہے تو اس نے اس کو ڈراپیا دیا اور اس نے یہ کہا کہ واللہ اگر تمہارے ساتھ خلوت میں ملک الموت ہوتا تو میں بہ نسبت حجاج سے تخلیہ کے اس کو پسند کرتی یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے محبوب بندوں کو اور اس کے متقی لوگوں کو قتل کیا ظلم اور زیادتی سے تو حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین! عورت صرف ایک کلی ہے اور کوئی مہاجم کرنے والا شخص نہیں ہے اپنے اسرار پر ان کو مطلع کرنا نہیں چاہئیے اور ان سے تدبیری سے زائد کام نہ لینا چاہئیے اور ہرگز ان کے ساتھ چھوٹے اور ذلیل بن کر مجالست نہ کرنی چاہئے پھر اٹھ

کر چلا گیا۔ ولید نے ام البنین کے پاس جاکر حجاج کی پوری گفتگو سنا دی۔ ام البنین نے کہا میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کو حکم دیں کہ وہ مجھ کو سلام کرنے کے لئے آئے۔ پھر میرے اور اس کے درمیان جو بات ہوگی اس کی اطلاع آپ کو ہو جائیگی۔ دوسرے دن حجاج ولید کے پاس پہنچا۔ ولید نے کہا ام البنین کے پاس جاؤ۔ حجاج نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے اس سے معاف رکھیے ولید نے کہا ایسا کرنا ہی ہوگا۔ چنانچہ حجاج اس کے پاس پہنچا۔ تو بہت دیر تک اس کو منتظر رکھا پھر اس کو اجازت دی (جب وہ حاضر ہو گیا) تو اس سے کہا کہ اے حجاج تو فخر کرتا ہے امیر المؤمنین کے سامنے ابن الزبیر اور ابن الاشعث کے قتل پر۔ یاد رکھ خدا کی قسم اگر تو علم الٰہی میں اس کی بدترین مخلوق نہ ہوتا تو تجھ کو وہ ذات النطاقین (یعنی حضرت اسماء) کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب صحابی (زبیرؓ بن العوام) کے بیٹے اور الاشعث کے قتل میں مبتلا نہ کرتا۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں تیرے اوپر نخوت کا جنون سوار ہو گیا یہاں تک کہ تو چلانے لگا اور تجھ پر بڑک مسلط ہو گئی یہاں تک کہ تو بھونکنے لگا (اس وقت کو بھول گیا) اگر امیر المؤمنین اہل یمن میں منادی نہ کرا دیتے جب کہ تو سخت تنگ حالی میں پھنس چکا تھا اور تیرے اوپر ان لوگوں کے نیزوں کے سائے پڑ چکے تھے اور ان کے بالمقابل آکر حملہ کرنے والے تجھ پر غالب آیا چاہتے تھے تو تو قید ہو چکا تھا اور وہ چیز جس میں تیری آنکھیں لگی ہوئی ہیں کاٹ دی گئی ہوتی (یعنی سر) اور اسی بنا پر امیر المؤمنین کی خواتین نے اپنی چوٹیوں سے خوشبوؤں کو بھی جھاڑ کر دے ڈالا اور ان کو بکوا دیا تھا امیر المؤمنین کے مددگاروں کی مالی امداد کیلئے۔ اور یہ جو تو نے امیر المؤمنین کو اشارہ کیا ہے ان کو لذت سے منقطع ہونے اور اپنی خواتین سے صرف حاجت روائی کی حد تک تعلق رکھنے کی طرف تو اگر وہ عورتیں (حسن صورت اور حسن سیرت میں) مثل امیر المؤمنین کے ہوں اور ان سے کشادہ دلی کا معاملہ کیا جائے تو (بالکل بدیہی بات ہے) کہ تیری بات امیر المؤمنین کے لئے قابل قبول ہو ہی نہیں سکتی اور اگر وہ عورتیں اس درجہ کی ہوں جن سے کشادہ دلی کا تعلق رکھا جائے جس درجہ کی تیری غیر مخنون ماں تھی جس کی حرارت غریزیہ (یعنی مزاج کی اصلی حرارت طبعی) ضعیف اور صورت مکروہ تھی جیسی عورت سے تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا تو اے کمینے ایسی عورتوں کے بارے میں بہت ہی مناسب ہے کہ تیری بات مان لی جائے۔ خدا اسے قتل کرے جو کہتا ہے (یعنی کسی شاعر نے کیا اچھا کہا۔ ایسے حملوں سے

عہ قائل کا نام عمران بن حطان السدوسی ہے ۱۲ مترجم

بدعا مقصود نہیں ہوتی) :-

اسدٌ علیّ وفی الحروب نعامۃ فتخاءُ تنفر من صفیر الصافرِ

(ترجمہ) میرے اوپر شیر بن گیا اور لڑائیوں میں ڈرپوک شتر مرغ جو سیٹی بجانے والوں کی سیٹی سے بھی بھاگ جائے -

(۲) ھلا برزت الی غزالۃ فی الوغا وقد کان قلبک فی جناحی طائرِ

(ترجمہ) کیوں نہیں سامنے آیا تو لڑائی میں غزالہ کے تیرا حال یہ تھا کہ تیرا دل پرند کے بازوؤں میں تھا (اڑ کر فرار ہونے پر طیار)

غزالہ ایک خارجی شبیب بن یزید کی بیوی تھی جو بہت بہادر تھی اس نے کوفہ فتح کر لیا تھا حجاج اس سے شکست کھا کر بھاگا تھا -

پھر عبد الملک نے بنی بندی کو حکم دیا اور اس نے حجاج کو منبر سے نکال دیا جب وہ ولید کے پاس آیا تو اس سے ولید نے پوچھا اے ابو محمد وہاں کیا پیش آیا تو حجاج نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم وہ خاموش ہی نہ ہوتی یہاں تک کہ مجھے (اس حال کو پہنچا دیا) کہ زمین کا شکم مجھے اچھا معلوم ہونے لگا اس کی پشت سے - ولید نے کہا کہ وہ عبد العزیز کی بیٹی ہے -

(۵۸۴) ابن السکیت نے بیان کیا کہ محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے حج کا ارادہ کر لیا تو اس کی ایک کنیز نے جو شاعرہ تھی نکل کر دیکھا تو جب سفر کی پوری طیاری کا مشاہدہ کیا تو وہ رونے لگی اس پر محمد بن عبد اللہ نے کہا :-

دمعۃ کاللؤلؤ الرطب علی الخد الاسیل

(ترجمہ) اس کے آنسو تازے موتیوں کی طرح ہیں کتابی رخسار پر

ھطلت فی ساعۃ البین من الطرف الکحیل

ترجمہ) لگا تار بہنے لگے جدائی کے وقت سرمگیں آنکھ سے -

پھر محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے اس سے کہا کہ اس پر شعر لگاؤ تو اس نے کہا -

حین ھم القمر البا ھر عنا بالافول

(ترجمہ) جب (سب تاروں سے زیادہ) روشن چاند نے ہم سے چھپنے کا ارادہ کیا -

انما یفتضح العشاق فی وقت لرحیل

(ترجمہ) عاشق تو کوچ کے وقت ہی رسوا ہُوا کرتے ہیں۔

(۵۸۵) ایوب الوزان سے منقول ہے کہ مفضل نے بیان کیا کہ میں ہارون الرشید کے یہاں حاضر ہُوا اس وقت اس کے سامنے ایک طبق میں گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے اور ایک خوبصورت کنیز جو شاعرہ اور ادیب تھی اور ہارون کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی گئی تھی بیٹھی ہوئی تھی۔ تو رشید نے کہا کہ اے مفضل اس گلاب کے پھول کو کسی مناسب چیز کے ساتھ موزوں تشبیہ دو تو میں نے یہ شعر کہا

کانہ خد مرموق یقبلہ   فم الحبیب وقد ابدیٰ بہ خجلا

(ترجمہ) گویا وُہ (گلاب کا پھول) اس کا رخسار ہے جس پر دزدیدہ نگاہ ڈالی جاتی ہے (یعنی محبوب جس کو چاہنے والے کا منہ چوم رہا ہے اور اس رخسار پر شرمندگی (کی وجہ) سے سرخی چھا گئی پھر اس کنیز نے یہ شعر کہا۔

کانہ لون خدی حین یدفعنی   • کف الرشید لامر یوجب الغسلا

(ترجمہ) گویا وُہ میرے رخسار کا رنگ ہے جب مجھے رشید کی ہتھیلی نے دبا لیا ہو ایسے امر کے لئے جو موجب غسل ہوتا ہے تو رشید نے کہا اے مفضل اٹھو اور باہر جاؤ کیونکہ اس چنچل نے ہم کو ہیجان میں ڈالدیا۔ میں فوراً اٹھ گیا اور میں (باہر ہوتے ہوئے پردہ اپنی طرف سے چھوڑتا گیا)۔

(۵۸۶) اصمعی نے بیان کیا جب رشید نے بصرہ میں آکر مکہ کے سفر کا قصد کیا تو میں بھی ہمرکاب ہوا جب ہم ضریہ پہنچے تو میں دیکھتا ہوں کہ کنارہ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے سامنے ...ن کا پیالہ ہے اور وہ یہ کہہ رہی ہے۔

طحنتنا طواحن الاعوام   ورمتنا نوائب الایام

(ترجمہ) زمانوں کی چکیوں نے ہم کو پیس ڈالا اور ایام کی سختیوں نے ہمارے تیر مارے۔

فاتیناکم نمد الیکم الکفا   لفضلات زادکم والطعام

(ترجمہ) ہم تمہارے سامنے اپنی ہتھیلیاں تمہارے بچے کھچے زاد راہ اور کھانے کیلئے پسار رہے ہیں۔

فاطلبوا الاجر والمثوبۃ فینا   ایھا الزائرون بیت الحرام

(ترجمہ) تو ہماری امداد سے اجر اور ثواب حاصل کرو اے بیت اللہ کی زیارت کرنے والو۔

من رأنی فقد رأنی و رحلی فارحموا غربتی و ذل مقامی

(ترجمہ) جس نے مجھے دیکھ لیا تو اس نے مجھے اور میرے جائے قیام (اور ہر ضرورت) کو دیکھ لیا تو میری غربت اور پستی مقام پر رحم کرو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں لوٹ کر امیر المؤمنین کے پاس آیا اور عرض کیا کہ کنارۂ وادی پر ایک لڑکی ہے اور اس کے وہ اشعار سنائے تو بہت پسند کئے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس کو آپ کے پاس لاتا ہوں۔ فرمایا نہیں بلکہ ہم خود اس کی طرف جائیں گے چنانچہ امیر المؤمنین اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے اس سے کہا جو اشعار تو پڑھ رہی تھی وہ سنا تو اس نے سنائے اور بالکل بے مرعوب نہیں ہوئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ اے مسرور اس کے پیالے کو دینار سے بھر دے (مسرور غلام کا نام تھا) مسرور نے اسکو اتنا بھر دیا کہ پیالے کے دائیں بائیں سے دینار باہر آگرے۔

(۵۸۷) ابن الشیظمی کا بیان ہے کہ میں ایک سخت قحط کے زمانہ میں جو بارش نہ ہونے کی وجہ سے پیش آیا تھا حج کے لئے گیا۔ تو اس دوران میں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا میری نظر ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے موزوں قد و قامت اور تناسب اعضاء کے لحاظ سے نہایت ہی خوبصورت تھی اور وہ کعبہ کے پردہ پکڑے ہوئے کہہ رہی تھی" اے میرے معبود، اے میرے آقا! میں آپکی غریب بندی ہوں اور آپ کی محتاج بھکارن ہوں میری گریہ وزاری آپ سے پوشیدہ نہیں اور میری بدحالی آپ سے چھپی ہوئی نہیں محتاجگی نے میرا پردہ توڑا اور فاقہ نے میرا نقاب ہٹا دیا۔ تو میں نے چہرہ کھول لیا جو ذلت کے وقت پژمردہ اور سوال کے وقت ذلیل ہوتا ہے قسم ہے آپ کی عزت کی سوال کا دَور ایسا دراز ہو گیا کہ اب اُسے نہ اپنے دَور غنا کی آبرو اس سے مانع ہوتی ہے اور نہ وہ آبروئے حیا سوال سے بچا سکتی ہے۔ جن کو رزق عطا کیا گیا ہے ان کی ہتھیلیاں میرے حق میں بے حس و حرکت ہو گئیں، اور صاحبِ اخلاق لوگوں کے سینے میرے لئے تنگ ہو گئے تو جس نے مجھے محروم رکھا میں اس کو ملامت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے مجھے کچھ دیا اس کو بہتر جزا دینے کے لئے آپ کے اور آپکی رحمت کے سپرد کرتی ہوں اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔ تو میں اس کے قریب گیا اور اسکو کچھ دیا پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس خاندان کی ہیں۔ تو اس نے کہا آپ مجھے معلوم کرنے کے درپے نہ ہوں [illegible]

بیکون حالۂ (جس کے پاس نہ مال باقی رہے اور نہ اس کے اقارب باقی رہیں اس کا کیا حال ہوگا) اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

بعض بنات الرجال ابرزها الدّھرُ لما قد تری واخرجہا

(ترجمہ) بعض (صاحبِ عزو جاہ) لوگوں کی بیٹیوں کو زمانہ (کے انقلاب) نے ظاہر کر دیا اور پردہ سے باہر کر دیا جس سبب سے کہ تم دیکھ رہے ہو۔

ابرزھا من جلیل نعمتہا　　فابتزّھا ملکہا واحوجہا

(ترجمہ) زمانہ نے ان کو نکالدیا (یعنی محروم کر دیا) ان کو بڑی بڑی نعمتوں سے اور اُن کی دولت مملوک چھین لی اور ان کو محتاج کر دیا۔

وطالما کانت العیونِ اذا　　ما خرجت تستشفُ ھودجہا

(ترجمہ) اور بہت زمانہ تک (ایسا ہوتا رہا) کہ جب (اُن کی سواری) نکلتی تو عام نظریں اُن کے کجاوے کو غور سے دیکھتی تھیں۔

ان کان قد ساءَھا واحزنہا　　فطالما سرَّھا وابھجہا

(ترجمہ) اگر (آج) زمانہ نے اس کو دُکھ اور رنج پہنچایا (تو صبر کرنا چاہیئے) کہ عرصہ تک اس کو خوشی اور مسرت (بھی) پہنچائی تھی۔

الحمد للّٰہ رُبَّ مُعسرۃٍ　　قد ضمن اللّٰہُ ان یفرّجہا

(ترجمہ) اللہ کا شکر ہے بہت سی مفلس عورتیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس بات کا ضامن ہے کہ ان کو کشائش دیدے۔) ابن الشّبلی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پھر سوال کیا تو اس نے کہا کہ وُہ حضرت حسین بن علی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی اولاد میں سے ہے۔

(۵۸۸) مروی ہے کہ کثیر عزّہ کی جمیل سے ملاقات ہوئی تو کثیر نے اس سے پوچھا کہ بثینہ سے تمہاری ملاقات کب ہُوا کرتی ہے۔ جمیل نے کہا کہ مجھ سے اس کی ملاقات شروع سال سے جب کہ وہ وادی دوم میں کپڑے دھو رہی تھی اب تک نہیں ہُوئی۔ تو اس سے کثیر نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں آج رات اس سے تمہاری ملاقات کرا دوں۔ جمیل نے کہا ضرور! تو فوراً کثیر بثینہ کی طرف لوٹ گیا۔ اس کو دیکھ کر بثینہ کے والد نے کہا اے کثیر کیا بات ہے تم فوراً واپس آگئے ابھی تھوڑی

دیر پہلے ہی تم ہمارے پاس نہیں بیٹھے تھے؟ کثیر نے کہا بیشک! لیکن چند ابیات مجھے یاد آ گئے ہو میں نے عزہ کے حق میں کہے تھے اس نے کہا وہ کیا کہے تھے تو کثیر نے کہا۔

فقلت لہا یا عزاز سل صاحبی علی باب داری والرسول موکل،

(ترجمہ) تو میں نے اس سے کہا کہ اے عزہ میں اپنے دوست کو بھیجتا ہوں اپنے گھر کے دروازے پر اور قاصد ذمہ دار ہوتا ہے۔

اما تذکرین العہد یوم لقیتکم باسفل وادی الدوم والثوب یغسل،

(ترجمہ) کیا تجھے وہ زمانہ یاد نہیں جس دن میں نے تجھ سے ملاقات کی تھی وادی دوم کے نیچے والے مقام پر جب کپڑے دھوئے جا رہے تھے تو بثینہ نے زور سے کہا "دور ہو جا" تو بثینہ کے باپ نے کہا اے بثینہ کیا بات ہوئی تجھے کیوں جوش آیا۔ اس نے کہا ایک کتا ہمیشہ ہمارے یہاں پہاڑ کے پیچھے سے رات کو اور دوپہر کو آ جاتا ہے (اس کو دھتکار رہی تھی) پھر کثیر واپس لوٹ کر جمیل کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ بثینہ نے وعدہ کیا ہے وہ اس پہاڑ کے پیچھے تم سے رات میں اور دوپہر کے وقت ملے گی اب تم جب چاہو اس سے ملاقات کر لو۔

(۵۸۹) مؤلف کہتے ہیں کہ ایسی ہی چالاکی کی یہ حکایت منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس ایک اعرابی نے اپنے غلام کو اس لئے بھیجا کہ وہ اس سے ملاقات کی جگہ مقرر کرانا چاہتا تھا غلام نے جا کر عورت کو پیغام پہنچا دیا اس کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ آپس کے اقرار پر غلام کو مطلع کرے تو عورت نے اس کو یہ جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میں نے تجھے پکڑ لیا تو میں تیرا کان اتنا سخت مروڑوں گی کہ تو اس سے رہ پڑے گا اور اس درخت سے جا کر سہارا لے گا اور عشا کے وقت تک تجھ پر غشی طاری رہے گی۔ غلام اس بات کا مطلب کچھ بھی نہ سمجھا اور اپنے مالک کے پاس واپس جا کر اس کی بات اس نے نقل کر دی وہ سمجھ گیا کہ اس نے اس سے درخت کے نیچے عشا کے وقت ملنے کا وعدہ کیا ہے۔

(۵۹۰) صول کہتے ہیں کہ میں نے مبرد سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم مازنی کے پاس موجود تھے کہ ان کے پاس ایک اعرابی عورت آئی جو ان سے خودداری کے ساتھ سوال کیا کرتی تھی اور وہ اس کو دیدیا کرتے تھے۔ بولی اللہ آپ کی صبح بخیر رکھے۔ اے ابو عثمان کیا رتیوں میں کچھ ری

آگئی ہو انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ اس کو لائے گا۔ تو کہنے لگی ؎

تعلمنّ انی والذی حج القوم لولا خیال طارق عند النوم

(ترجمہ) ضرور سمجھ لیجئے کہ میں قسم ہے اس (کعبہ) کی جس کا قوم حج کرتی ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ نیند کے وقت (آپ کا) خیال چھاپہ مارے گا۔

والشوق من ذکراک ماجئت الیوم

(ترجمہ) اور آپ کی یاد سے شوق (ملاقات) ستائے گا تو میں آج نہ آتی۔ تو مازنی نے کہا، خدا اُسے قتل کر دے کس قدر چالاک عورت ہے۔ میرے پاس طلب عطیہ کیلئے آئی۔ جب دیکھا کہ کچھ نہیں ہے تو ہم پر احسان دھر گئی کہ بس ملنے ہی آئی تھی۔

(۵۹۱) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے اس عورت کے مانند کوئی نہیں آیا جو ایک مرتبہ آئی تھی اور اُس نے کہا کہ اے قاضی میرے چچا کے بیٹے نے میرا نکاح اس شخص سے کر دیا اور میں نہیں جانتی تھی۔ جب مجھے معلوم ہُوا تو میں نے اس کو رد کر دیا۔ میں نے کہا اور تو نے کب رد کیا جو ابد یا جس وقت مجھے علم ہُوا۔ میں نے اور کب علم ہُوا۔ تو بولی کہ جس وقت میں نے اس کو رد کیا۔ میں نے کوئی عورت اس جیسی نہیں دیکھی۔

(۵۹۲) قاضی علی بن القاسم سے مروی ہے انہوں نے ذکر کیا کہ میرے والد بیان کرتے تھے کہ موسیٰ بن اسحٰق کو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے اُن سے کہا کہ اے قاضی آپ کے لئے جائز نہیں کہ آپ دو آدمیوں کے مابین کوئی فیصلہ بحالت غصہ کریں انہوں نے کہا کیوں تو اُس نے کہا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یقضی القاضی بین اثنین وھو غضبان (کوئی قاضی دو (متخاصمین) کے مابین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے) تو انہوں نے تبسم کیا۔

(۵۹۳) اصمعی کے بھتیجے عبدالرحمٰن اپنے چچا (اصمعی) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سلیمان بن عبدالملک نے جب کہ شعرا ان کے پاس حاضر تھے کہا کہ میں نے ایک مصرعہ موزوں کیا ہے اس کو پورا بیت بناؤ اور کہا یروح اذا راحوا ویغدو اذا غدوا (وہ شام کے وقت آتا ہے جب وہ لوگ شام کے وقت آتے ہیں اور وہ سویرے آتا ہے جب وہ لوگ سویرے آتے ہیں، تو کوئی شاعر اس پہ کچھ بھی نہ لگا سکا۔ تو سلیمان ایک اپنی کنیز کے پاس پہنچا اور اس کو خبر دی۔ اس نے

کہا آپ نے کیا کہا تھا سلیمان نے سنا دیا تو اس نے فوراً کہا وَعَمَّا قَلِیْلٍ لَا یُرُوْحُ وَلَا یَغْدُو (اور عنقریب ایسا ہوگا کہ نہ شام کو چل سکے گا اور نہ صبح کو)

(۵۹۴) اصمعی نے بیان کیا کہ میں امیر المؤمنین ہارون رشید کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لیکر آیا فروخت کے لئے اس کو رشید نے غور سے دیکھا پھر کہا اپنی کنیز کو لے جاؤ اگر اس کے منہ پر چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا۔ تو وہ شخص اس کو ساتھ لیکر چلا جب وہ کنیز پردہ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! مجھے اپنے پاس واپس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں جو حاضر ہو گئے تو بلا لیا۔ اس نے یہ شعر سنائے:۔ مَا سَلِمَ الظَّبْيُ عَلٰی حُسْنِهٖ كَلَّا وَلَا الْبَدْرُ الَّذِیْ یُوْصَفُ

(ترجمہ) (اب تو) ہرنی بھی اپنے حسن پر سالم نہ رہ سکی ہرگز نہیں اور نہ چاند بچ سکا جس کی تعریف کیجاتی ہے) اَلظَّبْيُ فِیْهِ خَنَسٌ بَیِّنٌ وَالْبَدْرُ فِیْهِ كَلَفٌ یُعْرَفُ

(ترجمہ کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو چھائیاں ہیں وہ بھی صاف نظر آتی ہیں)۔ اس کی بلاغت نے رشید کو حیران کر دیا اس کو خرید لیا اور اس کو مرتبہ تقرب بخشا۔ اور وہ تمام کنیزوں سے زیادہ اس کے مجالس میں حصہ لیتی تھی۔

جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے لشکر میں ایک بہت لمبے قد کی عورت کو دیکھا اور ہم کھانے پر بیٹھے تھے۔ میں نے اس کو چھیڑنے کے ارادے سے "اتر آ ہمارے ساتھ کھانا کھالے" (گویا اس کا جسم ایک لمبی سیڑھی ہے جس پر کوئی عورت چڑھی ہوئی ہے) اس نے جواب دیا کہ تو بھی بلند ہو جا۔ (اے اسفل درجہ کے شخص) یہاں تک کہ تو دنیا کو دیکھ لے۔

(۵۹۶) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مکہ تو میں نے کہا کیا تو مجھے اجازت دیگی کہ تیرے حجر اسود کو بوسہ دوں۔ (رخسار کا تل مراد ہے) اس نے کہا نہیں۔ بغیر زاد راحلہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ (حج بغیر سفر کے مصارف اور سواری پر قدرت کے فرض نہیں ہوتا اس وقت یہ بھی بغیر وارنہ نکاح شرعی حرام ہے)

مؤلف ذمہ دار نہیں کہ یہ حکایت ہم سے ایک دہ نہ نو خشک کے ساتھ ہی بیت کی ہے

کہ جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد کے بازار نخاسہ میں ایک جاریہ یعنی کنیز کو دیکھا جس پر آواز لگائی جارہی تھی اور اس کے رخسار پر ایک تل تھا تو میں نے اس کو بلایا اور اس سے بات چیت شروع کی میں نے اس سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا مکّہ تو میں نے کہا اللہ اکبر حج قریب ہو گیا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے الگ ہو گیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس (تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے مگر اپنے نفسوں کو مشقت میں ڈالنے سے)

(۵۹۷) اصمعی نے بیان کیا کہ منصور کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تو اس نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس نے یہ شعر عرض کئے

یدی یا امیر المؤمنین اعیذھا بعقوبتہ من عار علیھا بشینھا

اے امیر المؤمنین میں اپنے ہاتھ کے بارے میں فریاد رسی چاہتا ہوں اس کا عیب دار ہونا میرے لئے موجب ننگ و عار ہوگا۔

فلا خیر فی الدنیا ولا فی نعیمھا
اذا ما شمال فارقتھا یمینھا

(ترجمہ) پھر نہ دنیا میں میرے لئے خیر باقی رہے گی اور نہ اس کی لذات میں جبکہ بایاں ہاتھ اس کے دائیں ہاتھ سے جدا ہو جائے گا) منصور نے کہا اے غلام قطع کر یہ سزا اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے اور ایسا حق ہے اللہ کے حقوق میں سے جس کو معطل کرنے کی کوئی صورت نہیں چور کی ماں کہنے لگی ہائے میرا ایک ہی ہے اور میرا یہی محنت کرنے والا ہے اور یہی کمانے والا ہے۔ منصور نے کہا یہ تیرا ایک بدترین ہے اور بدترین محنت کرنیوالا اور بدترین کمائی کرنے والا۔ (تو بدترین سزا ہی کا مستحق ہے) اے غلام قطع کر۔ پھر چور کی ماں نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ کے کچھ ایسے گناہ ہیں کہ آپ اللہ سے ان کی مغفرت طلب کیا کرتے ہیں؟ منصور نے کہا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ اس کو مجھے بخشدیجئے اور اس گناہ کو بھی ان گناہوں میں شامل کر لیجئے جن کی آپ اللہ سے مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

اور ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ عبد الملک بن مروان کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا تھا اور گواہی سے اس پر چوری ثابت ہو گئی تو اس نے وہ (مذکورہ بالا) شعر پڑھے تھے اور اس کی ماں

نے یہ گفتگو کی تھی اور اس پر عبدالملک نے حکم دیا تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔

(۵۹۸) ثعلب نے ابن الاعرابی سے یہ شعر روایت کیا۔

وسائلۃٌ عن رکب حسان کلّھم ۔۔۔ لیبلغ حسانَ بن زید سُؤالھا

(ترجمہ) اور ایک سوال کرنے والی ہے حسان کے تمام قافلہ سے تاکہ حسان ابن زید کو اس کے سوال کی خبر ہو جائے ابن الاعرابی نے کہا حقیقت یہ تھی کہ وہ حسان سے محبت کرتی تھی، تو اس نے یہ مکروہ سمجھا کہ سوال میں اس کی ذات کو مخصوص کرے تو اس نے سارے قافلوں کا سوال کیا جس سے یہ نتیجہ نکل آیا کہ حسان کی ذات ہی مقصود ہے۔

(۵۹۹) ہارون بن عبداللہ بن المامون نے ذکر کیا کہ جب خیزران مہدی کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے خیزران سے کہا واللہ اے لڑکی تو ہماری پسند کے حد درجہ تک مطابق ہے لیکن تیری پنڈلیاں کھردری ہیں۔ خیزران نے کہا اے امیرالمومنین آپ کو سب سے زیادہ ضرورت اس شے کی ہے جو اُن کی جانب ہے آپ ان کو نہ دیکھیئے۔ تو حکم دیا کہ اس کو خرید لیا جائے اور یہ مہدی کی بلند مرتبہ حرم بن گئی اسی سے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

(۶۰۰) ابوبکر صولی سے منقول ہے کہ مہدی نے ایک کنیز خریدی اور اس کے ساتھ مہدی کو تعلق خاطر بہت زیادہ ہو گیا اور وہ بھی مہدی سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اکثر مہدی سے کھنچی کھنچی رہتی تھی تو مہدی نے ایک ذریعہ اُس پر مامور کیا جو پھسلا کر اس کے دل کی بات معلوم کرے تو اُس نے یہ بتایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ کسی وقت مجھ سے خفا ہو جائیں اور چھوڑ دیں تو میں ہجر سے مر جاؤں گی تو میں اپنی ذات کو ان سے پورے طور پر لطف اندوز ہونے سے روک لیتی ہوں تاکہ زندگی گذار سکوں۔ تو مہدی نے یہ اشعار کہے:۔

ظفرتْ بالقلب منّی ۔۔۔ غادۃٌ مثلُ الھلال

(ترجمہ) میرا دل مجھ سے چھین لے گئی ایک نازک بدن جو چاند کی مانند ہے۔

کلما صحّ لھا وُدِ ۔۔۔۔ ی جاءت باعتلال

(ترجمہ) جب اس کے ساتھ میری محبت کامل ہو گئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔

لا تحب الھجر منّی ۔۔۔ والتنائی عن وصالی

(ترجمہ) وہ مجھ سے جدائی پسند نہیں کرتی اور نہ میرے وصل سے پہلو بچانا اس کو پسند ہے۔

بل لانّہا علی حُبّی لہا خوف الملال

(ترجمہ) بلکہ اُس کا یہ انداز اس بنا پر ہے کہ اس کو میری محبت میں رنج پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(۶۰۱) ابونواس نے بیان کیا کہ میرے سامنے ایک عورت آگئی اور اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا تو وہ غائت درجہ خوبصورت تھی۔ اس نے مجھ سے کہا آپ کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا آپ کی صورت۔ بولی کہ اچھا تو آپ کا نام "حسن" ہے (ابونواس کا نام حسن بن ہانی تھا)۔

(۶۰۲) قبیلہ تغلب کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کی بیٹی جوان تھی اور ایک اس کا بھتیجا تھا جو اس کی لڑکی پر فریفتہ تھا اور وہ لڑکی اس پر فریفتہ تھی اسی طرح ایک زمانہ گذرتا رہا۔ پھر اس لڑکی سے ایک شریف آدمی نے پیغام دیا اور اُس نے اچھے مہر سے رغبت دلائی تو اس لڑکی کے باپ نے نعم کہدیا یعنی اس کو منظور کر لیا اور قوم نکاح کے لئے جمع ہو گئی۔ تو لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ اے اماں، ابا کو اس بات سے کیا امر مانع ہے کہ میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیں۔ ماں نے کہا کہ یہ تو ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اُس نے کہا واللہ کس عمدگی سے اُس چھوٹے سے کو پالا، پرورش کیا پھر جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو تم چھوڑ رہے ہو پھر اُس نے ماں سے کہا اے اماں ہائے واللہ مجھے حمل ہے اگر تم چاہو تو چھپا لو اور چاہو تو مشہور کر دو۔ یہ سُن کر اس کی والدہ نے اس کے باپ کو بُلا کر سب حال بیان کر دیا۔ اُس نے کہا اس بات کو چھپا لو۔ پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا (جو نکاح کے لئے جمع ہو گئے تھے) اور اُن سے کہا کہ اے لوگو میں نے آپ کا پیغام قبول کر لیا تھا اور اب ایک ایسی چیز پیش آگئی کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو اجر عطا فرمائے گا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا جس کا نام یہ ہے اپنے فلاں بھتیجے سے نکاح کر دیا۔ جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو شیخ نے کہا کہ لڑکی کو اس کے پاس بھیجدیا جائے اس پر لڑکی نے کہا کہ وہ اللہ کے ساتھ کافر ہو جائے اگر ایک سال سے پہلے وہ شوہر سے تخلیہ کرے یا اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ ایک سال گذرنے سے پہلے شوہر کے پاس نہ گئی اور باپ کو معلوم ہو گیا کہ [illegible] نے (نکاح کے لئے) اس کے ساتھ ایک حیلہ کیا تھا۔

(۶۰۳) صولی نے ذکر کیا کہ عتبی نے بیان کیا کہ میں نے (جبکہ گھوڑے پر سوار تھا) ایک

عورت کو دیکھا جس کی صورت مجھے عجیب معلوم ہوئی میں نے اس سے کہا کیا تیرا کوئی شوہر ہے
اس نے انکار کیا، میں نے کہا کیا تجھ کو (مجھ سے) نکاح کی رغبت ہے اس نے کہا ہاں لیکن مجھ میں
ایک ایسی صفت ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ اس سے خوش نہ ہوں گے، میں نے کہا وہ کیا ہے
کہنے لگی میرے سر میں سفیدی ہے۔ میں نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی اور ذرا چلا ہی تھا
کہ اس نے مجھے آواز دے کر کہا کہ میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں۔ پھر آ کر (میرے ساتھ)
ایسے موقع تک چلی جو لوگوں سے خالی تھا پھر اس نے اپنے بالوں سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ایسے
سیاہ تھے جیسے سونانی انگور سیاہ ہوتے ہیں، پھر بولی واللہ میں ابھی بیس سال تک نہیں پہنچی ہوں۔
لیکن میں نے تم کو اس امر سے آگاہ کرنا چاہا تھا کہ ہم بھی آپ کی اس صفت سے کراہت کرتے ہیں۔
جس سے آپ کو ہمیں دیکھ کر کراہت ہوتی ہے میں بہت شرمندہ ہوا اور یہ کہا جزاک اللہ

فجعلت اطلب وصلہا بتملق والشیب یغمزہا بان لاتفعلی

(ترجمہ) میں چاپلوسی کے ساتھ اس سے وصل کا طالب ہو رہا تھا اور میرا بڑھاپا اسے یہ غمازی
کر رہا تھا کہ ایسا نہ کرنا۔

(۶۰۴) عتبی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے
تھا اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ "تیرے اپنے بارے میں میں تجھ کو اختیار دیتا ہوں" تو اس طرح عورت
کو طلاق کا اختیار حاصل ہو گیا، پھر وہ پچھتایا تو بیوی نے کہا دیکھیے آپ کے ہاتھ میں یہ اختیار
بیس برس سے تھا، آپ نے اس کی اچھی طرح حفاظت کی، وہ اس کو برقرار رکھی تو میں دن کی ایک
گھڑی میں ہرگز اس کو ضائع نہ کروں گی جب کہ وہ میرے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ اب میں اس کو آپ
کو واپس کرتی ہوں۔ اس گفتگو نے اس شخص کو حیرت میں ڈال دیا اور اس کو طلاق نہیں دی۔

(۶۰۵) یہ بھی ذکر کیا ہے کہ شعبی نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا، پھر اس سے کہا
کہ میری عادت خراب ہے تو اس نے کہا کہ آپ سے زیادہ بری عادت اس کی ہوگی جو آپ کو بری
عادت اختیار کرنے پر مجبور کرے، شعبی نے کہا بس اب تو تم میری بیوی ہو۔

(۶۰۶) عتبی نے ذکر کیا کہ میں نے فضل بن یزید سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک لڑکا بدو پر سے
گذر رہا تھا تو اس کو اس کی شان عجیب معلوم ہوئی تو اس نے کہنا شروع کیا۔

ان النساء شیاطین خُلقن لنا نعوذ باللہ من شر الشیاطین

(ترجمہ) عورتیں ہمارے لئے شیاطین پیدا کی گئی ہیں ۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیاطین کے شر سے

تو ان عورتوں میں سے ایک نے اس کو جواب دیا اور یہ کہنا شروع کیا۔

ان النساء ریاحین خلقن لکم وکلکم تشتھوا شم الریاحین

(ترجمہ) یہ عورتیں گلدستہ ہیں جو تمہارے لئے پیدا کی گئی ہیں اور تم سب ہی پھولوں کے سونگھنے کی خواہش رکھتے ہو۔

(۶۰۷) ابو عبداللہ محمد بن العباس یزیدی سے منقول ہے کہ اعراب میں سے ایک شخص کے ایک لڑکی تھی اور ایک اس کا غلام تھا۔ غلام نے اس لڑکی کو پھسلایا تو اس نے اُس سے رات کا وعدہ کر لیا اور اس کے لئے ایک چھری طیار کر لی اور اس کو خوب تیز کر لیا۔ جب وہ اس کے پاس وعدہ کے وقت آیا تو اُس نے اس کا جسم کاٹ دیا تو وہ اٹپٹاتا ہوا نکلا۔ اس کے آقا نے سن کر پوچھا کہ تجھ سے ایسا کس نے کیا تو اُس نے کہا کہ تمہاری بیٹی نے وہ بیٹی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس غلام کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ تو اس نے کہا:۔

یا ابت العبد من نوکہ	اے باپ غلام نے اپنی حماقت سے اپنے ظرف سے
یشرب من سقاء لم یوکہ	پانی پینا چاہا جس کا بند نہیں کھولا گیا اور جو
ومن ورد غیر مائہ	غیر کے پانی پر تصرف کرے گا۔ اس کو ایسی
ھذ بمثل دائہ	تکلیف بھی پہنچے گی۔

باپ نے اس سے سن کر کہا تو کوئی حرج نہیں۔

(۶۰۸) شرقی بن قطامی نے بیان کیا کہ شن عرب کے بڑے دانشمندوں میں سے تھا اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں سفر میں ہی اپنا وقت گذارتا رہوں گا جب تک مجھے کوئی عورت اپنی جیسی نہ ملے اور اس سے نکاح کروں۔ وہ سفر میں تھا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو اسی بستی میں جا رہا تھا جہاں پہنچنے کا شن نے ارادہ کیا تھا تو یہ اس کا ساتھی ہو گیا۔ جبکہ دونوں روانہ ہوئے تو اس سے شن نے کہا تو مجھے اُٹھا کر لے چلے گا یا میں تجھے اٹھاؤں تو اس سے ساتھی نے کہا "جاہل! ایک سوار دوسرے سوار کو کیسے اُٹھا سکتا ہے" پھر دونوں چل رہے تھے تو انہوں نے ایک کھیت کو دیکھا جو پکا ہوا کھڑا تھا تو شن نے کہا کیا تم کو اس بات کی خبر ہے کہ یہ کھیت

عہ شن بن افصی بن عبد القیس تبغ نبوم الاثر۔

کھایا جا چکا یا نہیں؟ اُس نے کہا "اے جاہل کیا تو دیکھتا نہیں کہ یہ کھڑا ہے" پھر دونوں کا گذر ایک جنازہ پر ہوا تو شن نے کہا تمہیں خبر ہے صاحبِ جنازہ زندہ ہے یا مردہ؟ اُس نے کہا "میں نے تجھ سے زیادہ جاہل نہیں دیکھا کیا تیرا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ زندہ ہی کو دفن کرنے جا رہے ہیں" پھر وہ شخص اس کو اپنے گھر لے گیا اور اس شخص کی ایک بیٹی تھی جس کا نام طبقہ[ع] تھا اس شخص نے پورا قصہ اس کو سنایا اس لڑکی نے کہا کہ اس کا یہ قول کہ "تو مجھے اٹھائیگا یا میں تجھے اٹھاؤں گا" اس نیت سے تھا کہ تو مجھے کوئی بات سنائیگا یا میں تجھے سناؤں تاکہ ہم اپنا راستہ (تفریح کے ساتھ) پورا کر لیں اور اس کا یہ کہنا کہ یہ کھیت کھایا جا چکا یا نہیں؟ اس کا مقصد اس سے یہ دریافت کرنا تھا کہ کھیت والوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت خرچ کر لی یا نہیں اور میت کے بارے میں اس کے سوال کا یہ مطلب تھا کہ یا اس نے اپنے پیچھے کوئی ایسا بیٹا چھوڑا ہے جو اس کے نام کو زندہ رکھ سکے یا نہیں۔ پھر یہ شخص گھر سے نکل کر شن سے ملا اور اس سے باتیں کیں اور اس کو اپنی بیٹی کی گفتگو سنائی تو اس نے اسی سے نکاح کا پیغام دیا اور اس کے ساتھ اس کا نکاح ہو گیا۔ اور وہ اس کو لے کر اپنے عزیزوں سے آملا جب انہوں نے بھی اس عورت کی عقل و دانائی کو پہچان لیا تو کہا وافق شن طبقة (شن نے طبقہ کو گلے سے لگا لیا) اس ضرب المثل کی یہ وجہ ہے (وافقہ اعتنقہ)

(۶۰۹) شرقی نے ذکر کیا کہ ابو محمد بن ... نے بیان کیا کہ ایک شخص کا راستہ میں ایک نابینا سے آمنا سامنا ہوا اس شخص نے اس سے پوچھا کیا تیرے ہاتھ میں کوئی صنعت ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ رقاص ہے۔

(۶۱۰) محسن سے منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے اٹکر طلاق طلب کی۔ اس نے کہا کہ تو حاملہ ہے جب تو بچہ جن لے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دونگا۔ اس نے کہا تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی کہ تجھ سے حق پرورش کا کوئی معاوضہ طلب کیا جا سکے۔ شوہر نے کہا پھر تو اس سلسلہ میں کیا کرے گی۔ اس نے کہا کہ میں اس کو جنت کے دروازہ پر کبوتر بنا کر بٹھا دوں گی راوی کے شوہر کا بیان ہے کہ میں نے اس جزئیات دریافت کیا جو ہماری گفتگو میں واسطہ بنی ہوئی تھی کہ اس بات کا کیا مطلب ہے اس نے کہا اس کی مراد یہ ہے کہ وہ سداب کے ساتھ دوسری اسقاط کرنے والی دوائیں ملا کر رکھے گی تاکہ حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کی روح اڑ کر کبوتر

ع طبقہ حی من ایاد ۱۲ تنقیح

کی طرح جنت میں پہنچ جائے۔

(٦١١) ابو بکر بن الازہر نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص اہواز میں تھا اور وہ صاحبِ ثروت و دولت اور بیوی والا تھا وہ ایک مرتبہ بصرہ گیا اور وہاں ایک عورت سے نکاح کر لیا اور (یہ معمول رکھا کہ) سال میں ایک یا دو مرتبہ اس عورت کے پاس جایا کرتا تھا اور اس بصرہ والی بیوی کا چچا اس شخص سے خط و کتابت کیا کرتا تھا (اتفاق ایسا ہوا کہ) اس کا ایک خط اس اہواز والی بیوی کے ہاتھ لگ گیا۔ جس سے اس کو حقیقتِ حال کا علم ہو گیا تو اس نے اپنے ایک رشتہ دار ... بصرہ میں تھا اس مضمون کا خط لکھوا کر شوہر کے پاس روانہ کر دیا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہو ... پہنچئے۔ (جب یہ خط اہواز میں اس کو ملا) تو اس نے پڑھ کر سفر کی تیاری شروع کر ... والی بیوی نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا دل کہیں اور لگا ہوا ہے اور میں خیال کرتی ہوں کہ بصرے میں کوئی بیوی آپ کی موجود ہے۔ تو اس نے کہا معاذ اللہ۔ عورت نے کہا میں اتنا کہنے سے مطمئن نہیں ہو سکتی بغیر قسم کے۔ آپ یہ حلف کریں کہ میرے سوا جو بھی آپ کی بیوی ہو غائب ہو یا حاضر ہو اس پر طلاق ہے۔ تو اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے یہ حلف کر لیا۔ پھر اس نے کہا اب سفر کی ضرورت نہیں رہی اب وہ عورت آپ سے الگ ہو چکی ہے اور وہ زندہ ہے۔

(٦١٢) علی بن الجہم نے بیان کیا کہ میں نے ایک کنیز خریدی۔ میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو کنواری ہے تو اس نے کہا اے میرے سرکار (آپ کے زمانہ میں بہت فتوحات ہوئی ہیں شاید اس طرف ہے کہ وہ کنواری نہیں ہے) میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ صبح میں کتنی دیر ہے تو اس نے جواب دیا مشتاق کی گردن کے برابر (جو اٹھ رہی ہے یعنی زیادہ دیر ہے) اور ایک مرتبہ دیکھ کو گریبان لگتے ہوئے دیکھا تو بولی میرے سامنے شرما کر منہ پر نقاب ڈال لی۔ میں نے اس سے ایک رات میں یہ کہا کہ آج رات ہم اپنی مجلس چاندنی میں کریں گے تو جواب دیا کیا حرج ہے، یہ جمع بین الضرائر نہیں ہے (یعنی دو سوکنوں کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں یہ بات شرعاً مکروہ ہے کہ ایک بیوی سے ہمبستری ہو اور دوسری بھی موجود ہو۔ اس نے چاند کو اپنی سوت تمثیل کر کے یہ جواب دیا) اور وہ زیور سے نفرت کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ محاسن کا چھپانا قبیح (برائیوں کے چھپانے

(۶۱۸) جب کسریٰ نے بزرجمہر کو قتل کر دیا تو ارادہ کیا کہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے تو اس نے خاص عورتوں سے کہا کہ اگر تمہارا بادشاہ محتاط ہوتا تو اپنے اندر باہر کے کپڑوں میں اپنے سے زخم خوردہ کو داخل کرنے کا کبھی خیال نہ کرتا۔

(۶۱۹) ایک شخص نے ایک کنیز سے کہا جس کو خرید کرنے کا ارادہ کیا تھا تجھ کو میرا یہ بڑھاپا جس کو تو دیکھ رہی ہے ناگوار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ میرے پاس آنکھوں کی ٹھنڈک موجود ہے تو اس نے کہا کیا آپ بھی اس سے خوش ہو سکتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی شہوت پرست بڑھیا ہو

(۶۲۰) ابن المبارک بن احمد نے بیان کیا کہ ایک شخص بطور دل بستگی نکل کر پل پر جا بیٹھا تو ایک عورت رصافہ کی طرف سے آئی جو غربی سمت جانے لگی پھر سامنے سے ایک جوان آیا اور اس نے عورت سے کہا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجہم پر عورت نے فوراً جواب دیا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر اور ٹھہرے نہیں اور مشرق و مغرب کی طرف چل دیئے میں فوراً عورت کے پیچھے ہو لیا اور میں نے اس سے کہا یا تو مجھے اس گفتگو کا مطلب بتا جو تم دونوں میں ہوئی تھی ورنہ میں تجھے رسوا کر دوں گا اور تجھے لپٹ جاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھ سے اس جوان نے کہا تھا اللہ رحمت نازل کرے علی بن الجہم پر۔ اس سے اس کا یہ قول مراد تھا:

عیون المها بین الرصافة والجسر ` جلبن الهوی من حیث ادری ولا ادری

نیل گایوں (خوبصورت عورتوں) کی آنکھوں نے رصافہ اور جسر کے درمیان محبت کو کھینچ لیا اس صورت سے کہ میں محسوس کر رہا ہوں اور اس کو نہیں جانتا) اور میں نے جو کہا تھا اللہ رحمت بھیجے ابوالعلاء المعری پر میں نے اس کے اس قول کی طرف اشارہ کیا۔

فیا دارها بالحزم إنّ مزارها ` قریبٌ ولکن دون ذٰلك اهوالُ

(ترجمہ) تو اے معشوقہ کے گھر ہوشیار رہ۔ اس سے ملاقات قریب ہے مگر اسکے پیچھے خطرات بہت ہیں۔

(۶۲۱) ابن الزبیرؓ نے خارجیوں کی ایک عورت سے کہا وہ مال نکال جو تو نے اپنی سرین کے نیچے دبا رکھا ہے تو اس نے ان لوگوں سے جو اس کے پاس تھے مخاطب ہو کر کہا۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا خلفاء کا کلام ایسا ہی ہوتا ہے ؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر اس نے ابن الزبیر سے کہا آپ کیا رائے رکھتے ہیں اس خفی قسم کی (خلافت) سے دست برداری میں ؟

(۶۲۲) متنبی نے بیان کیا کہ مجھ سے بنی ہاشم کے ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب میں سفر میں تھا تو میں نے اپنی بیوی کو ایک خط میں بطور تمثیل کے آپ کا یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

بم التعلل لا اهلٌ ولا وطنٌ   ولا نديمٌ ولا كأسٌ ولا سكنٌ

(ترجمہ) کس چیز سے دل بہلاتا ہے ایسے شخص کا جس کا یہاں نہ کوئی اہل ہے اور نہ وطن اور نہ ہمنشین اور نہ ہم پیالہ اور نہ دل سکون کا سامان) تو اس نے لکھا واللہ آپ کا حال اس بیت کے مطابق نہیں ہے جو آپ نے لکھی ہے بلکہ اس بیت کے مثل ہے جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

سهرت بعد رحيلي وحشة لكم   ثم استمر مريري وارعوى الوسن

(ترجمہ) کوچ کرنے کے بعد اور تم سے جدائی کی بنا پر) وحشت میں مبتلا ہو کر میں بیدار رہا اس کے بعد پھر میری نیند دائمی ہو گئی اور نیند کی کمی رک گئی۔

(۶۲۳) یہ حکایت میں نے شیخ ابوالوفا بن عقیل کی تحریر سے نقل کی کہ ایک حنفی قاضی تھے ان کا مسلک یہ تھا کہ جب ان کو گواہوں پر شک ہوتا تو ان کو الگ الگ کر دیتے تھے (تاکہ ایک کی شہادت دوسرا نہ سن سکے) تو ایک مرتبہ ایک ایسے معاملہ میں جس میں عورتوں کی شہادت معتبر ہوتی ہے ان کے سامنے ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے پیش ہوئیں تو انہوں نے حسب عادت دونوں عورتوں کو الگ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک عورت نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ سے غلطی ہوئی کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے فتذکر احدٰهما الاخرىٰ (تاکہ ایک دوسری کو یاد دلا دے) جب آپ نے الگ الگ کر دیا تو وہ مقصد ہی فوت ہو گیا جو شریعت میں مطلوب تھا۔ تو وہ رک گئے

(۶۲۴) منقول ہے کہ ایک شخص نے ہبرو کو مع جماعت کے اپنے ہاں بلایا، ان کے سامنے ایک جاریہ نے پردے کے پیچھے سے گانا شروع کیا اور اس نے یہ اشعار پڑھ کر سنائے۔

وقالوا لها هذا حبيبك معرضًا   فقالت الا اعراضه ايسر الخطب

(ترجمہ) اور لوگوں نے محبوبہ سے کہا تیرا چاہنے والا کنارہ کشی کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا اس کا اعراض میرے لئے سب سے زیادہ آسان معاملہ ہے۔

فما هي الا نظرةٌ بتبسمٍ   فتصطك رجلاه ويسقط للجنب

اس کی حقیقت محض یہ ہے تبسم کے ساتھ صرف ایک نظر جس سے اس کے پاؤں ڈگمگا جائیں

گئے اور پہلو پر گر پڑے گا۔

ایک تجلی، ایک تبسم، ایک نگاہ بندہ نواز — اس سے زیادہ اے غم جان و دل کی قیمت کیا کہئے

یہ سُن کر تمام حاضرین جھوم گئے سوائے مبرد کے۔ تو اُن سے صاحب مجلس نے کہا۔ سب لوگوں سے زیادہ طرب آپ کو ہونا چاہئے تھا۔ یہ سُنکر جاریہ بولی اے میرے آقا اس کو چھوڑو انہوں نے سُنا میں کہہ رہی ہوں هذا الحبيب معرضًا تو انہوں نے خیال کر لیا کہ میں (معرضٌ کے بجائے معرضًا کہہ کر نحوی غلطی کر رہی ہوں اور اُن کو یہ معلوم نہیں کہ ابن مسعودؓ کی قرات میں ہے وهذا بعلي شيخًا۔ یہ سُننے کے بعد مبرد پھڑک اُٹھے اور یہ حالت ہو گئی کہ انہوں نے اپنے کپڑے بھی پھاڑ لئے۔

(۶۲۵) بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دو گانے بجانے والی عورتیں آئیں ان میں سے ایک کا یہ تھا کہ وہ جس سے بھی موقع ملتا تھا ہنسی مذاق کرتی تھی اور دوسری خاموش تھی۔ میں نے خاموش رہنے والی سے کہا کہ تیری یہ رفیقہ کسی ایک سے قرار نہیں پکڑتی اس نے کہا ہاں یہ اہل سنت و الجماعت کے عقیدے پر ہے (کہ بندہ کاسب ہے) اور میں قدریہ عقیدے پر ہوں (کہ کسب کچھ نہیں جو مقدر میں ہے وہ خود ہی پورا ہو جائے گا)

(۶۲۶) مامون ایک دن عبداللہ بن طاہر پر غضب ناک ہو گیا اور طاہر نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا (یہ طاہر مامون کا کمانڈر تھا) اس قصہ کی اطلاع عبداللہ کے ایک دوست کو ہو گئی جو اہل دربار میں سے تھا اس نے اس کو مطلع کرنا چاہا، تو عبداللہ کے پاس اس کے دوست کا خط پہنچا جس میں صرف السلام علیکم لکھا تھا اور خط کے حاشیہ پر صرف یا موسیٰ تو یہ دیکھ کر اس نے سوچنا شروع کیا اور اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس خط کو دیکھ کر اس کی ایک جاریہ نے کہا جو بڑی ذہین تھی کہ یا موسیٰ سے مراد یہ ہے یا موسیٰ ان الملأ يأتمرون بك ليقتلوك تو آپ کو مامون کے ارادہ سے ہوشیار ہو جانا چاہئے۔

(۶۲۷) ایک شخص کے سامنے دو جاریہ پیش کی گئیں ایک کنواری تھی دوسری ثیبہ اس شخص کو کنواری کی طرف رغبت ہوئی تو ثیبہ نے کہا اس کی طرف آپ کیوں راغب ہوئے میرے اور اس کے درمیان صرف ایک ہی دن رات کا فرق ہے۔ کنواری نے جواب دیا وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (ترجمہ: اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک

تمہاری شمار کے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے، اس پر اس کو دونوں ہی پسند آگئیں تو دونوں ہی کو خرید لیا۔

(۶۲۸) ایک عورت اپنے شوہر سے اس بنا پر جھگڑی کہ وہ اخراجات میں اس پر تنگی کرتا تھا اور اپنی ذات پر بھی تو کہنے لگی خدا کی قسم تیرے گھر میں چوہے بھی صرف وطن کی محبت کی وجہ سے مقیم ہیں ورنہ وہ تو پڑوسیوں کے گھروں سے پیٹ بھرتے ہیں۔

(۶۲۹) جاحظ نے بیان کیا کہ میں نے بغداد میں ایک ہجڑے سے پوچھا کیا تو کنوارا ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی پناہ کھوٹے سے رکھوٹ سے ثیب ہو نامراد لیا (ثیب اس عورت کو کہتے ہیں جس سے ہمبستری ہو چکی ہو)

(۶۳۰) ایک دلالہ (یعنی ایسی عورت جو کسی شخص کے نکاح کے لئے کوشاں تھی) کچھ لوگوں کے پاس پہنچی اور اُن سے کہا کہ میرے پاس ایسا شوہر (امیدوار) ہے جو لوہے سے سخت ہے اور ٹیڈی سے مُہر کرتا ہے وہ راضی ہو گئے اور نکاح کر دیا تو وہ نائی ثابت ہُوا۔

(۶۳۱) ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی عورت ہے گویا وہ نرگس کی ساق ہے۔ اس نے نکاح کر لیا۔ جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی۔ اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تو نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس کو نرگس کی ساق سے تشبیہ دی تھی۔ کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیاں سبز ہیں (اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں)۔

(۶۳۲) ایک عورت نے اپنی باندی کو ایک درہم دیا اور کہا حلیم (کھچڑا) خرید لا۔ اُس نے واپس آکر کہا اے میری سردار درہم میرے ہاتھ سے گر پڑا اور کھو گیا۔ اس نے کہا کہ بدکار سارا منہ کھول کر کہہ رہی ہے کہ درہم جاتا رہا۔ باندی نے اپنا ہاتھ آدھے منہ پر رکھ کر دوسری آدھی طرف سے کہا، اور میری بی بی تو وہ پیالہ ٹوٹ گیا۔

(۶۳۳) ایک شخص ایک عورت کے گھر گیا، [illegible] اس عورت کو [illegible] آیا اور [illegible] کے بدن پر دیا [illegible]

قمیص تھی اور بعض لوگوں کے سنگتروں میں سے گلے ہوئے سنگترے تین رطل (تقریباً پندرہ سیر چھانٹ پھینک دیے گئے) تھے (جو ہم نے اُٹھا لئے تھے تو جب وُہ آیا) تو میں نے یک خربوزہ نکالا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آ یہ لے لے تو وُہ اسی روشندان کے نیچے کھڑا ہو گیا پھر کہا اپنی گود مضبوطی سے سنبھال لے تاکہ نیچے گر کر ٹوٹ نہ جائے تو اس نے مضبوطی سے دامن سنبھال لیا تو میں نے خربوزہ نکالا گویا وہ اس پر پھینکا ہی جا رہا ہے ۔ لیکن (پھرتی کے ساتھ وُہ سب گلے سڑے سنگترے اس کی گود میں پھینک دیئے (پندرہ سیر بھاری بوجھ گرنے سے دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا) اور اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا سب زمین پر بکھر گئے ۔ اس نے ان کو جمع کیا اور شرمندہ ہو کر بھاگ گیا اور اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔

(۶۳۴) ایک بڑھیا ایک میت پر روئی اس سے کہا گیا کہ اس میت کو یہ حق کیسے حاصل ہُوا کہ تم اس کو روؤ۔ اس نے کہا ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور یہاں اس کے سوا اور کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو صدقہ لینا حلال ہُوا اور وُہی مر گیا (اس لئے روئی ہُوں) اور ہم میں جو کوئی بھی ہے وُہ ایسا ہے کہ خود اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(۶۳۵) ایک بڑے مرتبہ کے شخص کی ایک کنیز تھی اور پاک دامن تھی مگر مذاق میں فحش بات بھی کہہ جاتی تھی ۔ اس سے اس کے آقا نے کہا کہ لوگوں کے مجمع میں ایسی فحش باتیں نہ کیا کرو اُس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ فحش بات یہ ہے کہ آپ سب کے سامنے میرے سبب سے اُن سے دراہم وصول کریں (بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانا سننے والے جو اس جاریہ کو انعام کے طور پر دیتے ہوں گے وُہ بوجہ مالک ہونے کے اس کو دیتے ہوں گے ۔) ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک شخص نے جو بوڑھا تھا اس سے کہا :-

یا احسن الناس وجھاً مُنّی علیّ بقبلۃ

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ خوبصورت ایک بوسہ دے کر مُجھ پر احسان کر۔) اُس نے فوراً جواب دیا :-

یا اسمج الناس وجھاً و اسخن الخلق مقبلہ

(ترجمہ) اے سب سے زیادہ قبیح صورت والے اور سب سے زیادہ سڑے ہوئے گوشۂ چشم والے (جس سے گندہ پانی بہ رہا ہے)

اذا سمحت لمارمته، فانی بذلہ

اگر میں سخاوت کروں اس امر میں جس کا تُو نے قصد کیا تو میں گری پڑی ہوں گی۔

وکیف یجمع بین الاحمار والظبی ملہ

اور گدھے اور ہرنی کے بچے میں ملاپ کیسے پایا جا سکتا ہے۔

فلا تطمع بالغوانی ثم ایردنک خمدہ

اس لئے تو خوبصورت لڑکیوں میں چکّر نہ لگا وہ ہرگز تجھے ایک رُواں بھی نہ دیں گی۔

وکل شیخ تصابی علی الصبایا فانبہ

اور جو بوڑھا عاشق بنتا ہے۔ لڑکیوں پر وُہ بڑا احمق ہے۔

(۶۳۶) ایک شخص نے ایک کنیز سے جس کو خریدنے کا ارادہ کیا تھا اس کی قیمت کے بارے میں سوال کیا کہ یاجاریۃ کم دفعوا فیک (اے لڑکی تجھ پر کتنے ٹکے بِکے ہیں) تو اس نے جواب دیا وما یعلم جنود ربک الا ھو (ترجمہ تیرے رب کے لشکروں کا حال اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۶۳۷) ابو قاسم عبداللہ بن محمد کاتب نے بیان کیا کہ مجھ سے کوفہ کے بعض بڑے لوگوں نے ذکر کیا کہ کوفہ میں ایک شخص حسنی ہوا ادرع کے نام سے مشہور تھا نہایت ہی مضبوط دل کا انسان تھا اور کوفہ کے ایک ویران علاقہ میں ایک چیز گذرنے والوں پر ظاہر ہُوا کرتی تھی۔ ایک آگ نظر آتی تھی جو کبھی خوب اُونچی ہو جاتی تھی اور کبھی نیچی ہو جاتی تھی لوگ کہتے تھے کہ یہ غول بیابانی ہے اور اس سے گھبراتے تھے ایک رات میں یہ قصہ پیش آیا کہ ادرع اپنی کسی ضرورت کے لئے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا مجھ سے ادرع نے ذکر کیا کہ میرے سامنے ایک سیاہی اور آگ نمودار ہوئی جب وُہ وجود میرے سامنے لمبا ہو گیا تو میں اس سے جھجکا۔ اب میں نے اپنے دل میں سوچا اور کہا کہ یہ کوئی شیطان ہے یا غول بیابانی یہ سب فضول سی باتیں ہیں یہ آدمی کے سوا اور کچھ نہیں تو میں نے اللہ کو یاد کیا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اپنے گھوڑے کی باگ [illegible] اور [illegible] کی طرف [illegible] دیا تو اس کی لمبائی اور بڑھ گئی اور روشنی بھی زیادہ [illegible] تو گھوڑا بدکا اور میں نے پھر اسکے پاس

مارا تو اُس نے اپنے آپ کو اس پر چڑھا تو وُہ وجود چھوٹا ہو گیا۔ یہاں تک کہ بقدر انسان کے قد کے ہو گیا جب قریب تھا کہ گھوڑا اُس سے جا ملے تو وُہ پیٹھ پھیر کر بھاگا میں نے گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا تو وہ ایک ڈھنڈ کی طرف جا کر رکا اور اس میں گھس کر بھی اس کے پیچھے پہنچا وہاں ایک تہ خانہ محسوس ہوا جس میں وُہ جا گھسا۔ میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اُسے باندھا اور تہ خانہ میں اُتر گیا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو جب میں تہ خانہ میں پہنچ چکا تو (اندھیری میں) میں نے اس شخص کی حرکت محسوس کی کہ وُہ مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو میرا ہاتھ ایک انسان کے بدن پر پڑا تو میں نے اس کو قابو میں کر لیا اور باہر کھینچ کر لایا تو وُہ ایک کالے رنگ کی لڑکی نکلی تو میں نے کہا بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی قتل کر ڈالوں گا۔ اُس نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ تو آدمی ہے یا جن کہ میں نے تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں دیکھا۔ پھر میں نے کہا تو کون ہے تو اُس نے کہا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان کی باندی ہوں بہت برس ہوئے کہ اُن سے بھاگ کر اس ویرانہ میں آ چھپی تھی۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس حیلہ کو عمل میں لاؤں اور (اس کے نتیجہ میں) لوگوں میں یہ وہم پھیل گیا کہ میں ایک بھوت ہوں یہاں تک کہ کوئی اس مقام کے قریب بھی نہیں آتا اور میں رات کو نو عمروں کے سامنے آتی رہی ہوں اور بسا اوقات (گھبراہٹ میں) ان میں سے کوئی اپنا رومال یا لنگی چھوڑ جاتا ہے تو میں اس کو لے کر دن میں بیچ کر اُس سے اپنے چند دن کے کھانے کا انتظام کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ وجود کیسا تھا جو بڑھتا اور گھٹتا تھا اور وُہ آگ کیسی تھی جو ظاہر ہو رہی تھی تو اُس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی لمبی چادر ہے اور وُہ اس کو تہ خانہ سے نکال کر لائی اور چند چھڑیاں ہیں جن کے سروں پر لوہے کی شاخیں لگی ہوئی ہیں کہ چادر کے اندر دے کر ایک چھڑی میں دُوسری دیکر اس کو اونچا کرتی رہتی ہوں تو کافی اونچی ہو جاتی ہے۔ جب کم کرنا چاہتی ہوں تو اُن کے سروں کو ایک ایک کر کے سوراخوں میں سے الگ کر دیتی ہوں تو وُہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آگ جو ہے وہ ایک موم بتی ہے جو میرے ہاتھ میں میرے ساتھ ہوتی ہے میں صرف اس کا سرا اتنی مقدار میں نکالتی ہوں جس سے چادر روشن ہو جائے اور اس نے یہ بھی بتایا اور [illegible] سب لوگ [illegible] کہا [illegible] برس سے کچھ زیادہ عرصہ [illegible]

مہا ہے اور کوفہ کے سواروں کے سامنے بھی آئی ہوں اور بہادروں کے بھی ہر ایک ہی کے سامنے
آئی مگر تیرے سوا کوئی بھی میرا پیچھا نہ کر سکا، اور میں نے تیرے سے زیادہ سخت دل کسی کا،
نہیں دیکھا۔ پھر اور ریع اس کو کوفہ لے کر آیا اور اس کو اس کے مولیٰ کے حوالہ کیا اور وہ اپنا یہ
قصہ سنایا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر وہ بھوت کا اثر کبھی دیکھا بھی نہیں گیا تو معلوم ہو گیا کہ
یہ سب واقعہ سچا ہے۔

(۴۳۸) قاضی ابو حامد خراسانی نے بیان کیا کہ ابن عبد السلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل
بنانا شروع کیا اور اس کی چاروں جانبیں ٹھیک نہیں ہوتی تھیں جب تک اس میں برابر کا ایک
چھوٹا سا گھر نہ شامل کر لیا جائے جو ایک بڑھیا کا تھا اور اس نے اس کے فروخت کرنے سے انکار
کر دیا اور باوجودیکہ ہاشمی نے اس کی قیمت کئی گنا زیادہ لگا دی مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہی
انہوں نے اس کی شکایت مجھ سے کی۔ میں نے کہا یہ تو آسان بات ہے ہم اس کو بیچنے پر مجبور کر
دیں گے کہ وہ خود آ کر آپ سے سوال کرے گی اور آپ صرف اصل قیمت پر خریدیں۔ پھر میں نے
اس کو بلایا اور اُس سے کہا کہ اے عورت تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جاتی ہے
اور اصل سے کئی گنا زیادہ ہو گی اگر تو اس کو قبول نہ کرے گی تو میں تجھ پر حجر کا حکم نافذ کر دوں گا
(یعنی پابندی لگا دی جائے گی یہ اپنا مال فروخت نہ کر سکے گی۔ قاضی کو اختیار ہے کہ بوڑھاپے
یا دیوانگی کی وجہ سے کسی پر ایسی پابندی عائد کر دے تا کہ وہ اپنی چیز کو ضائع کر کے ورثاء کی
تلف نہ کر سکے اس کو حجر کہتے ہیں) کیونکہ تیری طرف سے مال کا ضائع ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اس
عورت نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں قاضی صاحب یہ حجر اس شخص پر نافذ کیوں نہیں ہوتا جو
ایک درہم کی چیز کے دس درہم دینا چاہتا ہے۔ وہ بہت اچھا، میں نے اپنا (حق) گھر
(سے) چھوڑا پھر مجھے اس کی فروخت کا اختیار ہی باقی نہیں رہا۔ اب میں اس کے ہاتھ میں
کٹ کر رہ گیا۔ (کوئی جواب ہی نہ بن پڑا)

(۴۳۹) اہل حجاز میں سے ایک شخص (دوران سفر میں) رملہ میں اتر گیا اور اس نے لوگوں
سے پوچھا یہ کونسی بستی ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ رملہ۔ اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی
لڑکی کھڑی ہوئی تھی جو عجم کے لب و لہجہ میں بولتی تھی وہ کہنے لگی۔ جانے والی تو حجازی نے

مارا تو اُس نے اپنے آپ کو اس پر چڑھا تو وُہ وجود چھوٹا ہو گیا۔ یہاں تک کہ بقدر انسان کے قد کے ہو گیا جب قریب تھا کہ گھوڑا اُس سے جا ملے تو وُہ پیٹھ پھیر کر بھاگا میں نے گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا تو وُہ ایک ڈھنڈ کی طرف جا کر رُکا اور اس میں گھس کر بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچا وہاں ایک تہ خانہ محسوس ہُوا جس میں وُہ جا گھسا۔ میں نے اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُسے باندھا اور تہ خانہ میں اُتر گیا اور میرے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی تو جب میں تہ خانہ میں پہنچ چکا تو (اندھیری میں) میں نے اس شخص کی حرکت محسوس کی کہ وُہ مجھ سے بھاگنا چاہتا ہے تو میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا تو میرا ہاتھ ایک انسان کے بدن پر پڑا تو میں نے اس کو قابو میں کر لیا اور باہر کھینچ کر لایا تو وُہ ایک کالے رنگ کی لڑکی نکلی تو میں نے کہا بتا تو کیا چیز ہے ورنہ ابھی قتل کر ڈالوں گا۔ اُس نے کہا پہلے تو یہ بتا کہ تو آدمی ہے یا جن کہ میں نے تجھ سے زیادہ طاقتور نہیں دیکھا۔ پھر میں نے کہا تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان کی باندی ہوں بہت برس ہوئے کہ اُن سے بھاگ کر اس ویرانہ میں آچھپی تھی۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس حیلہ کو عمل میں لاؤں اور (اس کے نتیجہ میں) لوگوں میں یہ وہم پھیل گیا کہ میں ایک بھوت ہوں یہاں تک کہ کوئی اس مقام کے قریب بھی نہیں آتا اور میں رات کو نو عمروں کے سامنے آتی رہی ہوں اور بسا اوقات (گھبراہٹ میں) ان میں سے کوئی اپنا رسال یا لنگی چھوڑ جاتا ہے تو میں اس کو لے کر دن میں بیچ کر اُس سے اپنے چند دن کے کھانے کا انتظام کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ وجود کیا تھا جو بڑھتا اور گھٹتا تھا اور وُہ آگ کیسی تھی جو ظاہر ہو رہی تھی تو اُس نے کہا کہ میرے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی لمبی چادر ہے اور وُہ اس کو تہ خانہ سے نکال کر لائی اور چند چھڑیاں ہیں جن کے سروں پر لوہے کی شاخیں لگی ہوئی ہیں کہ چادر کے اندر دے کر ایک چھڑی میں دُوسری دے کر اس کو اونچا کرتی رہتی ہوں تو کافی اونچی ہو جاتی ہے۔ جب کم کرنا چاہتی ہوں تو اُن کے سروں کو ایک ایک کر کے سوراخوں میں سے الگ کر دیتی ہوں تو وُہ چھوٹی ہو جاتی ہے اور آگ جو ہے وہ ایک موم بتی ہے جو میرے ہاتھ میں میرے ساتھ ہوتی ہے میں صرف اس کا سرا اتنی مقدار میں نکالتی تھی جس سے چادر روشن ہو جائے اور اس نے مجھ کو موم بتی اور چادر اور چھڑیاں سب دکھا دیں پھر کہا یہ حیلہ بیس برس سے کچھ زیادہ ہو رہا ہے

رہا ہے اور کوفہ کے سواروں کے سامنے بھی آئی ہوں اور بہادروں کے بھی ہر ایک ہی کے سامنے آئی مگر تیرے سوا کوئی بھی میرا پیچھا نہ کر سکا اور میں نے تیرے سے زیادہ سخت دل کسی کا نہیں دیکھا۔ پھر اور بیع اس کو کوفہ لے کر آیا اور اس کو اس کے مولی کے حوالہ کیا اور وہ اپنا یہ قصہ سنایا کرتی تھی اور اس کے بعد پھر وہ بھوت کا اثر کبھی دیکھا بھی نہیں گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب واقعہ سچا ہے۔

(۶۳۸) قاضی ابو حامد خراسانی نے بیان کیا کہ ابن عبدالسلام الہاشمی نے بصرہ میں اپنا محل بنانا شروع کیا اور اس کی چاروں جانبیں ٹھیک نہیں ہوتی تھیں جب تک اس میں برابر کا ایک چھوٹا سا گھر نہ شامل کر لیا جائے جو ایک بڑھیا کا تھا اور اس نے اس کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور باوجودیکہ ہاشمی نے اس کی قیمت کئی گنی زیادہ لگا دی مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہی انہوں نے اس کی شکایت مجھ سے کی۔ میں نے کہا یہ تو آسان بات ہے ہم اس کو بیچنے پر مجبور کر دیں گے کہ وہ خود آ کر آپ سے سوال کرے گی اور آپ صرف اصلی قیمت پر خریدیں۔ پھر میں نے اس کو بلایا اور اس سے کہا کہ اے عورت تیرے گھر کی قیمت اس سے کم ہے جو تجھے دی جاتی ہے وہ اصل سے کئی گنی زیادہ ہو گی اگر تو اس کو قبول نہ کرے گی تو میں تجھ پر حجر کا حکم نافذ کروں گا (یعنی پابندی لگا دی جائے گی یہ اپنا مال فروخت نہ کر سکے گی۔ قاضی کو اختیار ہے کہ بوڑھاپے یا دیوانگی کی وجہ سے کسی پر ایسی پابندی عائد کر دے تاکہ وہ اپنی چیز کو ضائع کر کے ورثا کا حق تلف نہ کر سکے اس کو حجر کہتے ہیں) کیونکہ تیری طرف سے مال کا ضائع ہونا ثابت ہو جائے گا اس عورت نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں قاضی صاحب یہ حجر اس شخص پر نافذ کیوں نہیں ہوتا جو ایک درہم کی چیز کے دس درہم دینا چاہتا ہے۔ (وہ بہت اچھا) میں نے اپنا (حق) گھر (سے) چھوڑا پھر مجھے اس کی فروخت کا اختیار ہی باقی نہیں رہا۔ اب میں اس کے ہاتھ میں کٹ کر رہ گیا۔ (کوئی جواب ہی نہ بن پڑا)

(۶۳۹) اہل حجاز میں سے ایک شخص (دوران سفر میں) حلب میں اتر گیا اور اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کونسی بستی ہے؟ تو اس کو بتایا گیا کہ حلب۔ اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کی لڑکی کھڑی ہوئی تھی جو عجم کے لب و لہجہ میں بولتی تھی وہ کہیں دور جانے والی تھی تو حجازی نے

(مل کا نام سُنکر) کہا خدا قتل کرے اس شخص کو جس نے یہ شعر کہا :-

اخذت علی ماء الشعیرۃ والھویٰ   علی ملل یا لھف قلبی علی ملل

(ترجمہ) میں نے ملل کی صحبت میں (یہاں) جو کے پانی (ستو) پر اکتفا کیا۔ دل افسوس ہے ملل پر کہ تمام راحتیں قربان ہوگئیں) اور کونسی چیز ہے ملل کی جس پر وہ اتنا فریفتہ تھا۔ یہ محض ایک سیاہ پتھریلی جگہ ہے۔ اُس لڑکی نے کہا ہاں! باپ کی قسم اس شخص کے لئے یہاں اس طرح کا عیش موجود تھا جس سے تو ناآشنا ہے۔

(٦٤٠) مبرد نے بیان کیا کہ یسار الکواعب بنی حرث بن سعد بن قضاعہ کے لوگوں کا غلام تھا اور یہ اُن کے اونٹوں کا چرواہا تھا۔ اس نے قبیلہ کی بعض عورتوں سے کچھ چھیڑ کی اور یہ غلام سیاہ رنگ تھا۔ تو اُن میں سے ایک عورت نے اس کو دھوکہ دیا اور ایسا انداز دکھایا کہ گویا اُس نے اس کو قبول کر لیا اور اس سے ایک دن کا وعدہ کر لیا۔ اُس نے اپنے بعض چرواہے دوستوں سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اُس کو اس حرکت سے منع کیا اور اس سے کہا یا یسار کل من لحم الحوار واشرب من لبن العشار ودع عنک بنات الاحرار۔ (ترجمہ) اے یسار اونٹنی کے بچہ کا گوشت کھاتا رہ اور قریب الولادت اونٹنی کا دودھ پیتا رہ آزاد عورتوں کا خیال چھوڑ۔ اس پر یسار نے کہا اذا جئتھا ضحکت اس نے ضحکت کہنا چاہا (یعنی جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ ہنسی) اور مجھ پر خفا نہیں ہوئی۔ پھر جس دن کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے مطابق یسار پہنچ گیا۔ اس نے کہا ٹھہر جا۔ پہلے میں تجھے سنوار دوں۔ اس کے بعد اس کو پکڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پھر یسار اپنے اس ساتھی کے پاس آیا جس نے اس کو منع کیا تھا تو اس نے اس کو نہ پہچانا اور کہا کمبخت تو کون ہے۔ اس نے کہا یسار۔ ساتھی نے کہا تو یسار۔ یسار ہوگیا کہ اس کے ناک باقی رہی اور نہ کان۔ یسار نے کہا تجھے کیا دکھائی دے رہا ہے تجھ پر افسوس ہے کھلی آنکھ والے۔ تو یہ ایک ضرب المثل بن گئی (یعنی یہ جملہ "فما تری وتجب وبیض العینین" گویا تو دیکھ رہا ہے تجھ پر افسوس ہے آنکھوں کی روشنی ہوتے ہوئے [illegible]) اور یہ غلام یسار الکواعب کے نام سے مشہور ہو گیا اور [illegible]: کہا تھا جب کہ فرزدق نے بنی شیبان کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا [illegible]

مہر میں اضافہ کیا تھا۔ تو ... جریر نے اس سے عار دلاتے ہوئے کہا تھا۔

وَاِنِّی لاخشٰی ان خطبت الیهمو　　علیك الذی لاقی یسار الکواعب

(ترجمہ) اور مجھے تجھ پہ بڑا اندیشہ ہے کہ اگر تُو نے اُن کے پاس پیغام نکاح بھیجا تو تیرے ساتھ وُہی معاملہ پیش آئے جو یسار الکواعب نے بُھگتا تھا۔

(۶۴۱) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک کنیز ہدیہ لے کر آئی۔ میں نے کہا تیرے آقا کو معلوم ہے کہ میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ اُس نے کہا کیوں نہیں قبول کرتے ؟ میں نے کہا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس ہدیہ کی بنا پر پھر ہدیہ لانے والے مجھ سے پڑھنے کے لئے مدد مانگنے آجائیں گے۔ اُس نے کہا جس قدر امداد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے وہ کہیں زیادہ ہے اور آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ تو میں نے قبول کر لیا اور وُہ کنیز مجھ سے زیادہ دین میں سمجھدار نکلی۔

(۶۴۲) ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ ایک شخص ایک عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے امام ابوحنیفہ کے پاس آکر عرض کیا کہ میرے پاس تھوڑی پونجی ہے اور (وہ لوگ محض دنیا پرست ہیں) اگر ان کو اس کا علم ہو گیا تو وُہ نکاح نہ کریں گے (یہ سُن کر ابوحنیفہ اس کی امداد کے لئے آمادہ ہو گئے) اور اس سے انہوں نے کہا کہ تم میرے ہاتھ اپنا حشفہ بارہ ہزار درہم میں فروخت کرنے پر طیار ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب (جس وقت تم ان لوگوں کو پیغام بھیجو تو) اُن سے کہہ دینا کہ ابوحنیفہ میرے حالات سے واقف ہیں۔ اس شخص نے جا کر اپنا رشتہ بھیجا دیا۔ ان لوگوں نے کہا تمہارے کون واقف ہے۔ اس نے کہا ابوحنیفہ۔ پھر ان لوگوں نے اس کے بارے میں ابوحنیفہ سے سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا میں اس کو اس سے زیادہ نہیں پہچانتا کہ وہ ایک دن میرے پاس آیا تو اس سے ایک شے کا جو اس کے پاس تھی (دو ہزار درہم پر) معاملہ کیا گیا مگر اس نے نہیں بیچی۔ تو انہوں نے کہا یہ بات دلالت اس بات پر کرتی ہے کہ وُہ مالدار شخص ہے تو اس سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب عورت کو اس کا حال پوری طور پر معلوم ہو گیا تو اس نے شوہر سے کہا تمہیں مال نہ ہونے سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے اور میرا سب مال تمہارے اختیار میں ہے۔ پھر وُہ عورت اپنا زیور اور قماش جوڑا لے کر ابوحنیفہ کے پاس پہنچی اور ماجرا

کیا کہ ایک فتوے کی وجہ سے آئی ہے اور گھر میں داخل ہو گئی اور جا کر چہرہ کھول دیا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا پردہ کر تو اُس نے کہا ممکن نہیں ہے کیونکہ ایک ایسی بات میں مبتلا ہو گئی ہوں کہ اس سے خلاصی صرف آپ ہی دلا سکتے ہیں۔ میں اس بقال کی بیٹی ہوں جس کی دکان اس گلی کے سرے پر ہے اور میری اچھی خاصی عمر ہو گئی ہے مجھے شوہر کی ضرورت ہے اور وہ میرا نکاح نہیں کرتا اور جو شخص رشتہ لے کر آتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ میری بیٹی کانی ہے گنجی ہے اور لنجی ہے پھر اس نے اپنے مُنہ سے اور سر سے اور ہاتھوں سے کپڑا ہٹا کر دکھایا اور یہ بھی کہتا ہے کہ میری بیٹی، لنگڑی ہے اور اُس نے (یہ کہہ کر) پنڈلی سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا اب میں چاہتی ہوں کہ آپ کوئی تدبیر میرے لئے کر دیں۔ انہوں نے کہا کیا تو میری زوجہ بننے پر رضامند ہے تو اُس نے ان کے قدم چوم لئے اور کہا میں تو آپ کے غلام کے قابل بھی نہیں۔ آپ نے کہا اب تم جاؤ۔ فی امان اللہ۔ وہ چلی گئی۔ پھر ابوحنیفہ نے بقال کو بلایا اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور ایک سو دینار مہر کا بین نامہ لکھدیا اُس نے کہا اے میرے سردار آپ کو اس امر کی پردہ پوشی کرنا ہو گی جس کی اللہ نے کی میرے ایک ہی بیٹی ہے جس کا نکاح آپ سے کر رہا ہوں انہوں نے کہا یہ بات چھوڑو میں تمہاری بیٹی سے جو گنجی اور لنجی اور لنگڑی ہے راضی ہوں۔ اب اُس نے ڈیڑھ سو دینار مہر پہ اُن سے نکاح کر دیا اور چلا گیا۔ اور اپنی بیوی کو سب قصہ سنایا اُس نے کہا واللہ (خوب ہوا) سوائے ابوحنیفہ کے ہاتھ کے اور کسی پر اُس کی ذمہ داری عائد ہی نہیں ہوتی۔ پھر جب عشاء کا وقت ہوا تو اس کے باپ نے اس لڑکی کو ایک ٹوکرے میں بٹھایا اور وہ اور اس کا غلام لگوا کر لائے۔ جب اس کو ابوحنیفہ نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے (اور لڑکی کے آنے کا قصہ سنایا۔) تو بقال نے کہا کہ اس کی ماں پر طلاق ہے اگر اس کے سوا میرے کوئی اور بیٹی ہو تو ابوحنیفہ نے کہا میں اس کو تین طلاق دیتا ہوں تم میری وہ تحریر واپس کر دو اور وہ پچاس دینار میں نے تم کو دیئے۔ اس بارے میں ابوحنیفہ ایک مہینہ تک سوچتے رہے (کہ یہ کیا راز تھا) پھر وہ عورت ان کی طرف آئی تو انہوں نے اس سے کہا۔ کس نے تجھے اس امر پر اکسایا جو تو نے ہمارے ساتھ کیا اس نے کہا اور آپ کو کس نے اس امر پر اکسایا کہ آپ نے ایک فتنہ شخص کے بارے میں ہمکو دھوکے میں ڈالا۔ اسس قصہ کا

انتساب امام ابوحنیفہؒ جیسے متقی امام پر کیسے عقل قبول کر سکتی ہے اور آپ کے معاصرین میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات روایت نہیں کی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کے ساتھ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق کوئی سند بیان نہیں کی۔ صرف بَلَغَنَا لکھ دیا۔ اس کہانی کی حیثیت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ عوام کی عادت ہے کہ جو شخص کسی صفت میں مشہور ہوتا ہے اگر کوئی شخص اسی صفت سے تعلق رکھنے والی داستان تصنیف کرتا ہے یا واقعہ کسی سے متعلق ہوتی ہے مگر لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس کا قصہ ہے تو اس کا ہیرو اُسی مشہور شخصیت کو تجویز کرنے میں تامل نہیں کرتے جیسا کہ مسخرا پن کے سینکڑوں واقعات کا ہیرو ملا دو پیازہ کو اور حاضر جوابی کی داستانوں کے لئے بیربل کو اور عیاشیوں کی داستانوں کے لئے ہارون رشید وغیرہ کو بنا لیا جاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کی ذکاوت مسلم تھی اور ہر زمانہ میں مسلم رہی اس لئے آپ کو بھی نہ چھوڑا گیا اور ہو سکتا ہے ایسے قصوں کا منشا عوام کو مسلک حنفیہ سے متنفر کرنا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۴۳۷) ابوالحسن السیبی نے بیان کیا جو مسترشد باللہ کے مؤذن تھے کہ بعض چلتے پھرتے تاجروں نے ذکر کیا کہ ہم مختلف شہروں سے آکر (مصر کی) جامع عمرو بن العاص میں جمع ہو جاتے اور باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جو ہمارے قریب ایک ستون کے نیچے بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے جو بغداد کے تاجروں میں سے تھا اس عورت سے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں ایک لاوارث عورت ہوں۔ میرا شوہر دس برس سے مفقود الخبر ہے مجھے اس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا۔ میں قاضی صاحب کے یہاں پہنچی کہ وہ میرا نکاح کر دیں مگر انہوں نے روک دیا اور میرے شوہر نے کوئی سامان نہیں چھوڑا۔ جس سے بسر اوقات کر سکوں میں کسی اجنبی شخص کی تلاش میں ہوں جو میری امداد کے لئے گواہی دیدے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ واقعی میرا شوہر مر گیا یا اس نے مجھے طلاق دیدی تاکہ میں نکاح کر سکوں یا وہ شخص یہ کہہ دے کہ میں اس کا شوہر ہوں اور پھر وہ مجھے قاضی کے سامنے طلاق دیدے تاکہ میں عدت کا زمانہ کسی طرح گذار کر نکاح کر لوں تو اس شخص نے اس سے کہا کہ تو مجھے ایک دینار دیدے تو میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس جا کر کہدوں گا کہ میں تیرا شوہر

ہوں اور تجھے طلاق دیدوں گا۔ یہ سنکر وہ عورت رونے لگی اور اُس نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور اس نے چار رباعیاں نکالیں (یہ کوئی سکہ تھا۔ غالباً چوتھائی درہم ہو گا۔ اکنی جیسا) تو اس شخص نے وہی اُس سے لے لیں اور اس عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں چلا گیا اور دیر تک ہم سے نہیں ملا۔ اگلے دن اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا تم کہاں رہے؟ اتنی دیر کیسے ہوئی تو اُس نے کہا چھوڑو بھائی میں ایک ایسی بات میں پھنس گیا جس کا ذکر بھی رسوائی ہے ہم نے کہا ہمیں بتاؤ۔ اُس نے بیان کیا کہ میں اس کے ساتھ قاضی کے یہاں پہنچا تو اُس نے مجھ پر زوجیت کا دعویٰ کیا اور دس سال تک غائب رہنے کا اور درخواست کی کہ میں اس کا راستہ صاف کر دوں۔ میں نے اس کے بیان کی تصدیق کر دی تو اس سے قاضی نے کہا کہ کیا تو اس سے (ابھی) علیحدگی چاہتی ہے اُس نے کہا نہیں واللہ۔ اس کے ذمہ میرا مہر ہے اور دس سال کا خرچہ مجھے اس کا حق ہے تو مجھ سے قاضی نے کہا کہ اس کا حق ادا کر اور تجھے اختیار ہے اس کو طلاق دینے یا روکے رکھنے کے بارے میں تو میرا یہ حال ہو گیا کہ میں متحیر رہ گیا اور یہ ہمت نہ کر سکا کہ اصل صورت واقعہ بیان کر سکوں اور اس کے بیان کی تصدیق نہ کروں اب قاضی نے یہ اقدام کیا کہ مجھے کوڑے والے کے سپرد کیے بالآخر دس دیناروں پر باہمی تصفیہ ہوا جو اُس نے مجھ سے وصول کیے اور وہ چاروں رباعیاں جو اُس نے مجھے دی تھیں وہ وکلا اور قاضی کے اہلکاروں کو دینے میں خرچ ہو گئیں اور اتنی ہی اپنے پاس سے خرچ ہوئیں۔ ہم نے اس کا بہت مذاق اُڑایا۔ وہ شرمندہ ہو کر مصر ہی سے چلا گیا اور پھر اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

(۶۴۴) یہ حکایت شیخ ابوالوفا ابن عقیل کی تحریر سے نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعض دوستوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک عورت ایک پنساری کی دوکان پر جو رنڈوا تھا آ کر بیٹھ گئی اور شام تک بیٹھی رہی جب اُس نے دکان بند کرنے کا ارادہ کیا تو اُس عورت نے اپنا چہرہ اس کے سامنے کر دیا۔ دکاندار نے اس سے کہا اب شام کو کیا ہو گا۔ عورت نے کہا واللہ میرے پاس کوئی مکان نہیں جس میں رات گذاروں تو اس سے عورت نے کہا کہ تو میرے ساتھ گھر پر چل۔ وہ آمادہ ہو گئی اور اس کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور اس شخص نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے قبول کر لیا اور اس سے نکاح ہو گیا اور وہ اس کے ساتھ تین دن رہی۔ جب چوتھا دن

ہوا تو ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ چند عورتیں تھیں جو اس عورت کو تلاش کر رہے تھے دکاندار نے ان کو گھر بلا لیا اور ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہ تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کے رشتہ دار ہیں چچا کا بیٹا اور چچا کی بیٹیاں ہیں۔ جب ہم کو اس تعلق کی خبر ہوئی تو ہم خوش ہوئے۔ ہم آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک شادی کی شرکت کے لئے چلنے کی اجازت دیدیں جو ہمارے بعض عزیزوں میں ہے۔ یہ شخص اس عورت کے پاس گیا تو اس نے کہا نہ ان کی بات سننا اور میری طلاق کا حلف کر لینا اور مجھ سے کہہ دینا کہ اگر تو میرے گھر سے ایک مہینہ تک باہر نکلی تو تجھ پر طلاق۔ تاکہ شادی کا زمانہ گذر جائے اس میں میری بھلائی ہے اور تمہاری بھی ورنہ وہ مجھے پکڑ لیں گے اور میرے دل کو تمہاری طرف سے خراب کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ میں ان سے ناخوش تھی اور میں نے تم سے بغیر ان کے مشورہ کے نکاح کیا اور میں نہیں جانتی کہ کس نے ان کو تم تک پہنچا دیا۔ اس شخص نے آ کر ان کے سامنے جس طرح اس نے سمجھایا تھا حلف کر لیا تو یہ لوگ مایوس ہو کر واپس ہو گئے۔ اس نے دروازہ بند کیا اور دوکان کی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا دل اس عورت سے ہی لگا رہا۔ اور وہ عورت رخصت ہو گئی اور اپنے ساتھ گھر میں سے کوئی چیز نہیں لے گئی۔ جب وہ دوکان سے آیا تو وہ اس کو نہ ملی۔ یہ پوچھنے والے نے الشیخ ابو الوفا سے پوچھا کہ اس عورت کا مقصد کیا تھا۔ تو ابو الوفا نے کہا کہ غالبا اس عورت نے حلالہ کی یہ صورت نکالی تھی۔ اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں۔ تو چاہئے کہ انسان اس قسم کے امور میں بے خوف نہ ہو اور لوگوں کے گہرے حیلوں سے چوکنا رہنا چاہئے۔

باب ۳۲: ایسے چوپایہ جانوروں کا ذکر جن کی باتیں انسان کے مشابہ ہیں:۔

(۶۴۵) ابو سعید روایت کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کے دونوں پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وہ اپنا بچاؤ اس طرف کے پر سے کرتی ہے جس میں بیماری ہے (یعنی جب کسی شے پر گرتی ہے تو اس طرف سے گرتی ہے) تو جب وہ تمہارے کسی کے برتن میں گر جائے جس میں شوربہ وغیرہ ہو تو چاہئے کہ اسے پوری کو غوطہ دے پھر نکال کر پھینک دے (یہ مکھی کی عادت ہے کہ وہ اپنے آپ کو نقصان سے بچانا چاہتی ہے)

(۶۴۶) ابو صالح ابو ہریرہؓ سے اور وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کشتی میں شراب فروخت کیا کرتا تھا اور اس میں پانی ملا دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ کشتی میں ایک بندر رہتی تھا۔ ایک مرتبہ اس کی وُہ تھیلی جس میں اس کے دینار تھے اس بندر کے ہاتھ آگئی وہ اس کو لے کر کشتی کے مستول کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تھیلی کو کھول کر ایک دینار دریا میں پھینکنا اور ایک کشتی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تھیلی میں کچھ باقی نہ رہا (بندر کی ذہانت نے کمال عدل کا تماشہ دکھا دیا کہ پانی کے حصہ کی قیمت دریا کے حوالہ کی اور اصل شئے کی قیمت مالک کو دیدی۔)

(۶۴۷) محمد بن ناصر نے بیان کیا کہ ایک شخص بعض سلاطین کی طرف پہنچا تھا اور اس کے ساتھ ارمنیہ کا حاکم تھا۔ یہ اپنے جائے اقامت کو واپس ہو رہا تھا اس کا گذر ایک قبر پر ہُوا اس میں ایک قبہ تعمیر کیا گیا تھا جس پر لکھا تھا کہ یہ کتے کی قبر ہے جو شخص اس کا حال معلوم کرنا چاہے اسکو چاہیے کہ فلاں بستی میں جائے جو ایسی اور ایسی ہے (یعنی بستی کا محل وقوع اور پتہ نشان دیا گیا تھا) وہاں ایک شخص اس کا حال بتائے گا اس شخص نے بستی کا راستہ معلوم کیا تو لوگوں نے راستہ بتا دیا۔ یہ بستی میں پہنچا اور بستی والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے ایک بوڑھے کا پتہ دیا جس کی عمر سو برس سے متجاوز تھی اس نے اس سے جا کر سوال کیا تو اُس نے قصہ سنایا کہ میرے نواح میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا اور وُہ سیر شکار اور سفر میں مشہور تھا اور اس کے پاس ایک گھر کا پلا ہُوا کتا تھا جو اس سے جُدا نہ ہوتا تھا ایک دن وہ اپنی کسی شکارگاہ کی طرف جانے لگا تو اپنے بعض غلاموں کو اس نے حکم دیا کہ باورچی سے کہدیں کہ ہمارے لئے دودھ کی کھیر تیار کرے اس کی ہم کو خواہش ہے اس لئے یہ بنا لینا اور اپنی سیر کو روانہ ہو گیا باورچی نے اس کی تیاری شروع کر دی دودھ لایا اور اس نے بادشاہ کے لئے بہت سی کھیر تیار کر دی اور یہ بھول گیا کہ اس کو کسی چیز سے ڈھک دیتا اور دوسرے کھانوں میں تیاری میں مشغول ہو گیا تو دیوار کے ایک سوراخ سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور اُس نے اس دُودھ میں منہ ڈال دیا اور کھیر میں اپنا زہر چھوڑ دیا اور کتا کھڑا ہُوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور اگر اس کے اختیار میں سانپ کے بھگانے کا کوئی حیلہ ہوتا تو وہ اس کو دور کر دیتا اور وہیں ایک باندی تھی کمزور نازک، گونگی جس کی

ٹانگیں ماری ہوئی تھیں وہ بھی سانپ کی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔ اور بادشاہ شکار سے آخر دن میں
واپس آیا اور غلاموں کو حکم دیا کہ سب سے پہلے میرے سامنے کھیر لائی جائے۔ جب وہ اس کے سامنے رکھی
گئی تو گونگی نے اس کو اشارہ کیا مگر وہ سمجھا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہی ہے اور کتے نے بھونکنا اور ہلانا
شروع کیا مگر اس نے اس کی طرف کبھی التفات نہ کیا کتا اور زور سے بولا پھر بھی وہ اس کا مطلب
نہ سمجھا اور اس کے سامنے جو کھانے کے لئے روزانہ ڈالا کرتا تھا ڈال دیا۔ مگر کتا اس کے قریب
بھی نہ گیا اور چلاتا ہی رہا تو اس نے غلاموں سے کہا کہ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔ یہ اس
کی عادت ہے اور دودھ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ جب کتے نے بادشاہ کو دیکھا کہ اس نے پینے
کا ارادہ کر ہی لیا تو دسترخوان پر جا چڑھا اور اپنا منہ بڑے پیالے میں ڈال دیا اور دودھ
میں سے ایک گھونٹ پی گیا اور فوراً مر کر گر گیا۔ اور اس کا گوشت بھی بہت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
اور بادشاہ کتے کی اس حالت اور اس کی حرکات سے حیران رہ گیا۔ پھر اس کو گونگی نے اشارے
کئے اس وقت وہ کتے کی حرکات کا مطلب سمجھے۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں اور ندیموں سے
کہا کہ جس نے اپنی جان کو مجھ پر قربان کر دیا وہ خاص سلوک کا حقدار ہے اس کو میرے سوا نہ
کوئی اٹھائے اور نہ دفن کرے تو بادشاہ نے اس کو خود دفن کیا اور اس پر یہ قبہ تعمیر کرایا اور اس
پر وہ تحریر لگا دی گئی جو تم نے پڑھی۔

(۶۲۸) ابو عثمان مدائنی نے بیان کیا کہ بغداد میں ایک شخص بہت [illegible] میں رہتا تھا جو
بہت سے کتے کھیل کے لئے رکھے ہوئے تھا۔ ایک دن علی الصباح اس نے کسی ضرورت کے لئے
جانا چاہا اور اس کے پیچھے ایک کتا چلنے لگا جو اس کے دوسرے کتوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ
خصوصیت رکھتا تھا اس نے اس کو لوٹانا چاہا مگر وہ نہیں لوٹا۔ یہ شخص چل دیا یہاں تک کہ چند
ایسے لوگوں کے سامنے پہنچ گیا جن سے اس کی دشمنی تھی تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس
کو قبضہ میں کر لیا اور کتا بھی ان کو دیکھ رہا تھا تو کتا وہاں سے نکلا اور مالک کی حمایت میں
اس پر بھی ایک زخم لگا تھا۔ وہ اپنے مالک کے مکان پر آیا اور بھونکتا تھا اور اس شخص کی ماں
اپنے بیٹے کو ڈھونڈ رہی تھی۔ کتے کے زخم کو دیکھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ بیٹے کے قتل کے نتیجہ
میں اس کے زخم آیا ہے اور پورا یقین ہو گیا کہ وہ ختم ہو چکا۔ وہ اس پر ماتم کرنے لگی۔

اور سب کتوں کو گھر سے نکال دیا اور وہ کتا برابر اس قاتل کے فکر میں لگا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ یہ قاتل ادھر سے چلا جا رہا تھا اور وہ کتا بھی کھڑا ہوا تھا کتے نے اس کو پہچانا اور اس کو بھنبھوڑ ڈالا اور اس کو چمٹ گیا راستہ والوں نے اس کو چھڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی پیش نہ چلی تو ایک شور مچ گیا۔ اور گلی کا محافظ آیا اس نے دیکھ کر کہا کتے کا اس کو چپٹ جانا یوں ہی بے معنی نہیں ضرور اس میں کوئی راز ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہی وہ شخص ہو جس نے اس کو زخمی کیا تھا اور (شور و شغب کو سنکر) اس مقتول کی ماں بھی نکل آئی اس نے کتے کو دیکھا کہ وہ اس شخص کو چمٹا ہوا ہے۔ اور محافظ کی گفتگو بھی اس کے کانوں میں پڑی تو اس کو یاد آگیا کہ یہ وہ شخص ہے جو اس کے بیٹے کا دشمن تھا تو وہ بھی اس کو لپٹ گئی اور اس نے اس پر دعویٰ قتل دائر کیا۔ دونوں افسر پولیس کے سامنے پیش ہوئے تو حاکم نے اس شخص کو مار پیٹ کر کے قید کر دیا مگر اس نے اقرار نہ کیا اور کتا قید خانہ کے دروازے سے لگا ہی رہا (اور پیچھا نہ چھوڑا) جب چند دن گذر گئے (اور ثبوت نہ ملا) تو اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ جب یہ شخص نکلا تو کتا پھر لپٹ گیا۔ تو دونوں کو جدا کیا گیا۔ لیکن وہ برابر اس کے پیچھے چلتا اور بھونکتا رہا یہاں تک کہ جب وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہوا تو یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گھر میں جا گھسا اور اس کے ساتھ ساتھ پولیس افسر اس طرح جا رہا تھا کہ یہ شخص نہیں سمجھ سکا اور وہ بھی گھر میں گھس گیا کتے نے اندر جا کر جس جگہ مقتول دبا ہوا تھا اپنے پنجوں سے وہاں کی مٹی ہٹانا شروع کر دی پھر اس جگہ کو کھودا گیا تو لاش دستیاب ہو گئی پھر اس متہم کو گرفتار کر کے زد و کوب کیا گیا تو اس نے اقبال جرم کر لیا اور دوسروں کے نام بھی بتا دیئے تو یہ شخص بھی قتل کیا گیا اور ان کو بھی سولی دی گئی۔

(۶۴۹) محمد بن الحسین بن شداد نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ایک کتا تھا اس کو اپنے قریب بٹھا رکھا تھا اور خوبصورت دیباج سے اس کی پشت کو ڈھانپ رکھا تھا میں نے (اس قدر انس کا) سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی تھا جس کا رہنا سہنا

عہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اسکو خلیفہ معتضد باللہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کے حکم سے قید کیا گیا پھر جب اس نے اقرار نہ کیا تو رہا کر دیا۔ کچھ عرصے بعد وہی صورت پیش آئی جو یہاں تحریر کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ نے اپنے غلاموں کو قتل کی دھمکی دی تاکہ ... تو مجبوراً آخر قاتل کو اقرار کرنا پڑا اور دوسرے قتل کے شریک بھاگ گئے ۱۲

میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے (اور کتا بھی ہمراہ تھا) اور میری کمر میں
ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی جس میں دینار ہی دینار بھرے ہوئے تھے اور میرے ساتھ دوسرا سامان تھا
ہم نے دورانِ سفر میں ایک جگہ قیام کیا تو میرے ساتھی نے مجھ پر حملہ کیا اور میری مشکیں کس دیں
اور مجھے وادی میں ڈال دیا اور جو کچھ میرے پاس تھا سب چھین کر چلتا ہوا اور یہ کتا میرے ساتھ بیٹھا
رہا پھر مجھے چھوڑ کر بھاگا اور جلدی ہی واپس میرے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ ایک روٹی
تھی جس کو اس نے میرے سامنے ڈال دیا۔ میں نے اسے کھایا اور گھسٹتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا
جہاں پانی تھا تو میں نے اس میں سے پیا اور کتے نے باقی تمام رات میرے ساتھ گذاری پھر دن ہو
گیا جب جاگا تو اس کو نہ پایا۔ کچھ زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ وہ میرے پاس آگیا اور روٹی لئے
ہوئے تھا۔ میں نے اس کو کھایا۔ پھر جب تیسرا دن ہوا تو پھر میرے پاس سے غائب ہوگیا میں نے
خیال کیا کہ وہ میرے پاس سے غائب ہوگیا میں نے خیال کیا کہ وہ میرے لئے روٹی لے کر آجائے
گا چنانچہ وہ روٹی لے کر آگیا اور میرے سامنے ڈال دی ابھی میں اس روٹی کو پورا کھانے نہ پایا تھا
کہ میں نے اپنے سرہانے اپنے بیٹے کے رونے کی آواز سنی اور اس نے گھبرا کر کہا یہاں تم کیا کر رہے ہو
اور آپ کو کیا قصہ پیش آیا وہ سواری سے اتر پڑا اور اس نے میری مشکیں کھولیں اور مجھے اس جگہ
سے نکالا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں میرے موجود ہونے کا تم کو کیسے علم ہوا اور کس نے تم
کو مجھ تک پہنچایا۔ اس نے کہا کہ کتا ہمارے پاس روزانہ آتا رہا ہے ہم اس کے لئے اس کے
حصہ کی روٹی ڈالتے تھے وہ اس کو کھاتا نہیں تھا (اور لے کر چلا جاتا تھا) چونکہ وہ آپ
کے ساتھ تھا تو ہم لوگوں کو تشویش پیدا ہوگئی کہ وہ بغیر آپ کے تنہا کیسے آتا ہے اور وہ
روٹی کو اپنے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کو کھاتا بھی نہیں پھر اگلے دن جب اس نے
وہی کیا تو ہم کو سخت تشویش ہوگئی۔ پھر میں اس کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ
گیا یہ ہے میرا اور اس کتے کا قصہ۔

(۴۵۰) یہ قصہ بھی بیان کیا کہ حارث بن صعصعہ کے چند ایسے دوست تھے جو ہمیشہ
اس کے ساتھ رہتے تھے۔ ان میں سے ایک دوست نے ان کی بیوی سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور
اس سے راہ و رسم پیدا کی۔ اور حارث کے پاس ایک کتا تھا جس کو اسی نے پالا تھا۔ ایک مرتبہ

حارث اپنی ایک سیر گاہ کی طرف نکلا اور وہ شخص اس کے ساتھ نہیں گیا ور وہ اس کی بیوی کے پاس پہنچا اور اس سے اختلاط شروع کر دیا جب اس کے ساتھ جماع میں مشغول ہو گیا تو کتے نے دونوں پر حملہ کر دیا اور دونوں کو پھاڑ دیا۔ جب حارث واپس آیا تو اس نے دونوں کو دیکھ اور تمام ماجرا سمجھ گیا اور اس کے بعد تمام دوستوں سے ترکِ تعلق کر دیا اور صرف کتے ہی کو اپنا ہمدم بنا لیا۔ عرب میں یہ قصہ مشہور ہو گیا۔ اُس نے یہ شعر کہے ؎

فلاکلبٌ خیرٌ من خلیلٍ یخوننی وینکح عرسی بعد وقت رحیلی

یقیناً کتا بہتر ہے اس دوست سے جو میرے ساتھ خیانت کرتا ہے وہ میری بیوی سے میرے کوچ کرنے کے بعد ہمبستری کرتا ہے۔

ساجعل کلبی ماحییت منادمی وامنحهٗ وُدّی وصفو خلیلی

اب میں جب تک زندہ رہوں گا کتے ہی کو اپنا ہمدم بنائے رکھوں گا اور اپنی محبت اور دل کا رفاقت اسی کو بخشوں گا۔

(۶۵۱) ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ ایک شخص بصرہ سے سفر میں نکلا تو اس کے پیچھے پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا (راستہ میں) اس شخص پر چند لوگوں نے حملہ کیا اور اس کو زخمی کر کے ایک گہرے گڑھے میں ڈال دیا اور اس کو مٹی سے پاٹ دیا۔ جب وہ لوگ وہاں سے گذر گئے تو کتے نے اس گڑھے پر آ کر پنجوں سے مٹی ہٹانا شروع کر دی یہاں تک کہ اس شخص کا سر ظاہر ہو گیا وہ اس میں سانس کی آمدورفت باقی تھی۔ پھر کچھ لوگوں کا گذر ہوا تو انہوں نے اس کو زندہ نکال لیا۔

(۶۵۲) ابن خلف نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے بعض دوستوں نے بیان کیا کہ میں باغ میں گیا اور میرے دو کتے میرے ساتھ تھے جو میرے پالے ہوئے تھے۔ میں باغ میں سو گیا۔ دفعتاً دو

ف دمیری نے اس واقعہ پر مندرجہ ذیل اشعار کو منسوب کیا ہے:

ومازال یرعیٰ ذمتی ویحوطنی ویحفظ عرسی والخلیل یخون

کتا ہمیشہ میرے حق کی رعایت کرتا ہے اور میرا پہرہ دیتا ہے اور میری بیوی کی نگہداشت کرتا ہے اور دوست خیانت کرتا ہے

فیاعجباً للخلِّ یهتک حرمتی ویاعجباً للکلب کیف یصون

تعجب ہے دوست پر کہ وہ میری عزت کو برباد کرتا ہے اور حیرت ہے کتے پر کہ وہ کس طرح حفاظت کرتا ہے۔

نے بھونکنا شروع کر دیا جس میں بیدار ہوا تو میں نے کوئی بُری چیز نہ دیکھی۔ وہ پھر بھونکے تو میں نے ان کو مارا اور سو گیا تو دفعتہ دونوں نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے مجھے اس طرح ہلانا شروع کر دیا جس طرح سونے والے کو جگایا جاتا ہے میں فوراً اٹھ بیٹھا تو دیکھا کہ ایک کالا زہریلا سانپ میرے قریب آچکا ہے میں فوراً اٹھا اور اس کو مار ڈالا۔ تو یہ دونوں کتے میری بقا کا باعث ہوئے۔

(۶۵۴) حکماء کا مقولہ ہے کہ کتے کی ذہانت کی ایک بات یہ ہے کہ جب وہ ہرن کو دیکھتا ہے چاہے وہ قریب ہو اور چاہے دُور ہو وہ پہچان جاتا ہے کہ وہ ہماری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے یا پیٹھ پھیر کر جانے والا ہے اور نر کو اور مادہ کو پہچان لیتا ہے تو شکار میں صرف نر کا ہی پیچھا کرتا ہے اگرچہ یہ بھی جانتا ہے کہ نر زیادہ تیز دوڑتا ہے

اور مادہ کی بہ نسبت بڑی چوکڑی لگاتا ہے اور مادہ کو چھوڑ دیتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کی دوڑ میں تیزی کم ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو یہ معلوم ہے کہ نر جب جنگل کے ایک دو چکر لگاتا ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور ایسا ہی ہر ایک حیوان کا حال ہے کہ جب اس کی گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے تو اس کا پیشاب زور کرنے لگتا ہے اور جب نر ہرن کا پیشاب زور کرتا ہے اور تیز دوڑنے کی وجہ سے کرنے کا موقع نہیں ملتا تو اس کی دوڑ سست اور چوکڑی گھٹ جاتی ہے تو کتا اس کو دبوچ لیتا ہے، لیکن ہرنی کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا پیشاب آسانی سے نکال دیتی ہے کشادہ سوراخ اور نرمی مخرج کی بنا پر۔ تو وہ پھر تازہ دم ہو جاتی ہے اور کتے کی ایک بڑی سمجھداری یہ ہے کہ جب شکار کے لئے ایسے وقت نکلتا ہے کہ پالا اور برف پڑا ہو اور زمین پر اس کی تہ جم گئی ہو اور شکاری ایسے وقت میں نہیں پتہ لگا سکتا کہ ہرن کی کھوری کدھر ہے اور خرگوش کا سوراخ کہاں۔ تو کتا دوڑتا اور دیکھتا وہ بل سوراخ کے موقع پر ہی ٹھہرتا ہے اور اس کے پہچاننے کا معیار یہ ہے کہ حیوانات کے سانس اور پیٹ کے بخارات سوراخ کے منہ پر جس قدر برف کا حصہ منجمد ہوتا ہے۔ اس سے ٹکرا کر جاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ رقیق ہو جاتا ہے یعنی برف کی تہ پتلی ہو جاتی ہے اور یہ ایک باریک اور گہری بات ہے جس کو کتا ہی پہچانتا ہے اور کتا جب کسی کو پورے طور پر گھیر لیتا ہے تو

اس سے بچنا مشکل ہے بجز اس کے کہ زمین پر اُس کے سامنے عاجزی سے بیٹھ جائیں تو پھر وہ اس پہ پھونکنا بھی بند کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کو بالکل اپنے قابو میں سمجھ لیتا ہے اور اس بیٹھنے کو عاجزی کی علامت قرار دیتا ہے۔

(۶۵۴) ابو بکر بن الحاضنہ نے اپنے اتالیق ابی طالب المعروف بابن الدلو سے نقل ہے اور وُہ ایک نیک مرد تھے۔ مقام نہر طابق میں رہتے تھے کہ وہ ایک رات بیٹھے ہُوئے لکھ رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں اس وقت تنگدست تھا تو ایک بڑا چوہا نکلا اور اُس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر دُوسرا نکل آیا اور دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا اور میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے اُن میں سے ایک پر اُسے اُلٹا کر دیا تو دوسرا چوہا آیا اور طشت کے گرد پھرنے لگا اور میں خاموش (دیکھ رہا) تھا پھر وُہ اپنے بِل میں گھسا اور مُنہ میں ایک کھرا دینار لیکر نکلا اور اسکو میرے سامنے ڈال دیا۔ میں لکھنے میں مشغول رہا اور وُہ ایک گھڑی تک بیٹھا ہُوا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے کر آیا اور اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کی نالی تھیلی کھینچ کر لایا جس میں یہ دینار رکھے ہوئے تھے اور اس کو اُن دیناروں کے اُوپر رکھ دیا۔ تو میں سمجھ گیا کہ اب اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو میں نے طشت اُٹھا دیا تو دونوں بھاگ کر بل میں گھس گئے اور میں نے دینار لے لئے۔

(۶۵۵) محمد بن عجلان نے بیان کیا جو زیاد کے آقا تھے کہ زیاد ایک دن ان کی بیٹھک میں آیا تو اُس کی نظر ایک بلاؤ پر پڑی جو کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھا تھا۔ میں اس کو بھگانے کے لئے گیا تو زیاد نے کہا کہ اُسے چھوڑ دیجئے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں یہ کیوں بیٹھا ہے۔ پھر زیاد نے ظہر کی نماز پڑھی اور واپس بیٹھک میں آگیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھ کر واپس آگیا اور تمام وقت میں وہ بلاؤ کو دیکھتا رہا۔ وُہ اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جب غروب شمس سے کچھ پہلے کا وقت ہُوا تو ایک موٹا چوہا (گھونس) نکلا تو اس پر جلدی سے حملہ کیا اور اس کو پکڑ لیا تو زیاد نے کہا کہ جو شخص کوئی کام کرنا چاہے تو چاہئے کہ اس پر اس طرح استقلال سے ڈٹ کر جم جائے جس طرح بلاؤ جما رہا تو وُہ ضرور کامیاب ہو گا۔

(۶۵۶) قاسم بن ابی طالب التنوخی نے بیان کیا کہ میں انبار میں سلطان کے باز دار کے ساتھ (شکار میں) جاتا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز اڑ کر تیتر سے جا ملا۔ تیتر نے فوراً ایک جھنڈ میں گھس کر اپنے آپ کو کانٹوں کے درمیان پہنچا دیا جو وہاں ٹوٹے ہوئے تھے اور ان میں سے کانٹوں کی دو لمبی شاخیں اپنے پنجوں سے پکڑ کر گدی کے بل زمین پر لیٹ گیا اور ٹانگیں اُلال دیں اس طرح باز سے چھپنا چاہا جب باز دار اُس کے قریب آگیا تو اُڑا اور اس کا باز نے شکار کیا۔ سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس سے زیادہ بچاؤ کرنے والا کوئی تیتر نہیں دیکھا۔

(۶۵۷) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عرب بولتے ہیں احذر من غراب (کوے سے زیادہ محتاط) احذر من عقعق (عقعق سے زیادہ محتاط۔ یہ کوے کی صورت کا ایک پرندہ) احذر من ذئب (بھیڑیے سے زیادہ محتاط) اور لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ بھیڑیا اس حد تک اپنا بچاؤ کرتا ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں کو بھی بچاؤ میں اپنا ساتھی بنا لیتا ہے جب سوتا ہے تو اُن میں سے ایک کھولے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی نگہبان رہے۔ حمید بن ہلال نے بھیڑیے کے بارے میں کہا ہے۔

ینام باحدی مقلتیہ ویتقی

باخری الاعادی فھو یقظان ھاجع

(ترجمہ) (بھیڑیا) اپنی ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ سے دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو وہ ایک وقت) جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

عسکری نے کہا کہ "یہ حال ہے کیونکہ نیند ہر زندہ پر چھا جاتی ہے" مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ اُن لوگوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیند کے شروع ہونے کے وقت ایک آنکھ بند کرتا اور دوسری کھولے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نیند اس پر غالب آجائے تو [illegible] بند ہو جائے گا۔

عرب کا یہ قول بھی ہے احذر من [illegible] (ظلیم سے زیادہ محتاط) ظلیم نر شتر مرغ کو کہتے ہیں۔

(۶۵۸) [illegible]

[illegible]

دیا اور اس سے قریب ہو جاتا تھا حتیٰ کہ جب سانپ نے اس پر اپنا منہ کھولا اور اس کو [illegible] کی کوشش کی تو اس نے اس کے منہ میں ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی جو اس کے حلق میں [illegible] گئی یہاں تک کہ سانپ اس سے مر گیا۔

(۶۵۹) مروی ہے کہ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں [illegible] نے پوچھا کہ میری تنہا کی ؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ پورے لشکر کی فلاں جزیرہ میں فلاں [illegible] حضرت سلیمانؑ وہاں پہنچ گئے۔ تو ہدہد نے فضا میں اڑ کر ایک ٹڈی کا شکار کیا۔ [illegible] اس کو [illegible] کر دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ اے نبی اللہ اگر گوشت تھوڑا ہے تو شوربا [illegible] کھاؤ جس کو گوشت نہ ملے گا شوربا تو مل ہی جائیگا۔ سلیمان علیہ السلام ایک [illegible] تک (جب اس کو یاد کرتے تو) ہنستے رہے۔

(۶۶۰) میں کہتا ہوں کہ ایک ٹھکانے پر رہنے والے جانوروں میں سے جن کے افعال اُن [illegible] دیانت پر دلالت کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ چڑیاں صرف اسی گھر میں رہتی ہیں جو آباد ہو [illegible] اس گھر میں رہنا ترک دیں تو وہ بھی نہیں ٹھہرتیں اور بلی کو گھر سے محبت ہوتی ہے وہ [illegible] کو نہیں چھوڑتی خواہ گھر والے وہاں سے چلے جائیں اور کتا گھر والوں کے ساتھ جاتا ہے اور گھر کی طرف التفات نہیں کرتا اور جب چڑیا پر کوئی آفت آتی ہے تو اس کے شور مچانے پر تمام [illegible] جمع ہو جاتی ہیں۔ یہانتک کہ اگر اس کا بچہ گھونسلے سے گر جائے گا تو وہ فریاد کرتی (یعنی شور مچاتی) ہے تو کوئی چڑیا باقی نہیں رہتی جو سنکر نہ آجائے اور سب اس بچے کے گرد [illegible] اڑتی ہیں اور اس کو اپنے افعال سے حرکت دیتی ہیں اور اس میں قوت اور حرکت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ اڑنے لگتا ہے۔

بعض شکاریوں نے بیان کیا کہ میں نے بسا اوقات چڑیوں کو دیوار پر دیکھ کر اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی کہ گویا میں اس پر کچھ پھینکنا چاہتا ہوں مگر وہ نہیں اڑتی پھر میں زمین کی طرف ہاتھ لیجاتا ہوں گویا کوئی چیز اٹھا رہا ہوں پھر بھی حرکت نہیں کرتی لیکن اگر میں اپنے ہاتھ سے کوئی کنکری چھو بھی لوں گا تو اس کو ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی اڑ جاتی ہے

(۶۶۱) کبوتر کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ کبوتری بار دار ہو گئی تو کبوتر اور کبوتری دونوں

اپنے نشیمن کو ٹھیک کرنے میں لگ جاتے ہیں اس کے لئے تنکے جمع کرتے ہیں جن سے انڈے
محفوظ رہیں۔ پھر ان کو گرم کرتے (سیتے) ہیں اور اس عمل سے ان کے مزاج میں تغیر پیدا
کرتے ہیں جو ان کے جسم کی بو سے پیدا ہوتا ہے پھر دونوں کے بعد ان انڈوں کا رخ بدلتے
ہیں تاکہ انڈے کے تمام حصے پر سینے کا اثر ہموار ہو جائے اور سینے کے اوقات کا زیادہ حصہ
مادہ کے ذمہ ہوتا ہے جس طرح بچے کو پالنے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پھر جب انڈے کا بچہ بن لیتا
تو چگا دینے کا کام زیادہ نر کے ذمہ ہوتا ہے اور جب بیضہ پھٹ کر بچہ باہر آ جاتا ہے تو وہ یہ
بھی جانتے ہیں کہ بچے کا پوٹا غذا کی گنجائش نہیں رکھتا تو بچوں کے حلق میں پھونکتے رہتے
ہیں تاکہ پوٹا پھول جائے اور اس میں وسعت پیدا ہو جائے۔ پھر وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دانہ

اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ کھانے کو ہضم کر سکے تو وہ ایسا چگا دیتے ہیں جس میں [illegible]
قوت کے ساتھ ان کی طبعی قوت بھی مخلوط ہوتی ہے جس طرح قے کا کھیل۔ پھر یہ بھی جانتے
ہیں کہ پوٹے کو تنگی اور تقویت کی ضرورت ہے تو دیواروں کا شورہ کھلاتے ہیں اور وہ ایسی
ایسی چیز ہے جو خالص نمک اور مٹی کی درمیانی چیز ہے تو وہ اس کا چگا دیتے ہیں۔ جب یہ سمجھ
لیتے ہیں کہ اب پوٹا مضبوط ہو گیا پھر دانے کا چگا دیتے ہیں پھر جب یہ جان لیتے ہیں کہ اب ان
میں یہ طاقت آگئی کہ وہ زمین سے چگ لے تو چگا دینے سے تھوڑا تھوڑا رکتے ہیں تاکہ وہ
چگنے کی ضرورت محسوس کرے اور اس کو اٹھانے کے لئے چونچ لیجائے۔ پھر جب جان لیتے
ہیں کہ اب اس میں طاقت پیدا ہو چکی ہے تو اگر وہ پھر بھی ان سے ہی چگا لینا چاہتا ہے
تو اس کو مارتے ہیں اور نہیں دیتے۔ پھر دوسرے بچے پیدا کرنے کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔
تو نر کی طرف سے بلانے کی ابتداء ہوتی ہے اور مادہ کی طرف سے دیر لگانے کی اور ٹلتے
رہنے کی خواہش ہوتی ہے پھر نرم ہو جاتی ہے اور طرح طرح سے پہلو بدلتی ہے پھر رکتی ہے
پھر ہمت کرتی ہے۔ پھر دونوں میں عشقبازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی مانتا
ہے اور دونوں سے محبت کی باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور لڑتے بھی اور جھگڑتے بھی۔

(۷۷۷) اور اژدہا کی مادہ جب حاملہ ہو جاتی ہے تو وہ دوسری مادہ سے میل نہیں
کھاتا۔ یہ حال مادہ اژدہا کا ہے۔

(۶۶۳) اور مکڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) وہ اپنے رہنے کا گھر ایک ایسا جال بناتی ہے جس میں مکھی پھنس جائے تو جب کوئی مکھی اس میں اُلجھ جاتی ہے تو اس کا شکار کر لیتی ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ لیث جو مکڑی کی ایک قسم میں سے ہے زمین پر چمٹ کر اور سانس روک کر بیٹھ جاتی ہے اور جب اندازہ کر لیتی ہے کہ مکھی اُس سے غافل ہے تو چیتے کی طرح جست لگا کر اس کو شکار کر لیتی ہے۔

(۶۶۴) اور لومڑی (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) جب اس کو غذا کی دشواری پیش آتی ہے تو مُردہ بن جاتی ہے۔ اور اپنا پیٹ پھُلا لیتی ہے تو کوئی پرندہ اس کو مُردہ سمجھ کر اس پر آ پڑتا ہے تو اس پر حملہ کر دیتی ہے۔

(۶۶۵) اور چمگادڑ (کی ہوشیاری یہ ہے کہ) اس کی نگاہ کمزور ہے وُہ صرف غروب ہی کے وقت اُڑتا ہے کیونکہ وہ ایسا وقت ہے جس میں نہ اتنی روشنی ہوتی ہے جو اس کی نظر پر غالب آجائے اور نہ اندھیرا ہوتا ہے۔

(۶۶۶) اور چیونٹے اور چیونٹی گرمی کے موسم میں سردی کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔ پھر ذخیرہ کئے ہوئے دانوں کے بارے میں اُن کو سڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُن کو نکال کر پھیلاتی ہیں تاکہ ہوا لگ جائے اور اکثر یہ کام چاندنی راتوں میں کرتی ہیں۔ کیونکہ اس میں ان کو اچھی طرح نظر آتا ہے پھر اگر رہنے کی جگہ نمی ہے اور یہ اندیشہ کرتی ہے کہ بیج پھوٹ آئے گا تو بیج کے وسط میں سوراخ کر دیتی ہے گویا وُہ یہ جانتی ہے کہ وُہ اسی جگہ سے پھُوٹا کرتا ہے اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ پھر اگر دھنیئے کا بیج ہے تو اس کے چار ٹکڑے کرتی ہے۔ کیونکہ تمام بیجوں میں سے دھنیئے کا بیج ایسا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے آدھے حصّے بھی پھُوٹ آتے ہیں تو وُہ اس حیثیت سے ہوشیاری میں تمام حیوانات سے بڑھ گئی اور باوجود بہت چھوٹا جسم ہونے کے اس کے سونگھنے کی طاقت اس قدر قوی ہے اور کسی کی نہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی ٹڈی وغیرہ کھاتا ہے اور وُہ اس کے ہاتھ سے پُوری یا اس کا کوئی حصّہ گر جاتا ہے اور اس کے قریب میں کوئی بھی چیونٹی نہیں ہوتی تو زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ کوئی چیونٹا یا چیونٹی اس کو لے جانے کے ارادہ سے آلیتی ہے اور اس کو اپنے ٹھکانے پہ لیجانے کی کوشش کرتی ہے

تو اگر عاجز ہو جاتی ہے تو اپنے سوراخ میں پلٹ جاتی ہے تو پھر کچھ دیر نہیں لگتی کہ وہ آگے آگے ہوتی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک لمبے ڈورے کی طرح چیونٹیوں کی قطار چلتی ہوتی ہے اور اُن کی امداد سے اُٹھا لے جاتی ہے تو غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ قوتِ شامہ ہے جو انسان کو بھی میسر نہیں۔ پھر خالص ہمت وجرات پر نظر کیجئے کہ ایسی چیز کو لیجانے کی کوشش کر رہی ہے جو اس کے وزن سے کم و بیش پانسو گنا زیادہ ہوتی ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ دوسری چیونٹی سے ملتے وقت ٹھہر کر کچھ بات نہ کرتی ہو اور اس کے کلام کرنے پر تو یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے۔ قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مساکنکم (ایک چیونٹے نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں گھس جاؤ)

(۶۶۷) اور سانپوں میں سے ایک قسم کا سانپ (یہ ہوشیاری کرتا ہے کہ) اپنی دُم ریت میں ٹھونس دیتا ہے (تاکہ وُہ نظر نہ آئے) اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے (یہ کام) دوپہر کے وقت شدّت کی گرمی میں (کرتا ہے) تو کوئی پرندہ جو اڑتا ہُوا نیچے اترنا چاہتا ہے وہ ریت کی گرمی کی وجہ سے ریت پر بیٹھنے سے اعراض کر کے اس کو درخت کا ٹھنٹھ سمجھ کر اس کے سر پر آکر بیٹھتا ہے اور یہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اُن کے شہروں میں سانپ گائے کے پاس آکر اُس کی ٹانگوں پر لپٹ جاتا ہے اور تھن کو منہ میں دبا لیتا ہے تو گائے (ایسی بے حس وحرکت ہو جاتی ہے کہ) آواز نکالنے پر بھی قادر نہیں رہتی اور یہ دودھ چوس جاتا ہے۔

(۶۶۸) (چوہے کی طرح ایک جانور ہے جس کی دُم لمبی ہوتی ہے اس کو یربوع اور جنگلی چوہا کہتے ہیں اس) یربوع کی یہ بات ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا بِل کدوہ یعنی سخت قسم کی زمین میں بناتا ہے جو عام سطح سے بلند ہو تاکہ اُس کا بھٹ پانی کے بہاؤ سے بچا رہے اور جانوروں کے کھروں کی ٹھوکروں سے خراب نہ ہو۔ یہ جانور سخت زمین کو کھود کھود کر اپنے گھر میں مختلف گوشے بناتا ہے بعض کو طویل رکھتا ہے اور بعض کو آنے جانے کا راستہ بناتا ہے اور بعض کو ایسا بناتا ہے کہ باہر کی طرف اس سے دیکھ سکے اور بعض اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں سے اندر کی مٹی باہر نکال کر پھینک دے اور یہ سب اس کے گھر ہیں جن کے راستے چھوٹے رکھتا ہے۔ تو جب

بھی کسی طرف سے خطرے کا احساس کرتا ہے دوسرے راستہ سے نکل جاتا ہے اور اس کو اپنی ذات کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وُہ بہت بھولنے والا ہے تو اپنا بھٹ ہمیشہ کسی ٹیلے یا پتھر کی چٹان یا درخت کے پاس ہی بناتا ہے تاکہ اگر وُہ اپنی غذا کی جستجو میں یا کسی خطرہ کی وجہ سے بھٹ سے دُور نکل جائے تو آسانی کے ساتھ پھر وہاں واپس آجائے۔

(۶۶۹) اور ہرن ہمیشہ اپنی کھوری میں پچھلے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کو باہر کی طرف رکھتا ہے تاکہ اپنی ذات کو اور بچّہ کو اگر کوئی خطرہ واقع ہو سکتا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔

(۶۷۰) مادہ بجّو ساٹھ انڈے دیتی ہے پھر (جس سوراخ میں انڈے دیتی ہے اُس) سوراخ کا دروازہ بالکل بند کر دیتی ہے اور اس کو چالیس دن بند چھوڑے رکھتی ہے پھر کھود کر راستہ کھول دیتی ہے تو بیضے پھٹ چکے ہوتے ہیں۔

(۶۷۱) اور گدھ بہت حریص ہے جب مردار گوشت سے خوب ڈٹ جاتا ہے تو اُڑنے کی قوت نہیں رہتی تو جب اڑنا چاہتا ہے تو متعدد بار کُودتا رہتا ہے اور اُس میدان کے گرد جہاں مُردار پر گرا تھا چند بار کُودتا ہوا گھومتا ہے پھر آہستہ آہستہ چکر باندھ کر اپنے کو ہوا میں اٹھاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا کی بڑی مقدار اُس کے جسم کے نیچے آجائے پھر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۶۷۲) اور بلی چوہے کو چھت میں دیکھتی ہے تو اپنے ہاتھ کو اسی طرح حرکت دیتی ہے گویا اس کو نیچے اُترنے کا اشارہ کر رہی ہے، بار بار ایسا ہی کرتی ہے تو وُہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایسا اپنی نگاہ کا اثر ڈالنے کے لئے کرتی ہے اور اس وقت تک کرتی رہتی ہے کہ وُہ گر پڑے (یہ ضروری نہیں کہ تمام اقسام ایسا ہی کیا کرتی ہوں ایسی کوئی خاص قسم ہو گی ۱ز مترجم)

(۶۷۳) اور شیر اکثر اوقات بکری کو اپنے دائیں پنجہ سے تھام کر بائیں پنجہ سے اُس کا سینہ پھاڑتا ہے اور اس کو اس کے پچھلے حصّے پر جُھکا لیتا ہے تو اُس کے خون کی دھار اُس کے منہ میں جانے لگتی ہے گویا وہ کسی فوارہ کے پاس کھڑا ہے یہاں تک کہ جب پی لیتا ہے اور اس کو خون سے خالی کر لیتا ہے تو پھر اس کا پیٹ پھاڑتا ہے۔

(٦٧٤) اور مچھر جب اپنے رزق کی جستجو میں نکلتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اسکو جو چیز زندہ رکھنے والی ہے وہ خون ہے تو جب بھینسے کو دیکھتا ہے جانتا ہے کہ اس کی جلد کے نیچے اس کی غذا ہے تو اس پر جا پڑتا ہے اور اپنی سونڈ اس میں چبھو دیتا ہے اور اپنے ہتھیار کے پہنچا دینے پر بھروسہ رکھنے والا ہے۔

(٦٧٥) اور شہباز شکار کی جستجو کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ کسی اونچے مقام پر ٹھہر جاتا ہے جب کوئی جانور شکار کرتا ہے تو اس پر دفعۃً ٹوٹ پڑتا ہے جب وہ اسکو دیکھتا ہے۔ تو اس کی ہمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ بھاگ نکلے اور شکار کو اس کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔

اور اسی طرح سانپ اپنے رہنے کے لئے جگہ نہیں کھودتا اور اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا بلکہ دوسرے جانوروں کی کھودی ہوئی جگہ (بل) میں گھس جاتا ہے اور اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے تو وہ جانور اس جگہ سے بھاگ جاتا ہے۔

(٦٧٦) اور بارہ سنگھے کے سینگ ہر سال گر جاتے ہیں تو جب وہ جانتا ہے کہ اب اس کا ہتھیار جاتا رہا تو درندوں کے خوف سے نڈر نہیں ہوتا تو جب وہ ایک ہی مقام پر ٹھہرا رہتا ہے تو موٹا ہو جاتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ موٹا ہونے کی وجہ سے اس کی حرکت سست ہو چکی ہے اس لئے چھپے رہنے کی اور زیادہ کوشش کرتا ہے پھر جب اس کے سینگ نکل آتے ہیں تو دھوپ اور ہوا میں آتا ہے اور حرکت اور دوڑ شروع کرتا ہے تاکہ چربی پگھل جائے اور گوشت کم ہو جائے۔ پھر جب اس کے سینگ لمبے اور پختہ ہو جاتے ہیں تو اپنی پچھلی عادت پر لوٹ جاتا ہے اور یہ جانور سانپوں کو کھاتا ہے تو اس کو سخت پیاس لاحق ہوتی ہے تو وہ پانی کے گرد پھرتا ہے (مگر پیتا نہیں)، اور پانی سے صرف اس وجہ سے رکا رہتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ پانی زہر کو اس کی رگوں میں پھیلا دیتا ہے پھر ہلاکت جلد واقع ہو جاتی ہے۔

(٦٧٧) اور شہد کی مکھیوں کے چھتے سیلابوں کے جھاگ سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور سیہ اور نیولا جب افعی اور دوسرے زہریلے سانپوں سے لڑ کر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں تو یہ دونوں اپنا علاج حنظل تازہ سے کرتے ہیں۔

(۶۷۸) اور شہباز کو جب جگر کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ خرگوش اور لومڑی کا جگر کھاتا ہے اور اس طرح حاصل کرتا ہے کہ ان کو اٹھا کر ہوا میں لے جاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے چند بار ایسا کر کے صرف جگر نکال کر کھاتا ہے اور اس سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(۶۷۹) اور جب چوہے اور بچھو کو ایک شیشے کے برتن میں بند کر دیا جاتا ہے تو چوہا بچھو کے ڈک کی سمت کو پہلے کاٹ دیتا ہے۔ اب اس کے شر سے بے خوف ہو کر جس طرح چاہتا ہے مار دیتا ہے۔

(۶۸۰) اور جب ریچھنی بچہ دیتی ہے تو وہ اس وقت گوشت کی ہنڈیا جیسا ہوتا ہے ہاتھ پاؤں کچھ نظر نہیں آتے تو اس کو چیونٹیوں کے چمٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے چند دنوں تک ہوا میں اٹھائے ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے لئے پھرتی ہے یہاں تک کہ اس میں سختی آ جائے۔

(۶۸۱) اور مچھلی جب جال میں پھنس جاتی ہے اور نکل نہیں سکتی تو وہ جانتی ہے کہ اب بچنے کی کودنے کے سوا اور کوئی صورت نہیں تو بقدر نیزے کے اچھل جاتی ہے پھر کوشش کرنے لگتی ہے اور بقدر دس ہاتھ اچھل جاتی ہے جس سے جال پھٹ جاتا ہے۔

(۶۸۲) اور چیتا جب موٹا ہونے لگتا ہے تو جانتا ہے کہ (اب کوئی اثر سے) مجبور ہوا چاہتا ہے اور یہ اس کی حرکت سست پڑ گئی تو وہ اپنے آپ کو چھپانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ گذر جائے جس میں چیتے موٹے ہو جاتے ہیں۔

باب۲۲: ایسی ضرب الامثال جو عرب اور دیگر حکما کی زبانوں پر بے زبان حیوانات کے کلام کے حوالے سے جاری ہیں اور بڑی دانشمندی کی دلیل ہیں

(۶۸۳) عرب کا مقولہ ہے احذر من غراب (کوے سے زیادہ محتاط) اور کہتے ہیں کہ کوے نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جب تجھ کو نشانہ بنایا جائے تو جگہ چھوڑ دے۔ یعنی نشانہ سے بچ۔ اُس نے کہا اباجان میں تو نشانہ بننے سے پہلے ہی بچ نکلوں گا۔

(۶۸۴) شعبیؒ نے فرمایا کہ شیر بیمار ہو گیا تو اس کی مزاج پرسی کے لئے سب درند

ے بجز لومڑی کے۔ تو بھیڑیئے نے کہا اے بادشاہ آپ بیمار ہوئے تو مزاج پرسی کے لئے
ب ہی درندے حاضر ہوئے مگر لومڑی نہیں آئی۔ شیر نے کہا جب وہ آئے تو ہمیں یاد دلا دینا
س کی اطلاع لومڑی کو بھی ہو گئی تو وہ آئی۔ اس سے شیر نے کہا او لومڑی میں بیمار ہوا تو
یری مزاج پرسی کے لئے تیرے سوا سب آئے مگر صرف تو ہی نہیں آئی۔ اس نے کہا مجھے بادشاہ
ی بیماری کی اطلاع مل گئی تھی تو میں اسی وقت سے بیماری کی دوا ڈھونڈنے میں لگ رہی تھی
شیر نے کہا پھر تو کس نتیجہ پر پہنچی لومڑی نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ بھیڑیئے کی پنڈلی میں ایک
مہرہ ہے وہ نکال لینا چاہیئے (اس کا کھانا مفید ہوگا) تو شیر نے بھیڑیئے کی پنڈلی پر پنجہ
مارا اور لومڑی سرک گئی اور نکل کر راستہ پر بیٹھ گئی۔ جب ادھر سے بھیڑیا ایسی حالت میں
گذرا کہ اس سے خون جاری تھا تو اس سے لومڑی نے کہا کہ اے لال موزے والے! جب تو
آئندہ بادشاہ کا ہم نشین بنے تو اس کا دھیان رکھ کہ تیرے سر میں سے کیا خیال منہ کے
راستہ سے نکل رہا ہے۔

(۶۸۵) شعبیؒ نے یہ حکایت سنائی کہ ہم سے کہا گیا کہ ایک شخص نے چنڈول (ایک چڑیا
ہے جس کے سر پر کلغی کی طرح کا ابھار ہوتا ہے) کا شکار کیا جب وہ اس کے ہاتھ میں آ گئی تو
اس نے کہا کہ تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے اس نے کہا کہ میں تجھے ذبح کر کے کھاؤں گا
اس نے کہا نہ کسی مرض کا علاج ہوں اور نہ (اپنے تھوڑے سے گوشت سے) کسی کا پیٹ
بھر سکتی ہوں لیکن میں تجھے تین ایسے کلمات حکمت سکھا سکتی ہوں جو میرے کھانے سے زیادہ
تجھے نفع دیں گے ان میں سے ایک تو ابھی تیرے ہاتھ میں ہی سکھا دوں گی اور دوسرا درخت
پر اور تیسرا پہاڑ پر جا کر۔ اس نے کہا۔ پہلا بیان کر۔ اس نے کہا جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی
رہے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا۔ پھر جب وہ درخت پر پہنچ گئی تو شکاری نے کہا اب دوسری
بات بیان کر تو اس نے کہا کہ نہ ہونے والی بات کا کبھی یقین نہ کرنا۔ جب وہ پہاڑ پر پہنچ
گئی تو بولی کہ او بدنصیب اگر تو مجھے ذبح کرتا تو میرے پوٹے میں سے ایسے دو موتی نکلتے،
جن میں سے ہر ایک کا وزن بیس مثقال ہے (یعنی تقریباً ساڑھے سات تولہ) یہ سنکر شکاری
اپنے ہونٹھ چبانے لگا اور متاسف ہوا۔ پھر شکاری نے کہا اچھا وہ تیسری بات بیان کر۔

تو اس نے کہا تو نے پچھلی دو باتیں تو ابھی بھلا دیں اب تیسری کیا کہوں۔ کیا میں نے تجھے یہ نہیں کہا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرنا میں اور میرے پر سب مل کر بھی بیس مثقال نہیں ہو سکتے (اور تو نے اس کا یقین بھی کر لیا اور ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس بھی کیا) یہ کہا اور اڑ کر چلتی ہوئی۔

(۱۹۶) عثمان بن عطاءؒ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے عام آمد و رفت سے ایک طرف ایک جال لگایا تو ایک چڑیا نیچے اتری اور جال کی طرف چل کر جال سے کہنے لگی۔ کیا بات ہے میں تجھے راستے سے ایک طرف ہٹا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ جال نے کہا میں لوگوں کے شر سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ چڑیا نے کہا کیا بات ہے میں تجھے بہت دبلا دیکھ رہی ہوں۔ جال نے کہا مجھے عبادت نے گھلا دیا۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے کندھوں پر رسی کیسی ہے۔ جال نے کہا تارک الدنیا اور زاہدوں کا لباس تو ٹاٹ اور کمبل ہی ہوتا ہے۔ چڑیا نے کہا اور تیرے ہاتھوں میں یہ لاٹھی کیسی ہے۔ جال نے کہا اس پر ٹیک لگا لیا کرتا ہوں۔ چڑیا نے کہا یہ تیرے منہ میں بیج کیسے ہیں جال بولا کہ یہ میں نے مسافر اور محتاجوں کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا مسافر اور محتاج تو میں بھی ہوں۔ جال نے کہا تو لے لے۔ پھر چڑیا نے اپنا سر جال میں دے دیا۔ اور اس نے چڑیا کی گردن پکڑ لی۔ تو چڑیا چلائی۔ سیق سیق (دھوکہ دیا گیا دھوکہ دیا گیا) پھر کہا اے اللہ تیرے بعد تجھے کوئی ریاکار قاری دھوکا نہ دے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ یہ ایک ضرب المثل ہے جس کی طرف آخر زمانہ کے ریاکار قاریوں کی طرف اللہ عزوجل نے اشارہ کیا ہے۔

مالک بن دینارؒ نے کہا ہے کہ اس زمانہ کے قاری اس شخص کی مانند ہیں جس نے جال کھڑا کیا اور اس میں گیہوں ڈال دیئے پھر ایک چڑیا آئی اور کہنے لگی کہ کس چیز نے تجھے مٹی میں ملا دیا۔ جال نے کہا تواضع نے۔ چڑیا نے کہا تو اس قدر دبلا کیوں ہو گیا؟ جال نے کہا طویل عبادت کرنے سے۔ چڑیا نے کہا یہ تجھ میں گیہوں کیوں رکھے ہیں؟ جال نے کہا کہ یہ میں نے روزہ داروں کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ چڑیا نے کہا کہ تو بہت ہی اچھا ہمسایہ ہے۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو چڑیا دانہ لینے کے لئے آئی تو جال نے اس کا گلا دبا

یا تو چڑیا نے کہا کہ عبادت گذار لوگ اسی طرح گذارا کیا کرتے ہیں جیسا تو دیکھ رہا ہے۔
پھر تو آج کے عابدوں میں خیر مفقود ہو گئی۔

(۶۸۷) معافی بن زکریا نے حکایت بیان کی کہ کہتے ہیں ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لئے نکلے تو انہوں نے گدھے، ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ تو شیر نے بھیڑیئے سے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کر دے۔ تو اس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا ہے اور خرگوش ابو معاویہ یعنی لومڑی کا اور ہرن میرا۔ تو شیر نے پنجہ مار کر اس کی کھوپڑی جدا کر دی۔ پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا خدا اسے ہلاک کرے تقسیم سے کس قدر جاہل واقع ہوا۔ پھر کہا کہ لا تو کر۔ لومڑی نے کہا کہ اے ابو الحارث (یعنی شیر) بالکل واضح بات ہے۔ گدھا آپ کے ناشتہ کے لئے ہے اور ہرن رات کے کھانے کے لئے اور خرگوش کا نقل درمیان میں کر لیجئے۔ شیر نے کہا اے کمبخت کتنا اچھا فیصلہ تو نے کیا۔ یہ فیصلہ تجھے کس نے سکھایا؟ لومڑی نے کہا بے انصاف بھیڑیئے کا سر جو سامنے ہے اسی نے سکھایا)

(۶۸۸) حکما نے امثال میں ذکر کیا ہے کہ بھیڑیئے سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ تو کتے سے زیادہ تیز دوڑتا ہے۔ اس نے کہا اس لئے کہ میں اپنی ذات کے لئے دوڑتا ہوں اور کتا اپنے مالک کے لئے۔

(۶۸۹) ابو ہلال عسکری نے بیان کیا عرب کا مقولہ ہے کہ ایک بجو کو کھجور مل گئی۔ پھر اس سے لومڑی نے جھپٹ لی تو بجو نے لومڑی کے تھپڑ مارا۔ دونوں فیصلہ کرانے کے لئے گوہ کے پاس گئے۔ گوہ سے کہا اے ابا الحسل (گوہ کی کنیت) گوہ نے (تواضع سے) کہا تم سننے والے کو پکار رہے ہو (یعنی گوہ میں بخوشی سنوں گی) بجو نے کہا ہم تیرے پاس ایک فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں۔ گوہ نے کہا اس گھر میں فیصلے حکمت بھرے ہوتے ہیں۔ بجو نے کہا میں نے ایک کھجور پائی تھی۔ گوہ نے کہا میٹھا پھل لیا تھا۔ بجو نے کہا اس کو لومڑی نے لے لیا۔ گوہ نے کہا ایک بدکردار نے اپنے نفس کو لذت پہنچائی۔ بجو نے کہا تو میں نے اس کے تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا تو نے اپنے نفس کو تسکین دی۔ ورنہ بڑا

ظالم تو پہل کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ بجّو نے کہا پھر اُس نے بھی میرے تھپیڑ مارا۔ گوہ نے کہا ایک آزاد نے اپنے نفس کی مدد کرنا چاہی۔ بجّو نے کہا ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ گوہ نے کہا کہ ہجی ہُوں۔

(۶۹۰) عرب کے حکما کا قول ہے " مخاطب سے دو باتیں بیان کر۔ پھر اگر وُہ نہ سمجھے۔ تو (فاربعہ یعنی، چار عسکری نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وُہ دو باتیں نہیں سمجھا تو قیاس کے قریب یہ بات ہے یہ اُن لوگوں میں سے ہے جو چار کو بھی نہ سمجھے گا۔ عسکری نے کہا کہ بعض علمائنے کہا کہ " یہ لفظ (فاربعہ نہیں) فاربع ہے۔ یعنی فَامْسِكْ (تو روک لے آگے مت بول) اور وہ (یعنی پہلی توجیہ) غلط ہے " (اس مقولہ میں اس عالم کی ذکاوت ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ خوب سمجھے۔

(۶۹۱) کہتے ہیں کہ ایک چیل نے مچھلی کا شکار کیا پھر اس کو نگلنے کی کوشش کی مچھلی نے کہا ایسا نہ کرنا۔ اگر تو نے مجھے کھا لیا تو میں تیرا پیٹ نہیں بھر سکتی۔ لیکن تو مجھ سے جس چیز کی چاہے قسم لے لے میں تیرے پاس روزانہ ایک مچھلی لاتی رہوں گی۔ چیل نے اُسے قسم دلانے کے لئے مُنہ کھولا۔ تو مُنہ سے نکل کر تیرتی ہوئی صاف ہوگئی۔ تو چیل نے کہا واپس آ۔ مچھلی نے کہا میں نے پہلے تیرے پاس آکر کون سی خیر دیکھی تھی کہ اب لوٹ کر آؤں :۔

(۶۹۲) ایک شخص ایک میدان میں تھا۔ اُس کے سامنے شیر آگیا تو یہ اس سے بھاگا اور ایک گہرے گڑھے میں جا گرا تو اس کے پیچھے شیر بھی اُس میں گر گیا۔ دیکھا تو اُس میں ایک ریچھ بھی موجود تھا۔ اُس سے شیر نے کہا کہ تو یہاں کب سے ہے ؟ اُس نے کہا کئی دن سے۔ اور مجھے بھوک نے مار ڈالا تو شیر نے کہا کہ میں اور تو دونوں اس کو کھالیں گے تو دونوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ ریچھ نے کہا جب دوبارہ بھوک لگے گی پھر ہم کیا کریں گے اور مناسب یہ ہے کہ ہم اس آدمی سے حلف کرلیں کہ ہم اس کو نہیں ستائیں گے تاکہ یہ ہماری اور اپنی رہائی کی کوئی تدبیر کرے کیونکہ یہ ہماری بہ نسبت حیلہ نکالنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے تو دونوں نے آدمی سے حلف کیا۔ اب وہ شخص کوئی رہائی کی صورت

نکالنے میں لگا تو اس کو ایک طرف سے کچھ روشنی نظر آئی۔ اُس نے اس طرف سے سوراخ بڑھانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ راستہ بنالیا تو خود بھی آزاد ہوگیا اور ان کو بھی آزاد کردیا۔

(۶۹۳) ابوایوب المرزبانی منصور کا وزیر تھا۔ جب منصور اس کو طلب کیا کرتا تھا تو متغیر ہوجاتا اور گھبراجاتا تھا۔ پھر جب اس کے پاس سے واپس آتا تو اس کا رنگ بحال ہوجاتا بعض لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ آپکی باریابی امیرالمؤمنین کے یہاں بکثرت ہوتی ہے اور امیرالمؤمنین آپ سے مانوس بھی ہیں، جب آپ ان کے حضور میں جاتے ہیں تو متغیر ہوجاتے ہیں۔ ایوب نے کہا اس بارے میں، میری اور تمہاری مثال ایک باز اور مرغ کی سی ہے دونوں نے ایک دوسرے سے مناظرہ کیا باز نے مرغ سے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ بے وفا نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کیسے؟ باز نے کہا تو انڈے کی صورت میں لایا گیا تیرے مالک نے تجھے سینے کا انتظام کیا اور ان کے ہاتھوں میں تو بچہ بنکر نکلا پھر انہوں نے اپنی ہتھیلیوں سے تجھے کھلایا یہاں تک کہ تو بڑا ہوگیا تو ایسا بن گیا کہ تیرے پاس بھی اگر کوئی آئے تو تو ادھر ادھر اڑتا اور چیختا پھرتا ہے۔ اگر تو کسی اونچی دیوار پر جا بیٹھتا ہے تو وہاں تو مدتیں گذار دیتا ہے وہاں سے اڑ کر تو دوسری دیوار پر پہنچ جاتا ہے اور میں پہاڑوں سے ایسے حال میں پکڑا جاتا ہوں کہ میری عمر بھی بڑی ہوتی ہے اور مجھے تھوڑا سا ہی کھلایا جاتا ہے اور ایک ایک دو دو دن تک بندش میں بھی رہتا ہوں پھر جب شکار پر چھوڑا جاتا ہوں تو اکیلا ہی اڑتا ہوں مگر پکڑ کر مالک کے پاس لے آتا ہوں۔ اب مرغ بولا کہ تیری دلیل بیکار ہے۔ یاد رکھ اگر تو سیخ پر چڑھتے ہوئے کبھی دو باز بھی دیکھ لیتا تو کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ آتا اور میں ہر وقت سیخوں کو مرغوں سے بھری ہوئی دیکھتا رہتا ہوں مگر پھر بھی ان کے ساتھ رات بسر کرلیتا ہوں تو میں تجھ سے زیادہ وفادار ہوں (ابوایوب نے یہ قصہ سناکر کہا) لیکن اگر تم منصور کی عادات کو اس قدر

ع اس کا نام سلیمان بن ابی مجالد تھا [illegible]

[illegible]

تکلیفات پہنچا کر قتل کرڈالا۔ ۱۲ مترجم۔

پہچانتے جسقدر میں پہچانتا ہوں تو اسکی غلطی کیوقت تمہارا حال میرے حال سے بھی زیادہ خراب ہوتا۔

(۶۹۴) کہتے ہیں کہ ایک بجو نے ہرن کو گدھے پر چڑھے ہوئے دیکھا تو ہرن سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھالے تو اُس نے بجو کو بٹھالیا۔ اُس نے بیٹھ کر کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے۔ پھر تھوڑا سا چلنے کے بعد کہا تیرا گدھا کیسا اچھا ہے ہرن نے کہا اچھا تو اس سے پہلے کہ تو یہ کہے کہ میرا گدھا کیسا اچھا ہے۔

(۶۹۵) کہتے ہیں کہ ایک بجو نے لومڑی کو شکار کیا تو لومڑی بولی کہ اُم عامر (لومڑی کی کنیت) کے ساتھ احسان کر۔ تو اُس نے کہا کہ میں تجھے دو میں سے ایک بات کا اختیار دیتا ہوں (ایک کو ان میں سے پسند کرکے مجھے بتا) یا یہ کہ میں تجھے خود کھا لوں یا کسی اور کو کھلا دوں۔ لومڑی نے کہا کیا تجھے یاد ہے وہ اُم عامر (لومڑی) جس نے اپنے گھر میں تجھ سے نکاح کیا تھا۔ تو بجو نے کہا کب کیا تھا۔ یہ بات کرتے ہی اس کا منہ کھلا تو لومڑی چھوٹ کر صاف گئی۔

(۶۹۶) ایک پرندے نے ولیمہ کیا اور اپنے بعض بھائیوں کو مدعو کرنے کے لئے قاصد روانہ کئے۔ ایک قاصد نے غلطی کی اور وہ لومڑی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تمہارے بھائی نے تم کو دعوت دی ہے۔ لومڑی نے کہا سر آنکھوں پر۔ قاصد نے واپس آکر لومڑی کی دعوت کی اطلاع دی تو تمام پرندے گھبرا گئے اور انہوں نے کہا تو نے ہمیں ہلاک کر ڈالا اور ہمیں موت کے سامنے پیش کر دیا تو قنبرہ نے کہا میں ایک حیلہ سے اس کو تمہارے سر سے ٹال دیتی ہوں۔ قنبرہ نے جاکر لومڑی سے کہا کہ تمہارے بھائی نے سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ ولیمہ پیر کے دن ہوگا۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کس جماعت کے ساتھ بیٹھنا پسند کریں گی۔ آیا سلوقی کتوں کے ساتھ یا کردی کتوں کے ساتھ یہ سنکر لومڑی گھبرا گئی اور کہنے لگی کہ میرے بھائی کو میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ دینا کہ ابوالسہر نے (کنیت نر لومڑی کی) سلام کے بعد یہ کہا ہے کہ مجھ پر ایک نذر کا پورا کرنا مقدم ہے جو ایک عرصہ سے جاری ہے۔ میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتی ہوں۔

(۶۹۷) ابو عمیر السوری نے کہا ایک بکرا ایک مشک کے پاس سے گذرا پھر اس کو

دیکھ کر بھاگا تو مشک نے اس سے کہا تو مجھ سے بھاگتا ہے میں کبھی تیرے ہی مانند تھی ورنہ میرے ہی مانند تو بھی ہو جاوے گا۔

(۶۹۸) ابوسلیم الخطابی نے بیان کیا کہ عرب کی امثال میں سے یہ قول بھی ہے لا ارید ثوابك اکفنی عذابك (میں تجھ سے بھلائی نہیں چاہتا (بس) مجھے اذیت پہنچانے سے باز رہ) ایسا ہی کسی شاعر کا قول ہے:۔

کفانی اللہ شرك یا خلیلی
فاما الخیر منك فقد کفانی

(ترجمہ) اے میرے دوست اللہ مجھے تیرے شر سے بچائے۔ رہا تیری طرف سے خیر کا پہنچنا تو اس سے تو نے (پہلے سے ہی) مجھے بچا رکھا ہے (مرا بخیر تو امید نیست بد مرسال۔ مترجم۔)

(۶۹۹) ابوسلیمان نے کہا اسی کی نظیر ہے عرب کا مقولہ یدك عنی وانا فی عافیۃ (اپنا ہاتھ مجھ سے دُور رکھ اور عافیت میں ہوں) اور اس کی اصل یہ ہے جو اس سلسلہ کی ایک بات ہے جو باتیں لوگ جانوروں کی زبانوں کی طرف منسوب کر کے کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک بچہ چھت سے گرا تو بلی اس کو اُٹھنے پر سہارا دینے کے لئے یہ کہتی ہوئی آیا ہونا چاہتی تھی بسم اللہ علیك (بسم اللہ میں ابھی پہنچی)، تو چوہے نے کہا یدك عنی وانا فی عافیۃ کہ اپنا دست شفقت دُور ہی رکھیے میں بالکل ٹھیک ہوں۔" بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا"

(۷۰۰) مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین الواعظ سے سُنا۔ وہ یہ حکایت بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایک بہرے پر ہوا جو ایک سانپ کو پکڑنے کے لئے روک رہا تھا تو سانپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ اس سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے باز نہ رہا تو میں اس پر ایسی سخت ضرب لگاؤں گا کہ اس کے پرخچے اڑا دوں گا۔ حضرت عیسیٰؑ گذر گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ سانپ بہرے کی ٹوکری میں آ چکا تھا تو سانپ سے حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تو ایسا اور ایسا نہیں کہہ رہا تھا

اب تو کیسے اُس کے ساتھ ہو گیا؟ تو اس نے کہا اے روح اللہ اس نے مجھ سے حلف کر لیا ہے (کہ اتنے دنوں کے بعد رہا کر دے گا تو اگر اس نے میرے ساتھ غداری (بدعہدی) کی تو اس غداری کا زہر اس کو میرے زہر سے بھی زیادہ نقصان دینے والا ہوگا۔

واللہ الموفق للصواب

الحمد للہ علی احسانہ کہ ترجمہ کتاب الاذکیا آج مورخہ ۲۲ صفر ۱۳۷۲ھ شب پنجشنبہ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء تمام ہوا۔

عبدہ الضعیف اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

اس ترجمہ کی تکمیل میں حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر کی بہت کچھ ہمت افزائی فرماتے رہے۔ کتاب میں جس قدر عربی اشعار ہیں بندہ کی درخواست پر بالاستیعاب اُن کے ترجمہ کا مطالعہ فرمایا۔ اور اصل کتاب کو پیش نظر رکھ کر بہت سے ابواب کا پورا ترجمہ احقر سے مختلف اوقات میں سنتے بھی رہے۔ مرحوم نے کتاب کے ختم پر چند دعائیہ کلمات اپنے قلم سے تحریر فرما دیئے جو درج ذیل ہیں:۔ اللھم وفق لمترجمہ ما ینفعہ لیومہ وغدہٖ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

محمد اعزاز علی عفی عنہ

کتبہ محمد یوسف